سُوْرَةُ الحَجّ یہ سورت مدنی ہے اس میں (۷۸) آیات اور (۱۰) رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالٰی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ‏

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

۲۔ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ

جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش، دکھائی دیں گیں، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (۱)۔

۲۔۱ آیت مذکورہ میں جس زلزلے کا ذکر ہے، جس کے نتائج دوسری آیت میں بتلائے گئے ہیں جس کا مطلب لوگوں پر سخت خوف، دہشت اور گھبرہٹ کا طاری ہونا، یہ قیامت سے قبل ہوگا اور اس کے ساتھ دنیا فنا ہو جائیگی۔ یا یہ قیامت کے بعد اس وقت ہوگا جب قبروں سے اٹھ کر میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ بہت سے مفسرین پہلی رائے کے قائل ہیں۔

۳۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ

بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (۱)۔

۳۔۱ مثلاً یہ کہ اللہ تعالٰی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے، یا اس کی اولاد ہے وغیرہ وغیرہ۔

ق۔۴ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ہ

جس پر (قضائے الٰہی) لکھ دی گئی (۱) ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔

۴۔۱ یعنی شیطان کی بابت تقدیر الٰہی میں یہ بات ثبت ہے۔

ق۔۵ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَـكُمۡ ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ‌ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـئًا ؕ وَتَرَى الۡاَرۡضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ہ

لوگو! اگر تمیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور وہ بے نقشہ تھا (۱) یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں (۲) اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں (۳) پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو، تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں (۴) اور بعض بے غرض عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے (۵) تو دیکھتا ہے کہ زمین بنجر اور خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے (۶)۔

۵۔۱ یعنی نطفے (قطرہ منی) سے چالیس روز بعد عَلَقَةٍ گاڑھا خون اور عَلَقَةٍ سے مُضۡغَةٍ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے مُخَلَّقَةٍ سے، وہ بچہ مراد ہے جس کی پیدائش واضع اور شکل وصورت نمایاں ہو

جائے، اس کے برعکس، جس کی شکل و صورت واضع نہ ہو، نہ اس میں روح پھونکی جائے اور قبل از وقت ہی وہ ساقط ہو جائے۔ صحیح حدیث میں بھی رحم مادر کی ان کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔۲ یعنی اس طرح ہم اپنا کمال قدرت و تخلیق تمہارے لئے بیان کرتے ہیں۔

۵۔۳ یعنی جس کو ساقط کرنا نہیں ہوتا۔

۵۔۴ یعنی عمر اشد سے پہلے ہی۔ عمر اشد سے مراد بلوغت یا کمال العقل و کمال قوت و تمیز کی عمر، جو ۳۰ سے ۴۰ سال کے درمیان عمر ہے۔

۵۔۵ اس سے مراد بڑھاپے میں قوائے انسانی میں ضعف و کمزوری کے ساتھ عقل و حافظہ کا کمزور ہو جانا اور یادداشت اور عقل و فہم میں بچے کی طرح ہو جانا، جسے سورۂ یٰسین میں ﴿ وَ مَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔۶ یہ احیائے موتی (مردوں کے زندہ کرنے) پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ پہلی دلیل، جو مذکورہ ہوئی، یہ تھی کہ جو ذات ایک حقیر قطرۂ پانی سے اس طرح ایک انسانی پیکر تراش سکتا ہے اور ایک حسین وجود عطا کر سکتا ہے، علاوہ ازیں وہ اسے مختلف مراحل سے گزارتا ہوا بڑھاپے کے ایسے اسٹیج پر پہنچا سکتا ہے جہاں اس کے جسم سے لے کر اس کی ذہنی و دماغی صلاحیتیں تک، سب ضعف و لاغری کا شکار ہو جائیں۔ کیا اس کے لئے اسے دوبارا زندگی عطا کر دینا مشکل ہے؟ یقیناً جو ذات انسان کو ان مراحل سے گزار سکتی ہے، وہی ذات مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے ایک نیا قالب اور نیا وجود بخش سکتی ہے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ دیکھو زمین بنجر اور مردہ ہوتی ہے لیکن اسے بارش کے بعد یہ کس طرح زندہ اور شاداب اور انواع و اقسام کے غلے، میواجات اور رنگ برنگ کے پھولوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت والے دن انسانوں کو بھی ان کی قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرے گا۔

ق۔٦ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحۡيِ الۡمَوۡتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ

یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے.

ق۔٧ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيۡهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ۙ

اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا.

ق۔٨ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيۡرٍ ۙ

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن دلیل کے جھگڑتے ہیں۔

ق۔٩ ثَانِىَ عِطۡفِهٖ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ‌ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ۙ

جو اپنی پہلو موڑنے والا بن کر (۱) اس لئے کہ اللہ کی راہ سے بہکا دے، اسے دنیا میں رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے.

۹۔۱ اس میں اس شخص کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو بغیر عقلی اور نقلی دلیل کے اللہ کے بارے میں جھگڑتا ہے کہ وہ تکبر اور اعراض کرتے ہوئے اپنی گردن موڑتے ہوئے پھرتا ہے.

ق۔١٠ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ۙ ع رکوع ۱

یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے. یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں.

ق۔١١ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ اۨطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ اۨنقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ۙ

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں. اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں (۱) انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھا لیا واقع یہ کھلا نقصان ہے.

١١۔١ ان کناروں پر کھڑا ہونے والا، غیر مستقر ہوتا ہے یعنی اسے قرار وثبات نہیں ہوتا. اسی طرح جو شخص دین کے بارے میں شک وتذبذب کا شکار رہتا ہے اس کا حال بھی یہی ہے، اسے دین پر استقامت نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اس کی نیت صرف دنیاوی مفادات کی رہتی ہے، ملتے رہے تو ٹھیک ہے، بصورت دیگر وہ پھر دین آبائی یعنی کفر اور شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے. اس کے برعکس جو سچے مسلمان ہوتے اور ایمان اور یقین سے سرشار ہوتے ہیں. بعض روایات میں یہ وصف نومسلم اعرابیوں کا بیان کیا گیا ہے (فتح الباری، باب مذکور)

ة۔١٢ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ه

اللہ کے سوا انہیں پکارتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع. یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے.

ة۔١٣ يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ه

اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی (۱)

١٣۔١ بعض مفسرین کے نزدیک غیر اللہ کا پجاری قیامت والے دن کہے گا کہ جس کا نقصان، اس کے نفع کے قریب تر ہے، وہ والی اور ساتی یقیناً برا ہے. یعنی اپنے معبودوں کے بارے یہ کہے گا کہ وہاں اس کے امیدوں کے محل ڈھے جائیں گے اور یہ معبود، جن کی بات اس کا خیال تھا کہ وہ اللہ کے عذاب سے اس بچائیں گے، اس کی شفاعت کریں گے، وہاں خود وہ معبود بھی، اس کے ساتھ ہی جہنم کا ایندھن بنے ہونگے مطلب یہ کہ غیر اللہ کو پکارنے سے فوری نقصان تو اس کا ہوا کہ ایمان سے ہاتھ

دھو بیٹھا، بے‌شک یہ صریح نقصان ہے۔ اور آخرت میں تو اس کا نقصان تحقیق شدہ ہی ہے۔

۱۴ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا۔ اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے۔

۱۵ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝

جس کا خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسہ باندھ کر (اپنے حلق میں پھندا ڈال کر اپنا گلا گھونٹ لے) پھر دیکھ لے کہ اس کی چالاکیوں سے وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا (۱) رہی ہے؟

۱۵۔۱ اس کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں کہ ایسا شخص، جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد نہ کرے، کیونکہ اس کے غلبہ و فتح سے اسے تکلیف ہوتی ہے، تو وہ اپنے گھر کی چھت پر رسی لٹکا کر اور اپنے گلے میں اس کا پھندا لیکر اپنا گلا گھونٹ لے، شاید یہ خودکشی اسے غیظ وغضب سے بچا لے جو محمد ﷺ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو دیکھ کر اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس صورت میں سماء سے مراد گھر کی چھت ہوگی۔ دوسرے معنی ہیں کہ ایک رسہ لے کا آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جو وحی یا مدد آتی ہے، اس کا سلسلہ ختم کرا دے (اگر وہ کر سکتا ہے) اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ (امام ابن کثیر)

۱٦ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ۝

ہم نے اسی طرح اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے۔ جسے اللہ چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔

ق۔١٧ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِئِيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ
وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی (۱) اور مشرکین (۲) ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا (۳) اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر گواہ ہے (۴)۔

١٧۔١ مجوسی سے مراد ایران کے آتش پرست ہیں جو دو خداؤں کے قائل ہیں، ایک ظلمت کا خالق ہے، دوسرا نور کا، جسے وہ اہرمن اور یزداں کہتے ہیں۔

١٧۔٢ ان میں مذکورہ گمراہ فرقوں کے علاوہ جتنے بھی اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرنے والے ہیں، سب آ گئے۔

١٧۔٣ ان میں سے حق پر کون ہے، باطل پر کون، یہ تو ان دلائل سے واضع ہو جاتا ہے جو اللہ اپنے قرآن میں نازل فرماتے ہیں اور اپنے آخری پیغمبر کو بھی اسی مقصد کے لئے بھیجا تھا، یہاں فیصلے سے مراد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ باطل پرستوں کو قیامت والے دن دے گا، اس سزا سے بھی واضع ہو جائے گا کہ دنیا میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون کون۔

١٧۔٤ یہ فیصلہ محض حاکمانہ اختیارات کے زور پر نہیں ہوگا، بلکہ عدل و انصاف کے مطابق ہوگا، کیونکہ وہ باخبر ہستی ہے، اسے ہر چیز کا علم ہے۔

ق۔١٨ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ
الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ السجدہ

کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور (۱) اور بہت سے انسان بھی (۲) ہاں بہت

سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے(۳) جسے رب ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں،(۴) اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے.

۱۸۔۱ بعض مفسرین نے اس سجدے سے ان تمام چیزوں کا احکام الٰہی کے تابع ہونا مراد لیا ہے، کسی میں مجال نہیں کہ وہ حکم الٰہی سے سرتابی کرسکے. ان کے نزدیک وہ سجدۂ اطاعت وعبادت مراد نہیں۔ جب کہ بعض مفسرین نے اسے مجاز کے بجائے حقیقت پر مبنی کیا ہے کہ ہر مخلوق اپنے اپنے انداز سے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے

۱۸۔۲ یہ سجدۂ اطاعت وعبادت ہی ہے جس کو انسانوں کی ایک بڑی تعداد کرتی ہے اور اللہ کی رضا کی مستحق قرار پاتی ہے.

۱۸۔۳ یہ وہ ہیں جو سجدۂ اطاعت سے انکار کرکے کفر اختیار کرتے ہیں، ورنہ تکوینی احکام یعنی سجدۂ تابع میں تو انہیں بھی مجال انکار نہیں.

۱۸۔۴ کفر اختیار کرنے کا نتیجہ ذلت ورسوائی اور آخرت کا دائمی عذاب ہے، جس سے بچا کر کافروں کو عزت دینے والا کوئی نہیں ہوگا.

ۃ۔۱۹ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍؕ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ۝

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے(۱) والے ہیں، پس کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے ناپ کر کاٹے جائیں گے، اوران کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا.

۱۹۔۱ اس سے مراد مذکورہ گمراہ فرقے اور اس کے مقابلے میں دوسرا فرقہ مسلمان کو لیا ہے۔ یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں، مسلمان تو وحدنیت اور اس کی قدرت علی البعث کے قائل ہیں، جب کہ دوسرے اللہ کے بارے میں مختلف گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ اس ضمن میں جنگ بدر میں لڑنے

والے مسلمان اور کافر بھی آ جاتے ہیں، جس کے آغاز میں مسلمانوں میں ایک طرف حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدۃ رضی اللہ عنہم تھے اور دوسری طرف ان کے مقابلے میں کافروں میں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ تھے (امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ہی مفہوم صحیح اور آیت کے مطابق ہیں.

ۃ۔۲۰ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ه ط

جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی.

ۃ۔۲۱ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ه اور ان کی سزا کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں.

ۃ۔۲۲ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ه ع

یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا) جلنے کا عذاب چکھو (۱).

۲۲۔۱ اس میں جہنمیوں کے عذاب کی کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے جو انہیں وہاں بھگتنا ہوگا.

ۃ۔۲۳ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ط وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ه

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں، جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی. وہاں ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا (۱).

۲۳۔۱ جہنمیوں کے مقابلے میں یہ اہل جنت کا اور ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جو اہل ایمان کو مہیا کی جائیں گی.

ۃ۔۲۴ وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ه

ان کی پاکیزہ بات کی رہنمائی کردی گئی (۱) اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کردی گئی (۲).

۲۴۔۱ یعنی جنت ایسی جگہ ہے جہاں پاکیزی باتیں ہی ہونگی، وہاں بے ہودہ اور گناہ کی بات نہیں ہوگی.

۲۴۔۲ یعنی ایسی جگہ کی طرف جہاں ہر طرف اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کی صدائے دل نواز گونج رہی ہوگی. اگر اس کا تعلق دنیا سے ہو تو مطلب قرآن اور اسلام کی طرف رہنمائی ہے جو اہل ایمان کے حصے میں آتی ہے.

۲۵۔ة اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ع

رکوع۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے (۱) بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لئے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں (۲) جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں دین حق سے پھر جانے کا ارادہ کرے (۳) ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے (۴).

۲۵۔۱ روکنے والوں سے مراد کفار مکہ ہیں جنہوں نے ٦ ہجری میں مسلمانوں کو مکہ جا کر عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، اور مسلمانوں کو حدیبیہ سے واپس آنا پڑا تھا.

۲۵۔۲ اس میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام سے مراد خاص مسجد (خانہ کعبہ) ہی ہے یا پورا حرم مکہ۔ کیونکہ قرآن میں بعض جگہ پورے حرم مکہ کیے بھی مسجد حرام کا لفظ بولا گیا ہے۔، یعنی جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے. جو شخص بھی کسی جگہ سے حج یا عمرے کے لئے مکہ جائے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہے ٹھہر جائے، وہاں رہنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہرانے سے نہ روکیں. دوسری رائے یہ ہے کہ مکانات اور زمینیں ملک خاص ہوسکتی ہیں اور ان میں مالکانہ تصرفات یعنی بیچنا، کرائے پر دینا جائز ہے. البتہ وہ مقامات جن کا تعلق مناسک حج سے ہے، مثلاً منا، موزلفہ اور عرفات کے میدان

یہ وقف عام ہیں. ان میں کسی کی ملکیت جائز نہیں. یہ مسئلہ قدیم فقہا کے درمیان خاصہ مختلف مسئلہ رہا ہے. تاہم آجکل تقریباً تمام کے تمام علما ہی ملکیت خاص کے قائل ہو گئے ہیں. اور یہ مسئلہ سرے سے اختلافی ہی نہیں رہا. مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے بھی امام ابو حنیفہ اور فقہا کا مسلک مختار اسی کو قرار پایا ہے. (ملاحظہ معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۵۳)

۲۵۔۳ یہاں یہ عام ہے، کفر و شرک سے لیکر ہر قسم کے گناہ کے لئے حتٰی کہ بعض عملا الفاظ قرآنی کے پیش نظر اس بات تک قائل ہیں کہ حرم میں اگر کسی گناہ کا ارادہ بھی کر لے گا، (چاہے اس پر عمل نہ کر سکے) تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محض ارادے پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، جیسا کہ دیگر آیات سے واضح ہے. تاہم ارادہ اگر عزم مصمم کی حد تک ہو تو پھر گرفت ہو سکتا ہے. (فتح القدیر)

۲۵۔۴ یہ بدلہ ہے ان لوگوں کا جو مذکورہ گناہوں کے مرتکب ہوں گے.

۲۶۔ۃ وَ اِذْ بَوَّ اْ نَا لِاِ بْرٰ هِيْمَ مَكَا نَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِ كْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآ ئِفِيْنَ وَالْقَآ ئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْ دِ ۝

جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی (۱) اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک (۲) نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا (۳).

۲۶۔۱ یعنی بیت اللہ کی جگہ بتلا دی اور وہاں ہم نے ذریت ابراہیم علیہ السلام کو ٹھہرایا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کی ویرانی کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا" سب سے پہلی مسجد جو زمین میں بنائی گئی، مسجد حرام ہے، اور اس کے چالیس سال بعد مسجد اقصٰی تعمیر ہوئی" (مسند احمد ۵۔۱۵۰، ۱۶۶، ۱۶۷ و مسلم کتاب المساجد)

۲۶۔۲ کفر، بت پرستی اور دیگر گندگیوں اور نجاستوں سے۔ یہاں ذکر صرف نماز پڑھنے والوں کا کیا ہے،

کیونکہ یہ دونوں عبادت خانہ کعبہ کے ساتھ خاص ہیں، نماز میں رخ اس کی طرف ہوتا ہے اور طواف صرف اسی کے گرد کیا جاتا ہے.

ۃ۔۲۷ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ہ

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی (۱) دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے (۲).

۲۷۔۱ جو چارے کی قلت اور سفر کی دوری اور تھکاوٹ سے لاغر اور کمزور ہو جائیں گے.

۲۷۔۲ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی یہ نحیف سی صدا، دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی. جس کا مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر حاجی اور معتمر کرتا ہے.

ۃ۔۲۸ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ہ

اپنے فائدے حاصل کرنے کو آ جائیں (۱) اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں (۲) پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ.

۲۸۔۱ یہ فائدے دینی بھی ہیں کہ نماز، طواف اور مناسک حج و عمرہ کے ذریعے سے اللہ کی مغفرت و رضا حاصل کی جائے اور دنیاوی بھی کہ تجارت اور کاروبار سے مال و اسباب دنیا میسر آ جائے.

۲۸۔۲ پالتو جانوروں سے مراد اونٹ، گائے، بکری (اور بھیڑ دنبے) ہیں۔ ان پر اللہ کا نام لینے کا مطلب ان کو ذبح کرنا جو اللہ کے نام لے کر ہی کیا جاتا ہے اور ایام معلومات سے مراد، ذبح کے ایام'' ایام تشریق'' ہیں، جو یوم (۱۰ ذوالحجہ) اور تین دن اس کے بعد ہیں. یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ تک قربانی کی جا سکتی ہے. عام طور پر ایام معلومات سے عشرۂ ذوالحجہ اور ایام معدودات سے ایام تشریق مراد لئے جاتے ہیں.

۔تاہم یہاں" معلومات " جس سیاق میں آیا ہے،اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایام تشریق مراد ہیں.واللہ اعالم۔

ۃ۔۲۹ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ہ

پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں (۱) اور اپنی نذریں پوری کریں (۲) اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں (۳)

۲۹۔۱ یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو جمرۂ کبریٰ (یا عقبہ) کو کنکریاں مارنے کے بعد حاجی تحلل اول (یا اصغر) حاصل ہو جاتا ہے،جس کے بعد وہ احرام کھول دیتا ہے اور بیوی سے مباشرت کے سوا،دیگر وہ تمام کام اس کے لئے جائز ہو جاتے ہیں،جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں.میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بالو،ناخنوں وغیرہ کو صاف کر لے،تیل خشبو استعمال کرے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لے وغیرہ.

۲۹۔۲ اگر کوئی مانی ہوئی ہو،جیسے لوگ مان لیتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے مقدس گھر کی زیارت نصیب فرمائی،تو ہم فلاں نیکی کا کام کریں گے۔

۲۹۔۳ حلق یا تقصیر کے بعد افاضہ کر لے،جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں،اور یہ حج کا رکن ہے جو وقوف عرفہ اور جمرہ عقبہ (یا کبرٰی) کو کنکریاں مارنے کے بعد کیا جاتا ہے.جب کہ طواف قدوم بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور طواف وداع سنت مؤکدہ (یا واجب) ہے۔جو اکثر اہل علم کے نزدیک عذر سے ساقط ہو جاتا ہے،جیسے حائضہ عورت سے بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے (ایسرالتفاسیر)

ۃ۔۳۰ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

یہ جو کوئی اللہ کی حرمتوں (۱) کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے. اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے (۲) بیان کئے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیئے (۳) اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے (۴).

۳۰۔۱ ان حرمتوں سے مراد وہ مناسک حج ہیں جن کی تفصیل ابھی گزری ہے. ان کی تعظیم کا مطلب، ان کی اس طرح ادائیگی ہے جس طرح بتلایا گیا ہے. یعنی ان کی خلاف ورزی کر کے ان حرمتوں کو پامال نہ کرے.

۳۰۔۲ ”جو بیان کئے گئے ہیں“ کا مطلب ہے جن کا حرام ہونا بیان کر دیا گیا، جیسے آیت ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْ مَيْتَا ةُ وَا لدَّ مُ الْاٰ يَةُ ﴾ میں تفصیل ہے.

۳۰۔۳ یہاں اس سے مراد لکڑی، لوہے یا کسی اور چیز کے بنے ہوئے بت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا، یہ نجاست ہے اور اللہ کے غضب اور عدم رضا کا باعث، اس سے بچو۔

۳۰۔۴ جھوٹی بات میں، جھوٹی بات کے علاوہ جھوٹی قسم بھی ہے (جس کو حدیث میں شرک اور حقوق والدین کے بعد تیسرے نمبر پر کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے) اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اللہ جن چیزوں سے پاک ہے، وہ اسکی طرف منسوب کی جائیں۔ مثلاً اللہ کی اولاد ہے وغیرہ.

۳۱۔ة حُنَفَآ ءَلِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِا للّٰهِ فَكَاَ نَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآ ءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِ ىْ بِهِ الرِّحُ فِىْ مَكَا نٍ سَحِيْقٍ ہ

اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے (۱) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے. سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی (۲).

۳۱۔۱ یعنی شرک سے توحید کی طرف اور کفر و باطل سے اسلام اور دین حق کی طرف مائل ہوتے ہوئے. یا ایک طرف ہو کر خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے.

۳۱۔۲ یعنی جس طرح بڑے پرندے، چھوٹے جانوروں کو نہائت تیزی سے جھپٹا مار کر انہیں نوچ کھاتے ہیں یا ہوائیں کسی کو دور دراز جگہوں پر پھینک دیں اور کسی کو اس کا سراغ نہ ملے. دونوں صورتوں میں تباہی اس کا مقدر ہے. اسی طرح وہ انسان جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ سلامت فطرت اور طہارت نفس کے اعتبار سے طہر و صفا کی بلندی پر فائز ہو جاتا ہے اور جوں ہی وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا اپنے کو بلندی سے پستی میں اور صفائی سے گندگی اور کیچڑ میں پھینک لیتا ہے

۳۲۔ ۃ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ہ

یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے(۱).

۳۲۔۱ شعائر اللہ وہ ہیں، جو جو اسلام کے نمایاں امتیازی احکام ہیں، جن سے ایک مسلمان کا امتیاز اور تشخص قائم ہوتا ہے اور دوسرے اہل مذاہب سے الگ پہچان لیا جاتا ہے، صفا، مروہ پہاڑیوں کو بھی اس لئے شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ مسلمان حج و عمرے میں ان کے درمیان سعی کرتے ہیں. یہاں حج کے دیگر مناسک خصوصاً قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ کہا گیا ہے۔ اس تعظیم کو دل کا تقوی قرار دیا گیا ہے. یعنی دل کے ان افعال سے جن کی بنیاد تقوی ہے۔

۳۳۔ ۃ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ہ ع رکوع ۴

ان میں تمہارے لئے ایک مقررہ وقت تک فائدہ ہے (۱) پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے(۲).

۳۳۔۱ وہ فائدہ، سواری، دودھ، مزید نسل اور اون وغیرہ کا حصول ہے۔ وقت مقرر مراد (ذبح کرنا) ہے یعنی ذبح نہ ہونے تک تمہیں ان سے مذکورہ فوائد حاصل ہوتے ہیں. اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور سے، جب تک وہ ذبح نہ ہو جائے فائدہ اٹھانا جائز ہے. صحیح حدیث سے بھی اس کی تائید

ہوتی ہے. ایک آدمی ایک قربانی کا جانور اپنے ساتھ ہانکے لے جا رہا تھا. نبی ﷺ نے اس سے فرمایا اس پر سوار ہو جا، اس نے کہا یہ حج کی قربانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، اس پر سوار ہو جا. (صحیح بخاری)

۳۳۔۲ حلال ہونے سے مراد جہاں ان کا ذبح کرنا حلال ہوتا ہے. یعنی یہ جانور، مناسک حج کی ادائیگی کے بعد، بیت اللہ اور حرم مکی میں پہنچتے ہیں اور وہاں اللہ کے نام پر ذبح کر دیئے جاتے ہیں، پس مذکورہ فوائد کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے. اور اگر وہ ایسے ہی حرم کے لئے قربانی دی جاتی ہے، تو حرم میں پہنچتے ہی ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور فقراء مکہ میں ان کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے.

۳۴۔ة وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ہ

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں (۱) سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے! ہ

۳۴۔۱ رضائے الٰہی کے لئے جانور کی قربانی کرنا عبادت ہے. اسی لئے غیر اللہ کے نام پر یا ان کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا غیر اللہ کی عبادت ہے، جہاں حج کے اعمال و ارکان ادا کئے جاتے ہیں، جیسے عرفات، مزدلفہ، منٰی اور مکہ. مطلق ارکان و اعمال حج کو بھی مناسک کہہ لیا جاتا ہے. مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم پہلے بھی ہر مذہب والوں کے لئے ذبح کا یا عبادت کا یہ طریقہ مقرر کرتے آئے ہیں تا کہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کرتے رہیں. اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہمارا نام لیں۔ یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں یا ہمیں یاد رکھیں.

۳۵۔ة الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ہ

انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں، انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے بھی دیتے رہتے ہیں.

ۃ۔٣٦ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ

قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو،(۱) پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں (۲) اسے (خود بھی) کھاؤ (۳) اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اس طرح ہم نے چوپاؤں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکر گزاری کرو۔

٣٦۔١ اونٹ کو اسی طرح کھڑے کھڑے ذبح کیا جاتا ہے کہ بایاں پاؤں اس کا بندھا ہوا اور تین پاؤں پر وہ کھڑا ہوتا ہے

٣٦۔٢ یعنی سارا خون نکل جائے اور وہ بے روح ہو کر زمین پر گرے تب اسے کاٹنا شروع کرو. کیونکہ جی دار جانور کا گوشت کاٹ کر کھانا ممنوع ہے " جس جانور سے اس حال میں گوشت کاٹا جائے کہ وہ زندہ ہو تو وہ (کاٹا) ہوا گوشت مردہ ہے.

٣٦۔٣ بعض علما کے نزدیک یہ امر وجوب کے لئے ہے یعنی قربانی کا گوشت کھانا، قربانی کرنے والے کے لئے واجب ہے یعنی ضروری ہے اور اکثر علما کے نزدیک یہ امر جواز کے لئے ہے۔ یعنی اس امر کا مقصد صرف جواز کا اثبات یعنی اگر کھا لیا جائے تو جائز یا پسندیدہ ہے اور اگر کوئی نہ کھائے بلکہ سب کا سب تقسیم کر دے تو کوئی گناہ نہیں ہے.

ۃ۔٣٧ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط كَذٰلِكَ

سَخَّرَ هَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُو اا للّٰه عَلٰى مَا هَدٰ كُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ہ

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیز گاری پہنچتی ہے اسی طرح اللہ نے جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی راہنمائی کے شکریے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو، اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے.

ۃ۔۳۸ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ہ ع

سن رکھو! یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے(ا) کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں.

۳۸۔ا جس طرح ٦ ہجری میں کافروں نے اپنے غلبے کی وجہ سے مسلمانوں کو مکہ جا کر عمرہ نہیں کرنے دیا، اللہ تعالیٰ نے دوسال بعد ہی کافروں کے اس غلبہ کو ختم فرما کر مسلمانوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹا دیا اور مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا.

ۃ۔۳۹ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ہ

جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں (ا) بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے.

۳۹۔ا اکثر سلف کا قول ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے جہاد کا حکم دیا گیا، جس کے دو مقصد یہاں بیان کئے گئے ہیں. مظلومیت کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ. اس لئے کہ مظلومین کی مدد اور ان کی دادرسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں جس سے زمین فساد سے بھر جائے. اور اگر باطل تو باطل کے غلبے سے دنیا کا امن وسکون اور اللہ کا نام لینے والوں کے لئے کوئی عبادت خانہ باقی نہ رہے (مزید تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۱ کا حاشیہ).

ۃ۔۴۰ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا

دَ فْعُ اللّٰهِ النَّا سَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّ مَتْ صَوَا مِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰ تٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْ كَرُ
فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَ نَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِ يْزٌ ۝

یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا، صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے. جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا. بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے

۴۱ ۔ اَلَّذِ يْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَ رْ ضِ اَقَا مُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰ تَوُا الزَّكٰو ةَ وَ اَمَرُوْ ا
بِا لْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْ ا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَا قِبَةُ الْاُ مُوْ رِ ۝

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں (۱) تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے (۲).

۴۱ ۔ ۱ اس آیت میں اسلامی حکومت کی بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں، جنہیں خلافت راشدہ کی دیگر اسلامی حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انہوں نے اپنی ترجیحات میں ان کو سرفہرست رکھا تو ان کی بدولت ان کی حکومتوں میں امن اور سکون بھی رہا، رفاہیت وخوش حالی بھی رہی اور مسلمان سربلند اور سرفراز بھی رہے. آج بھی سعودی عرب کی حکومت میں بحمداللہ ان چیزوں کا اہتمام ہے، تو اس کی برکت سے وہ اب بھی امن وخوش حالی کے اعتبار سے دنیا کی بہترین اور مثالی مملکت ہے،.

۴۱ ۔ ۲ یعنی ہر بات کا مرجع اللہ کا حکم اور اس کی تدبیر ہی ہے اس کے حکم کے بغیر کائنات میں کوئی پتہ بھی نہیں ہلتا. چہ جائیکہ کوئی اللہ کے احکام اور ضابطوں سے انحراف کرکے حقیقی فلاح و کامیابی سے

ہمکنار ہوجائے.

ۃ۔۴۲ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ہ

اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) تو ان سے پہلے نوح کی قوم عاد اور ثمود.

ۃ۔۴۳ وَ قَوۡمُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ہ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط.

ۃ۔۴۴ وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ہ

اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں. موسٰی (علیہ السلام) بھی جھٹلائے جا چکے ہیں پس میں نے کافروں کو یوں ہی سی مہلت دی پھر دھر دبایا (۱) پھر میرا عذاب کیسا ہوا (۲).

۴۴۔۱ اس میں نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفار مکہ اگر آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ نئی بات نہیں ہے پچھلی قومیں بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کچھ کرتی رہی ہیں اور میں بھی انہیں مہلت دیتا رہا. پھر جب ان کا وقت مہلت ختم ہوگیا تو انہیں تباہ برباد کر دیا گیا.

۴۴۔۲ یعنی کس طرح میں نے انہیں اپنی نعمتوں سے محروم کر کے عذاب و ہلاکت سے دو چار کر دیا.

ۃ۔۴۵ فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ اَهۡلَکۡنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ہ

بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں.

ۃ۔۴۶ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَ لٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ہ

کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا

کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (١)۔

٤٦۔١ اور جب کوئی قوم ضلالت کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ عبرت کی صلاحیت بھی کھو بیٹھے، تو ہدایت کی بجائے، گذشتہ قوموں کی طرح تباہی اس کا مقدر بن کر رہتی ہے. آیت میں عمل و عقل کا تعلق دل کی طرف کیا گیا ہے، جس میں یہ واضع کیا گیا ہے کہ عقل کا محل دل ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ محل عقل دماغ ہے. اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں، اس لئے عقل وفہم کے حصول میں عقل اور دماغ دونوں کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے (فتح القدیر)

ة۔٤٧ وَ يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَ لَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝

اور عذاب کو آپ سے جلدی طلب کر رہے ہے اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالے گا. ہاں البتہ آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے (١)۔

٤٧۔١ اس لئے یہ لوگ تو اپنے حساب سے جلدی کرتے ہیں. لیکن اللہ تعالیٰ کے حساب میں ایک دن بھی ہزار سال کا ہے اس اعتبار سے وہ اگر کسی کو ایک دن (٢٤ گھنٹے) کی مہلت دے تو ہزار سال، نصف یوم کی مہلت تو پانچ سو سال، ٦ گھنٹے (جو ٢٤ گھنٹے کا چوتھائی ہے) مہلت دے تو ڈھائی سو سال کا عرصہ عذاب کے لئے درکار ہے، اس طرح اللہ کی طرف سے کسی کو ایک گھنٹے کی مہلت مل جانے کا مطلب کم و بیش چالیس سال کی مہلت ہے (ایسر التفاسیر)

ة۔٤٨ وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا وَ هِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا ۚ وَ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ۝ ع

بہت سی ظلم کرنے والی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخر انہیں پکڑ لیا، اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (١)

٤٨۔١ اس لئے یہاں قانون مہلت کو پھر بیان کیا ہے کہ میری طرف سے عذاب میں کتنی ہی تاخیر

کیوں نہ ہوجائے، تاہم میری گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، نہ کہیں فرار ہوسکتا ہے. اسے لوٹ کر بالآخر میرے ہی پاس آنا ہے.

ۃ۔۴۹ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ‌ ۚ اعلان کردو کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں (۱)۔

۴۹۔۱ یہ کفار ومشرکین کے مطالبہ پر کہا جارہا ہے کہ میرا کام تو عذاب بھیجنا، یہ اللہ کا کام ہے، وہ جلدی گرفت فرمالے یا اس میں تاخیر کرے، وہ اپنی حسب مصلحت یہ کام کرتا ہے۔ جس کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں. اس خطاب کے اصل مخاطب اگرچہ اہل مکہ ہیں. لیکن چونکہ آپ پوری نوح انسانی کے لئے رہبر اور رسول بن کر آئے تھے، اس لئے خطاب یَا اَیُّهَا النَّاسُ! کے الفاظ سے کیا گیا، اس میں قیامت تک ہونے والے وہ کفار ومشرکین آگئے جو اہل مکہ کا سا رویہ اختیار کریں گے.

ۃ۔۵۰ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ‏ ۚ

پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان ہی کے لئے بخشش ہے اور عزت والی روزی.

ۃ۔۵۱ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ‏ ۚ

اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں (۱) وہی دوزخی ہیں.

۵۱۔۱ مُعٰجِزِيۡنَ کا مطلب ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ ہمیں عاجز کردیں گے، تھکا دیں گے اور ہم ان کی گرفت کرنے پر قادر نہیں ہوسکیں گے. اس لئے کہ وہ بعث بعدالموت اور حساب کتاب کے منکر تھے.

ۃ۔۵۲ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ اُمۡنِيَّتِهٖ‌ۚ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۚ

ہم نے پ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا، پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کردیتا ہے پھر

اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے(١) اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے.

۵۲۔١ اس کی آرزو میں شیطان نے رکاوٹیں ڈالیں تا کہ وہ پوری نہ ہوں.اور رسول و نبی کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایمان لے آئیں،شیطان رکاوٹیں ڈال کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ایمان سے دور رکھنا چاہتا ہے.دوسرے معنی کے لحاظ سے مفہوم ہوگا کہ جب بھی اللہ کا رسول یا نبی وحی شدہ کلام پڑھتا اور اس کی تلاوت کرتا ہے.تو شیطان اس کی قرائت وتلاوت میں اپنی باتیں ملانے کی کوشش کرتا ہے یا اس کی بابت لوگوں کے دلوں میں شبہے ڈالتا اور مین میخ نکالتا ہے.اللہ تعالیٰ شیطان کی رکاوٹو کو دور فرما کر یا تلاوت میں ملاوٹ کی کوشش ناکام فرما کر شیطان کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا ازالہ فرما کر اپنی بات کو یا اپنی آیات کو محکم (پکا) فرما دیتا ہے.اس میں نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ شیطان کی یہ کارستانیاں صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی نہیں ہیں،آپ ﷺ سے پہلے جو رسول اور نبی آئے،سب کے ساتھ یہی کچھ کرتا آیا ہے.

ة۔۵۳ لِّـلَّـذِ يْنَ فِیْ قُلُوْ بِهِمْ مَّرَ ضٌ وَّ الْقَا سِيَةِ قُلُوْ بُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الـظّٰلِمِيْنَ لَفِیْ شِقَا قٍۭ بَعِيْدٍ ۙ

یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں(١) بیشک ظالم لوگ گہری مخالفت میں ہیں.

۵۳۔١ یعنی شیطان یہ حرکتیں اس لئے کرتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرے اور اس کے جال میں لوگ پھنس جاتے ہیں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا روگ ہوتا ہے گناہ کر کے ان کے دل سخت ہو چکے ہوتے ہیں.

ة۔۵۴ وَّ لِيَـعْـلَـمَ الَّـذِ يْـنَ اُوْ تُـو االْـعِلْمَ اَ نَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّ بِّكَ فَيُؤْ مِنُوْ ا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْ بُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَا دِ الَّذِ يْنَ اٰ مَنُوْٓ ا اِلٰى صِرَ ا طٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ

اوراس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کرلیں کہ یہ آپ کے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہی ہے پھر اس پر ایمان لائیں اوران کے دل اس کی طرف جھک جائیں (ا) یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں داروں کو راہ راست پر رہبری کرنے والا ہے.

۵۴۔ا یعنی یہ القائے شیطانی، جو دراصل اغوائے شیطانی ہے، اگر اہلمشرکین اور اہل کفر وشرک کے حق میں فتنے کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف جو علم معرفت کے حال ہیں، ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ کی نازل کردہ بات یعنی قرآن حق ہے۔ جس سے ان کے دل بارگاہ الٰہی میں جھک جاتے ہیں.

ۃ۔۵۵ وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ہ

کافر اس وحی الٰہی میں ہمیشہ شک شبہ ہی کرتے رہیں گے حتٰی کہ اچانک ان کے سروں پر قیامت آجائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آجائے جو منحوس ہے (ا).

۵۵۔ا یَوْمِ عَقِيْمٍ (بانجھ دن) سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اسے عقیم اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا، جس طرح عقیم اس کو کہا جاتا ہے جس کی اولاد نہ ہو۔ یا اس لئے کہ کافروں کے لئے اس دن کوئی رحمت نہیں ہوگی، گویا ان کے لئے خیر سے خالی ہوگا. جس طرح بادتندکو، جو بطور عذاب کے آتی رہی ہے الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ کہا گیا ہے.

ۃ۔۵۶ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ہ

اس دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی (ا) وہی ان میں فیصلے فرمائے گا، ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھری جنتوں میں ہوں گے.

۵۶۔۱ یعنی دنیا میں تو عارضی طور پر بطور انعام یا بطور امتحان لوگوں کو بھی بادشاہتیں اور اختیار و اقتدار مل جاتا ہے لیکن آخرت میں کسی کے پاس بھی کوئی بادشاہت اور اختیار نہیں ہوگا صرف ایک اللہ کی بادشاہی اور اس کی فرمانروائی ہوگی، اسی کا مکمل اختیار اور غلبہ ہوگا ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ ''بادشاہی اس دن ثابت ہے واسطے رحمان کے اور یہ دن کافروں پر سخت بھاری ہوگا، اللہ تعالیٰ پوچھے گا '' آج کس کی بادشاہی ہے؟'' پھر خود ہی جواب دے گا '' ایک اللہ کی''۔

ع ۷

۵۷۔ة وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لئے ذلیل کرنے والے عذاب ہیں۔

۵۸۔ة وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے(۱) اللہ تعالیٰ انہیں بہترین رزق عطا فرمائے گا(۲) بیشک اللہ تعالیٰ روزی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے(۳)۔

۵۸۔۱ یعنی اسی ہجرت کی حالت میں موت آگئی یا شہید ہو گئے۔

۵۸۔۲ یعنی جنت کی نعمتیں جو ختم نہ ہونگیں نہ فنا۔

۵۸۔۳ کیونکہ وہ بغیر حساب کے، بغیر استحقاق کے اور بغیر سوال کے دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان بھی جو ایک دوسرے کو دیتے ہیں تو اسی کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں۔ اس لئے اصل رازق وہی ہے۔

۵۹۔ة لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں گے(۱) بیشک اللہ تعالیٰ بردباری(۲) والا ہے۔

۵۹۔۱ کیونکہ جنت کی نعمتیں ایسی ہونگیں، جنہیں آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا. اور دیکھنا سننا تو کجا، کسی انسان کے دل میں ان کا وہم وگمان بھی نہیں گزرا، بھلا ایسی نعمتوں سے بہرایاب ہوکر کون خوش نہیں ہوگا؟

۵۹۔۲ عَـلِيۡـمٌ وہ نیک عمل کرنے والوں کے درجات اوران کے مراتب استحقاق کو جانتا ہے۔ کفرو شرک کرنے والوں کی گستاخیوں اور نا فرمانیوں کو دیکھتا ہے لیکن ان کا فوری مُو اخذہ نہیں کرتا.

ۃ۔۶۰ ذٰلِكَ وَ مَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۝

بات یہی ہے(۱) اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا (۲) بیشک اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے(۳)

۶۰۔۱ یعنی یہ کہ مہاجرین بطور خاص شہادت یا طبعی موت پر ہم نے جو وعدہ کیا ہے، وہ ضرور پورا ہوگا.

۶۰۔۲ کسی نے اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو جس سے زیادتی کی گئی ہے، اسے بقدر زیادتی بدلہ لینے کا حق ہے. لیکن اگر بدلہ لینے کے بعد، جب کہ ظالم اور مظلوم دونوں برابر سر برا ہو چکے ہوں، ظالم، مظلوم پھر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد فرماتا ہے. یعنی یہ شبہ نہ ہو کہ مظلوم نے معاف کردینے کی بجائے بدلہ لیکر غلط کام کیا ہے، نہیں، بلکہ اس کی بھی اجازت اللہ ہی نے دی ہے، اس لئے آئندہ بھی اللہ کی مدد کا مستحق رہے گا.

۶۰۔۳ اس میں پھر معاف کردینے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ درگزر کرنے والا ہے. تم بھی درگزر سے کام لو. ایک دوسرے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ بدلہ لینے میں. جو بقدر ظلم ظالم ہوگا. جتنا ظلم کیا جائے گا، اس کی اجازت چونکہ اللہ کی طرف سے ہے، اس لئے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ معاف ہے. بلکہ اسے ظلم اور برائیاں بطور مشکلات کے کہا جاتا ہے، ورنہ انتقام سرے سے ظلم یا برائیاں ہی نہیں ہے.

ة۔٦١ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ‏ ۝

یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے(ا) بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے.

٦١۔ا یعنی جو اللہ اس طرح کام کرنے پر قادر ہے، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس کے جن بندوں پر ظلم کیا جائے ان کا بدلہ وہ ظالموں سے لے.

ة۔٦٢ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ‏ ۝

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے(ا) اور اس کے سوا جسے بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے.

٦٢۔ا اس لئے اس کا دین حق ہے، اس کی عبادت حق ہے اس کے وعدے حق ہیں، اس کا اپنے اولیا کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرنا حق ہے، وہ اللہ عزوجل اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے افعال میں حق ہے.

ة۔٦٣ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ‌ ۝

کیا آپ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالٰی آسمان سے پانی برساتا ہے، پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے ، بے شک اللہ تعالٰی مہربان اور باخبر ہے.

٦٣۔ا لَطِيۡفٌ (باریک بین) ہے، اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو محیط ہے یا لطف کرنے والا یعنی اپنے بندوں کو روزی پہنچانے میں لطف وکرم سے کام لیتا ہے. خَبِيۡرٌ وہ ان باتوں سے باخبر ہے جن میں

اس کے بندوں کے معاملات کی تدبیر اور اصلاح ہے. یا ان کی ضروریات وحاجات سے اگاہ ہے.

رکوع ۸ ة۔٦٤ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۠ ع

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے(۱) اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا۔

٦٤۔١ پیدائش کے لحاظ سے بھی، ملکیت کے اعتبار سے بھی اور تصرف کرنے کے اعتبار سے بھی. اس لئے سب مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں. کیونکہ وہ غنی بے نیاز ہے. اور جو ذات سارے کمالات اور اختیارات کا منبع ہے، ہر حال میں تعریف کی مستحق بھی وہی ہے.

ة۔٦٥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں(۱) اور اس کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی. وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی اجازت کے بغیر گر نہ پڑے(۲) بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت و نرمی کرنے والا اور مہربان ہے(۳).

٦٥۔١ مثلاً جانور، نہریں، درخت اور دیگر بے شمار چیزیں، جن کے منافع سے انسان بہرہ ور اور لذت یاب ہوتا ہے۔

٦٥۔٢ یعنی اگر وہ چاہے تو آسمان زمین پر گر پڑے، جس سے زمین پر ہر چیز تباہ ہو جائے. ہاں قیامت والے دن اس کی مشیت سے آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا.

٦٥۔٣ اس لئے اس نے مذکورہ چیزوں کو انسان کے تابع کر دیا ہے اور آسمان کو بھی ان پر گرنے نہیں دیتا. تابع (مسخر) کرنے کا مطلب ہے کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھانا اس کے لئے ممکن یا آسان کر دیا گیا ہے.

ة۔٦٦ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝

اسی نے تمہیں زندگی بخشی، پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پر وہی تمہیں زندہ کرے گا، بیشک انسان البتہ ناشکرا ہے(۱)

۶۶۔۱ یہ بحثیت جنس کے ہے. بعض افراد کا اس ناشکری سے نکل جانا اس کے منافی نہیں، کیونکہ انسانوں کی اکثریت میں یہ کفر پایا جاتا ہے۔

۶۷۔ة لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ه

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے، جسے وہ بجالانے والے ہیں(۱) پس انہیں اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے(۲) آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلائیے. یقیناً آپ ٹھیک ہدایت پر ہی ہیں(۳).

۶۷۔۱ یعنی ہر زمانے میں ہم نے لوگوں کے لئے ایک شریعت مقرر کی، جو بعض چیزوں میں سے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتی، جس طرح تورات، امت موسیٰ علیہ السلام کے لئے، انجیل امت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے شریعت تھی اور اب قرآن امت محمدیہ کے لئے شریعت اور ضابطہ حیات ہے.

۶۷۔۲ یعنی اللہ نے آپ کو جو دین اور شریعت عطا کی ہے، یہ بھی مذکورہ اصول کے مطابق ہی ہے، ان سابقہ شریعت والوں کو چاہیے کہ اب آپ ﷺ کی شریعت پر ایمان لے آئیں، نہ کہ اس معاملے میں آپ ﷺ سے جھگڑیں.

۶۷۔۳ یعنی آپ ﷺ ان کے جھگڑے کی پرواہ نہ کریں، بلکہ ان کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیں، کیونکہ اب صراط مستقیم پر صرف آپ ہی گامزن ہیں، یعنی پچھلی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں.

۶۸۔ة وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ه پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے الجھنے لگیں تو آپ کہہ دیں کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے.

ۃ۔٦٩ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

بیشک تمہارے سب کے اختلاف کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کرے گا(١).

٦٩۔١ یعنی بیان اور اظہار حجت کے بعد بھی اگر یہ جھگڑے سے باز نہ آئیں تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے اختلافات کا فیصلہ قیامت والے دن فرمائے گا، پس اس دن واضع ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ کیونکہ وہ اس کے مطابق سب کو جزا دے گا۔

ۃ۔٧٠ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○

کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے(١)۔

٧٠۔١ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم اور مخلوقات کے احاطے کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اس کی مخلوقات کو جو جو کچھ کرنا تھا، اس کو علم پہلے سے ہی تھا، وہ ان کو جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے علم سے یہ باتیں پہلے ہی لکھ دیں۔ اور لوگوں کو یہ بات چاہے، کتنی ہی مشکل معلوم ہو، اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ وہی تقدیر کا مسئلہ ہے، اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے، جسے حدیث میں اس طرح بیان فرمایا گیا " اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے، جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا، مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں (صحیح مسلم) اور سنن کی روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا، اور اس کو کہا " لکھ" اس نے کہا، کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کچھ ہونے والا ہے، سب لکھ دے۔ چنانچہ اس نے اللہ کے حکم سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب لکھ دیا۔

ۃ۔٧١ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○

اور یہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر رہے ہیں جس کی کوئی خدائی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں (۱). ظالموں کا کوئی مددگار نہیں.

۷۱۔۱ یعنی ان کے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے، جسے آسمانی کتاب سے یہ دکھا سکیں، نہ عقلی دلیل ہے جسے غیر اللہ کی عبادت کے اثبات میں پیش کر سکیں.

۷۲ۃ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمُنۡکَرَ ؕ
یَکَادُوۡنَ یَسۡطُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُکُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِکُمۡ ؕ
اَلنَّارُ ؕ وَعَدَہَا اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹

جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو آپ کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتے ہیں. وہ قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں، (۲) کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ بدتر خبر دوں. وہ آگ ہے، جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے، (۳) اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے.

۷۲۔۱ اپنے ہاتھوں سے دست درازی کر کے یا بدزبانی کے ذریعے سے. یعنی مشرکین اور اہل ضلالت کے لئے اللہ کی توحید اور رسالت و قیامت کا بیان ناقابل برداشت ہوتا ہے، جس کا اظہار، ان کے چہرے سے اور بعض دفعہ ہاتھوں اور زبانوں سے ہوتا ہے. یہی حال آج کے اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کا ہے، جب ان کی گمراہی، قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح کی جاتی ہے تو ان کا رویہ بھی آیات قرآنی اور دلائل کے مقابلے میں ایسا ہی ہوتا ہے، جس کی وضاحت اس آیت میں کی گئی ہے (فتح القدیر)

۷۲۔۲ یعنی ابھی تو آیات الٰہی سن کر صرف تمہارے چہرے ہی حیران ہوتے ہیں. ایک وقت آئے گا، اگر تم نے اپنے اس رویئے سے توبہ نہیں کی، کہ اس سے کہیں زیادہ بدتر حالات سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا، اور وہ ہے جہنم کی آگ میں جلنا، جس کا وعدہ اللہ نے اہل کفر و شرک سے کر رکھا ہے.

۷۳-۲۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝

لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، (۱) بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بزدل ہے طلب کرنے والا اور بڑا بزدل ہے (۲) وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔

۷۳-۱ یعنی یہ معبودان باطل، جن کو تم، اللہ کو چھوڑ کر، مدد کے لئے پکارتے ہو، یہ سارے کے سارے جمع ہو کر ایک نہایت حقیری مخلوق مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود بھی تم انہی کو حاجت روا سمجھو، تو تمہاری عقل قابل ماتم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی رہی ہے، وہ صرف پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتیں ہیں۔

۷۳-۲ طالب سے مراد، خود ساختہ معبود اور مطلوب سے مراد مکھی یا بعض کے نزدیک طالب سے، پجاری اور مطلوب سے اس کا معبود مراد ہے، حدیث قدسی میں معبودان باطل کی بے بسی کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے اگر کسی میں واقع یہ قدرت ہے تو وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی پیدا کر کے دکھا دے‘‘ (صحیح بخاری)

۷۴-۲۲ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں (۱) اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے۔

۷۴-۱ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کی بے بس مخلوق کو اس کا ہمسر اور شریک قرار دے لیتے ہیں۔ اگر ان کو

اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت، اس کی قدرت وطاقت اور اس کی بے پناہی کا صحیح صحیح اندازہ اور علم ہوتو وہ کبھی اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں.

ۃ۔۷۵ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۚ

فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے،(۱) بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے(۲)

۷۵۔۱ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے بھی رسالت کا یعنی پیغام رسانی کا کام لیا ہے، جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی وحی کے لئے منتخب کیا کہ وہ رسولوں کے پاس وحی پہنچائیں. یا عذاب لیکر قوموں کے پاس جائیں اور لوگوں میں سے بھی، جنہیں چاہا، رسالت کے لئے چن لیا اور انہیں لوگوں کی ہدایت ورا ہنمائی پر مامور فرمایا. یہ سب اللہ کے بندے تھے، گو منتخب اور چنیدہ تھے لیکن کسی کے لئے؟ خدائی اختیارات میں شرکت کے لئے؟ جس طرح کے بعض لوگوں نے انہیں اللہ کا شریک گردان لیا نہیں، بلکہ صرف اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے.

۷۵۔۲ وہ بندوں کے اقوال سننے والا ہے اور بصیر ہے. یعنی یہ جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ (سورۂ انعام۔۱۲۴) "اس موقع کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبری رکھے"

ۃ۔۷۶ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۚ

وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں(۱).

۷۶۔۱ جب تمام معاملات کا مرجع اللہ ہی ہے تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جا سکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ کیا اس کے لئے یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور

فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے اس کی رضا حاصل کرے؟ چنانچہ اگلی آیت میں اس کی صراحت کی جا رہی ہے.

ة۔۷۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞

اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو(۱) اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ(۲).

۷۷۔۱ یعنی اس نماز کی پابندی کرو جو شریعت میں مقرر کی گئی ہے. آگے عبادت کا بھی حکم آ رہا ہے. جس میں نماز بھی شامل تھی، لیکن اس کی اہمیت وافضلیت کے پیش نظر اس کا خصوصی حکم دیا.

۷۷۔۲ یعنی فلاح (کامیابی) اللہ کی عبادت اور اطاعت یعنی افعال خیر اختیار کرنے میں ہے، نہ کہ اللہ کی عبادت واطاعت سے گریز کر کے محض مادی اسباب ووسائل کی فراہمی اور فراوانی میں، جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں.

ة۔۷۸ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞ ع

اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے(۱) اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی(۲) دین اپنے باپ ابراہیم(۳) (علیہ السلام) کا قائم رکھو اس اللہ(۴) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے. اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ(۵) پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے

رہواور اللہ کو مضبوط تھام لو، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے. پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا بہتر مددگار ہے۔

۷۸۔۱ اس جہاد سے مراد بعض نے وہ جہاد اکبر لیا ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کفار ومشرکین سے کیا جاتا ہے اور بعض نے ادائے امر الٰہی کی بجا آوری، کہ اس میں بھی نفس امارہ اور شیطان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے. اور بعض نے ہر وہ کوشش مراد لی ہے جو حق اور صداقت کے غلبے اور باطل کی سرکوبی.

۷۸۔۲ یعنی ایسا حکم نہیں دیا گیا جس کا متحمل نفس انسانی نہ ہو بلکہ پچھلی شریعتوں کے بعض سخت احکام بھی اس نے منسوخ کر دیئے علاوہ ازیں بہت سی آسانیاں مسلمانوں کو عطا کر دیں جو پچھلی شریعتوں میں نہیں تھیں.

۷۸۔۳ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے، اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام عربوں کے باپ تھے اور غیر عرب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بزرگ شخصیت کے طور پر اس طرح احترام کرتے تھے، جس طرح بیٹے باپ کا احترام کرتے ہیں، اس لئے وہ تمام ہی لوگوں کے باپ تھے، علاوہ ازیں پیغمبر اسلام کے (عرب ہونے کے ناطے سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام باپ تھے، اس لئے امت محمدیہ کے بھی باپ ہوئے، اس لئے کہا گیا، یہ دین اسلام، جسے اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے، تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، اسی کی پیروی کرو.

۷۸۔۴ مسلم کا مرجع بعض کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یعنی نزول قرآن سے پہلے تمہارا نام مسلم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے رکھا ہے اور بعض کے نزدیک، مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے.

۷۸۔۵ یہ گواہی، قیامت والے دن ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے. ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۳ کا حاشیہ.

قَدْ اَ فْلَحَ ۱۸	سورت	المومنون	النور	الفرقان
	صفحہ	۵۳۹	۵۶۹	۵۹۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّ حۡمٰنِ الرَّ حِيۡمِ

سُوۡ رَۃ ا لۡمُئو مِنوۡ نَ ۲۳ یہ سورت مکی ہے اس میں (۱۱۸) آیات اور (۶) رکوع ہیں.

ۃ۔۱ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُئو مِنوۡ نَ ہ یقیناًایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی (۱)

۱۔۱ فَلَا حٌ کےلغوی معنی ہیں چیرنا، کاٹنا، کاشت کارکو فَلَا حٌ کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کو چیر پھاڑ کر اس میں بیج بوتا ہے ۔شریعت کی نظر میں کامیاب وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اپنے رب کو راضی کرلے اور اس کے بدلے میں آخرت میں اللہ کی رحمت ومغفرت کا مستحق قرار پا جائے۔اس کے ساتھ دنیا کی سعادت وکامرانی بھی میسر آجائے تو سبحان اللہ۔ورنہ اصل کامیابی تو آخرت ہی کی کامیابی ہے.گو دنیا والے اس کے برعکس دنیاوی آسائشوں سے بہرہ ور کو ہی کامیاب سمجھتے ہیں.آیت میں ان مومنوں کو کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے جن میں ذیل کی صفات ہوں گی۔مثلاً اگلی آیات ملاحظہ ہوں.

ۃ۔۲ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَا تِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ہ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں (۱)

۱۔۲ خُشُوۡ عٌ سے مراد،قلب کی یکسوئی اور مصروفیت ہے.قلبی یکسوئی یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بہ قصد خیالات اور وسوسوں کے ہجوم سے دل کو محفوظ رکھے اور اللہ کی عظمت وجلالت کا نقش اپنے دل پر بٹھانے کی سعی کرے۔اعضاو دل کی یکسوئی یہ ہے کہ ادھر ادھر نہ دیکھے،کھیل کود نہ کرے، بالوں اور کپڑوں کو سنوارنے میں نہ لگا رہے بلکہ خوف وخشیت اور عاجزی کی ایسی کیفیت طاری ہو،جیسے عام طور پر بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے ہوتی ہے.

ۃ۔۳ وَ الَّذِ یۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِ ضُوۡ نَ ہ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں (۱)

۱۔۳ لَـغۡـوٌ ہر وہ کام اور ہر وہ بات جس کا کوئی فائدہ نہ ہو یا اس میں دینی یا دنیاوی نقصانات ہوں،

ان سے پرہیز مطلب ہے ان کی طرف خیال بھی نہ کیا جائے ۔ چہ جائکہ انہیں اختیار یا ان کا ارتکاب کیا جائے۔

ق۔۴ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (۱)

۱۔۴ اس سے مراد بعض کے نزدیک زکوٰۃ مفروضہ ہے، (جس کی تفصیلات یعنی اس کا نصاب اور زکوٰۃ کی شرح مدینہ میں بتلائی گئی تاہم) اس کا حکم مکے میں ہی دے دیا گیا تھا اور بعض کے نزدیک ایسے افعال کا اختیار کرنا ہے، جس سے نفس اور اخلاق وکردار کی پاکیزگی ہو۔

ق۔۵ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ق۔۶ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ہ

بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔

ق۔۷ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ہ

جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں (۱)

۱۔۷ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں اور جنسی خواہش کی تسکین کے لئے صرف دو ہی جائز طریقے ہیں۔ بیوی سے مباشرت کرکے یا لونڈی سے ہم بستری کرکے۔ بلکہ اب صرف بیوی ہی اس کام کے لئے رہ گئی ہے کیونکہ اصطلاحی لونڈی کا وجود فی الحال ختم ہے جب کبھی حالات نے دوبارہ وجود پذیر کیا تو بیوی ہی کی طرح اس سے مباشرت جائز ہوگی۔

ق۔۸ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ہ

جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں (۱)

۱۔۸ اَمَانَاتٌ سے مراد سونپی ہوئی ڈیوٹی کی ادائیگی، رازدارانہ باتوں اور مالی امانتوں کی حفاظت اور رعایت عہد میں اللہ سے کئے ہوئے میثاق اور بندوں سے کیے عہد و پیماں دونوں شامل ہیں۔

ق-۹ وَ الَّذِ يْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰ تِهِمْ يُحَا فِظُوْ نَ ہ جواپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں(۱)

۹-ا آخر میں پھر نمازوں کی حفاظت کوفلاح کے لئے ضروری قرار دیا،جس سے نماز کی اہمیت وفضیلت واضع ہے.لیکن آج مسلمان کے نزدیک دوسرے اعمال صالح کی طرح اس کی بھی کوئی اہمیت سرے سے باقی نہیں رہ گئی ہے.

ق-۱۰ اُو لٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِ ثُوْنَ ہ یہی وارث ہیں.

ق-۱۱ الَّذِ يْنَ يَرِ ثُوْ نَ الْفِرْدَوْ سَ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُ وْ نَ ہ جوفردوس کےوارث ہونگے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے(۱)

۱۱-ا ان صفات مذکورہ کے حال مومن ہی فلاح یاب ہونگے جو جنت کے وارث یعنی حق دار ہوں گے.جنت بھی جنت الفردوس،جو جنت کا اعلٰی حصہ ہے.جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں (صحیح بخاری)

ق-۱۲ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِ نْسَا نَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہ یقیناً ہم نے انسان کومٹی کے جوہر سے پیدا کیا(۱)

۱۲-ا مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب،ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدائش ہے یاانسان جو خوراک بھی کھاتا ہے وہ سب مٹی سے ہی پیدا ہوتی ہیں،اس اعتبار سے اس نطفے کی اصل،جوخلقت انسانی کا باعث بنتاہے،مٹی ہی ہے.

ق-۱۳ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَا رٍ مَّكِيْنٍ ہ پھراسے نطفہ بناکرمحفوظ جگہ میں قرار دے دیا(۱).

۱۳-ا محفوظ جگہ سے مرادرحم مادر ہے،جہاں نو مہینے بچہ بڑی حفاظت سے رہتااور پرورش پاتا ہے.

ق-۱۴ ثُمَّ خَلَقْنَا ا لنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْ نَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْ نٰهُ خَلْقًا اٰ خَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ہ ط

پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا(۱) پھر دوسری بناوٹ میں اسے پیدا کر دیا(۲) برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے(۳)۔

۱۴۔۱ اس کی کچھ تفصیل سورۂ حج میں گزر چکی ہے. یہاں پھر اسے بیان کیا گیا ہے.تاہم وہاں مُخَلَّقَةٌ کا جو ذکر تھا، یہاں اس کی وضاحت، مُضْغَةٌ کو ہڈیوں میں تبدیل کرنے اور ہڈیوں کو گوشت پہنانے، سے کر دی ہے. مُضْغَةٌ گوشت کو ہڈیوں تبدیل کرنے سے مقصد، انسانی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے کیونکہ محض گوشت میں تو کوئی سختی نہیں ہوتی، پھر اگر اسے ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رکھا جاتا، تو انسان میں وہ حسن ورعنائی نہ آتی، جو ہر انسان کے اندر موجود ہے.اس لئے ہڈیوں پر ایک خاص تناسب اور مقدار سے گوشت چڑھا دیا گیا کہیں کم اور کہیں زیادہ.تا کہ قد و قامت میں غیر موزونیت اور بھدا پن پیدا نہ ہو. بلکہ حسن و جمال کا ایک پیکر اور قدرت کی تخلیق کا ایک شاہ کار ہو.اسی چیز کو قرآن نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ (سورة التين) ”ہم نے انسان کو احسن تقویم یعنی بہت اچھی ترکیب یا بہت اچھے ڈھانچے میں بنایا“

۱۴۔۲ اس سے مراد وہ بچہ ہے جو نو مہینے کے بعد ایک خاص شکل وصورت لے کر ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے اور حرکت واضطراب کے ساتھ دیکھنے اور سننے اور ذہنی قوتیں بھی ساتھ ہوتی ہیں.

۱۴۔۳ خَالِقِيْنَ، یہاں ان صالحین کے معنی میں ہے۔ جو خاص خاص مقداروں میں اشیا کو جوڑ کر کوئی ایک چیز تیار کرتے ہیں .یعنی ان تمام صنعت گروں میں، اللہ جیسا بھی کوئی صنعت گر ہے جو اس طرح کی صنعت کاری کا نمونہ پیش کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی پیکر کی صورت میں پیش کیا ہے. پس سب سے زیادہ خیر و برکت والا وہ اللہ ہی ہے، جو تمام صنعت کاروں سے بڑا اور سب سے اچھا صنعت کار ہے.

ق۔۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ه ط اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو۔

ق۔۱۶ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ه پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

ق۔۱۷ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِيۡنَ ه

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں (۱) اور ہم مخلوقات میں غافل نہیں ہیں (۲)۔

۱۷۔۱ آسمان بھی اوپر تلے ہیں اس لئے انہیں طرائق کہا۔ یا طریقہ بمعنی راستہ ہے، آسمان ملائکہ کے آنے جانے یا ستاروں کی گزرگاہ ہے، اس لئے انہیں طرائق قرار دیا۔

۱۷۔۲ خَلَقۡ سے مراد مخلوق ہے۔ یعنی آسمانوں کو پیدا کر کے ہم اپنی زمینی مخلوق سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم نے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ مخلوق ہلاک نہ ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کی مصلحتوں اور ان کی ضروریات زندگی سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم اس کے انتظام کرتے ہیں (فتح القدیر)

ق۔۱۸ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡكَنّٰهُ فِى الۡاَرۡضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوۡنَ ه

ہم ایک صحیح انداز آسمان سے پانی برساتے ہیں، (۱) پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں (۲) اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں۔

۱۸۔۱ یعنی نہ زیادہ کہ جس سے تباہی پھیل جائے اور نہ اتنا کم کہ پیداوار اور دیگر ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔

۱۸۔۲ یعنی یہ انتظام بھی کیا کہ سارا پانی برس کر فوراً بہہ نہ جائے اور ختم نہ ہو جائے بلکہ ہم نے چشموں، نہروں، دریاؤں اور تالابوں اور کنوؤں کی شکل میں اسے محفوظ بھی کیا، تا کہ ان ایام میں جب بارشیں نہ ہوں، یا ایسے علاقے میں جہاں بارش کم ہوتی ہے اور پانی کی ضرورت زیادہ ہے، ان سے پانی حاصل کر لیا جائے۔

۱۸۔۳ یعنی جس طرح ہم اپنے فضل و کرم سے پانی کا ایسا وسیع انتظام کیا ہے، وہیں ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ پانی کی سطح اتنی نیچی کر دیں کہ تمہارے لئے پانی کا حصول ناممکن ہو جائے۔

ۃ۔۱۹ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ہ

اسی پانی کے ذریعے سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، کہ تمہارے لیئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو(۱)

۱۹۔۱ یعنی ان باغون میں انگور اور کھجور کے علاوہ اور بہت سے پھل ہوتے ہیں، جن سے تم لذت اندوز ہوتے ہو اور کچھ کھاتے ہو۔

ۃ۔۲۰ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ہ

اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والے کے لئے سالن ہے(۱)۔

۲۰۔۱ اس سے زیتون کا درخت مراد ہے، جس کا روغن تیل کے طور پر اور پھل سالن کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سالن کو صِبْغٍ رنگ کہا ہے کیوں کہ روٹی، سالن میں ڈبو کر، گویا رنگی جاتی ہے۔ طُوْرِ سَيْنَآءَ (پہاڑ) اور اس کا قرب و جوار خاص طور پر اس کی عمدہ قسم کی پیداوار کا علاقہ ہے۔

ۃ۔۲۱ وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ہ

تمہارت لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لیئے ان میں ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

ۃ۔۲۲ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ہ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو(۱)

۲۲۔۱ یعنی رب کی ان نعمتوں سے تم فیض یاب ہوتے ہو، کیا وہ اس لائق کہ تم اس کا شکر ادا کرو اور

صرف اسی ایک کی عبادت اور اطاعت کرو۔

ق۔۲۳ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم (اس سے) نہیں ڈرتے۔

ق۔۲۴ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝

اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے (۱) اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا (۲) ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانے میں سنا ہی نہیں (۳)

۲۴۔۱ یعنی یہ تو تمہارے جیسا ہی انسان ہے، یہ کس طرح نبی اور رسول ہو سکتا ہے؟ اور اگر یہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کر رہا ہے تو اصل مقصد اس سے تم پر فضیلت اور بہتری حاصل کرنا ہے۔

۲۴۔۲ اور اگر واقع اللہ اپنے رسول کے ذریعے ہمیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے، تو وہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا نہ کہ کسی انسان کو، وہ ہمیں آ کر توحید کا مسئلہ سمجھاتا۔

۲۴۔۳ یعنی اس کی دعوت توحید، ایک نرالی دعوت ہے، اس سے پہلے ہم نے اپنے باپ دادوں کے زمانے میں تو یہ سنی ہی نہیں۔

ق۔۲۵ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

یقیناً اس شخص کو جنون ہے، پس تم اسے ایک وقت مقرر تک ڈھیل دو (۱)۔

۲۵۔۱ یہ ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے، بے وقوف اور کم عقل سمجھتا

اور کہتا ہے.

ق۔۲٦ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ ہ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی اے میرے رب ان کو جھٹلانے پر تو میری مدد کر (١)

۲٦۔١ ساڑھے نوسو سال کی تبلیغ ودعوت کے بعد، بالآخر رب سے دعا کی، ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ (القمر ١٠) ’’ نوح علیہ السلام نے رب سے دعا کی، میں مغلوب اور کمزور ہوں میری مدد کر‘‘ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ میری نگرانی اور ہدایت کے مطابق کشتی تیار کرو.

ق۔۲۷ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ہ

تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے (١) اور تنور ابل پڑے (٢) تو تو ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے (٣) اور اپنے اہل کو بھی، مگر ان میں سے جن کی بابت ہماری بات پہلے گزر چکی ہے (٤) خبردار جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے (٥).

۲۷۔١ یعنی ان کی ہلاکت کا حکم آ جائے.

۲۷۔٢ تنور پر حاشیہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد ہمارے ہاں کا معروف تنور نہیں، جس میں روٹی پکائی جاتی ہے، بلکہ روئے زمین سے مراد ہے ساری زمین ہی چشمے میں تبدیل ہوگئی. نیچے زمین سے پانی چشموں کی طرح ابل پڑا نوح علیہ السلام کو ہدایت جاری ہے کہ جب پانی زمین سے ابل پڑے.

۲۷۔٣ یعنی حیوانات، نباتات اور ثمرات ہر ایک میں سے ایک ایک جوڑا (نر مادہ) کشتی میں رکھ لے

تا کہ سب کی نسل باقی رہے۔

۲۷۔۴ یعنی جن کی ہلاکت کا فیصلہ، ان کے کفر وطغیان کی وجہ سے ہو چکا ہے، جیسے زوجہ نوح علیہ السلام اور ان کا پسر۔

۲۷۔۵ یعنی جب عذاب کا آغاز ہو جائے تو ان ظالموں میں سے کسی پر رحم کھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تو کسی کی سفارش کرنی شروع کر دے۔ کیونکہ ان کے غرق کرنے کا قطعی فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

ۃ۔۲۸ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ

جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر باطمینان بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔

ۃ۔۲۹ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ہ

اور کہنا کہ اے میرے رب! (۱) مجھے بابرکت اتارنا اتار اور تو ہی بہتر ہے اتارنے والوں میں (۲)۔

۲۹۔۱ کشتی میں بیٹھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا کہ ان ظالموں کو بالآخر غرق کر کے، ان سے نجات عطا فرمائی اور کشتی کے خیر و عافیت کے ساتھ کنارے پر لگنے کی دعا کرنا ﴿ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴾

۲۹۔۲ نبی ﷺ، سواری پر بیٹھتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

ۃ۔۳۰ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ہ یقیناً اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں (۱) اور ہم بے شک آزمائش کرنے والے ہیں (۲)۔

۳۰۔۱ یعنی اس سرگزشت نوح علیہ السلام میں اہل ایمان کو نجات اور کفروں کو ہلاک کر دیا گیا، نشانیاں ہیں اس امر پر کہ انبیا جو کچھ اللہ کی طرف سے لے کر آتے ہیں، ان میں وہ سچے ہوتے ہیں. نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور کشمکش حق و باطل میں ہر بات سے آگاہ ہے اور وقت آنے پر اس کا نوٹس لیتا ہے اور اہل باطل کی پھر اس طرح گرفت کرتا ہے کہ اس کے شکنجے سے کوئی نکل نہیں سکتا.

۳۰۔۲ اور ہم انبیا و رسل کے ذریعے سے یہ آزمائش کرتے رہے ہیں.

ۃ۔۳۱ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ پھر ان کے بعد ہم نے ایک اور امت پیدا کی (۱)

۳۱۔۱ اکثر مفسرین کے نزدیک قوم نوح کے بعد، جس قوم کو اللہ نے پیدا فرمایا اور ان میں رسول بھیجا، وہ قوم عاد ہے کیوں کہ اکثر مقامات پر قوم نوح کے جانشین کے طور پر عاد ہی کا ذکر کیا گیا ہے. بعض کے نزدیک یہ قوم ثمود ہے کیونکہ آگے چل کر ان کی ہلاکت کے ذکر میں کہا گیا کہ زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا، اور یہ عذاب قوم ثمود پر آیا تھا. بعض کے نزدیک یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اہل میں ہیں کہ ان کی ہلاکت بھی چیخ کے ذریعے سے ہوئی تھی۔

ۃ۔۳۲ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ع رکوع ۲
پھر ان میں خود ان میں سے (ہی) رسول بھی بھیجا (۱) کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (۲) تم کیوں نہیں ڈرتے؟

۳۲۔۱ یہ رسول بھی ہم نے انہی میں سے بھیجا، جس کی نشو و نما ان کے درمیان ہی ہوئی تھی، جس کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے، اس کے خاندان، مکان اور جائے پیدائشہر چیز سے واقف تھے.

۳۲۔۲ اس نے آکر سب سے پہلے وہی توحید کی دعوت دی جو ہر نبی کی دعوت و تبلیغ کا سرنامہ رہی.

ۃ۔۳۳ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝

اور سردارقوم (۱) نے جواب دیا، جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیاوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا (۲) کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اورتمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی پیتا ہے (۳).

۳۳۔۱ یہ سردارقوم ہی ہر دور میں انبیا ورسل اور اہل حق کو جھٹلاتے ہیں، جس کی وجہ سے قوم کی اکثریت ایمان لانے سے محروم رہتی. کیونکہ یہ نہایت با اثر لوگ ہوتے تھے، قوم انہیں کے پیچھے چلنے والی ہوتی تھی.

۳۳۔۲ یعنی عقیدۂ آخرت پر عدم ایمان اور دنیاوی آسائشوں کی فروانی، یہ دو بنیادی سبب تھے، اپنے رسول پر ایمان نہ لانے کے. آج بھی باطل انہیں اسباب کی بنا پر اہل حق کی مخالفت اور دعوت حق سے گریز کرتے ہیں.

۳۳۔۳ چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ تو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا ہے. یہ اللہ کا رسول کس طرح ہوسکتا ہے؟

۳۴۔ة وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو (۱).

۳۴۔۱ وہ خسارہ ہی ہے کہ اپنے ہی جیسے انسان کو رسول مان کر تم اس کی فضیلت و برتری کو تسلیم کر لو گے، جب کہ ایک بشر، دوسرے بشر سے افضل کیوں کر ہو سکتا ہے.

۳۵۔ة اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ہ

کیا یہ تمہیں اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کئے جاؤ گے.

۳۶۔ة هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ہ

نہیں نہیں دور اور بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو(۱).

۳۶۔۱ هَيْهَا تَ، جس کے معنی دور کے ہیں، دو مرتبہ تا کید کے لئے ہے.

۳۷۔ة اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَا تُنَا الدُّ نْيَا نَمُوْ تُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْ ثِيْنَ o

(زندگی) تو صرف دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے جیتے رہتے ہیں اور یہ نہیں کہ ہم اٹھائے جائیں گے.

۳۸۔ة اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ o

یہ تو بس ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ (بہتان) باندھ لیا ہے،(۱) ہم تو اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں.

۳۸۔۱ یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ، یہ ایک نرا جھوٹ ہے جو یہ شخص اللہ پر باندھ رہا ہے.

۳۹۔ة قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّ بُوْنِ o نبی نے دعا کی کہ پروردگار! ان کے جھٹلانے پر میری مدد کر(۱)

۳۹۔۱ بالآخر، حضرت نوح علیہ السلام کی طرح، اس پیغمبر نے بھی بارگاہ الٰہی میں، مدد کے لئے، دست دعا دراز کر دیا.

۴۰۔ة قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ o جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کیے پر پچھتانے لگیں گے(۱)

۴۰۔۱ یعنی بہت جلد عذاب آنے والا ہے، جس پر یہ پچھتائیں گے. لیکن اس وقت یہ پچھتانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا.

۴۱۔ة فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ o

بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق چیخ (۱) نے پکڑ لیا اور ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا (۲) پس

ظالموں کے لئے دوری ہو.

۴۱۔۱ یہ چیخ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ تھی، بعض کہتے ہیں کہ ویسے ہی سخت چیخ تھی، جس کے ساتھ بادصرصر بھی تھی. دونوں نے مل کر ان کو چشم زدن میں فنا کے گھاٹ اتار دیا.

۴۱۔۲ غُثَآءً اس کوڑے کرٹ کو کہتے ہیں جو سیلابی پانی کے ساتھ ہوتا ہے، جس میں درختوں کے پتے، خشک تنے، تنکے اور اسی طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ جب پانی کا زور ختم ہو جاتا ہے، تو خشک ہو کر بیکار پڑے ہوتے ہیں، یہی حال انمکز بین اور متکبرین کا ہوا.

۴۲۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ه ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں (۱)

۴۲۔۱ اس سے مراد حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قومیں ہیں، کیونکہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں اسی ترتیب سے ان کے واقعات بیان کئے گئے ہیں. بعض کے نزدیک بنو اسرائیل مراد ہیں.

۴۳۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ه نہ تو کوئی امت اپنے وقت مقررہ سے آگے بڑھی اور نہ پیچھے رہی (۱)

۴۳۔۱ یعنی سب امتیں بھی قوم نوح اور عاد کی طرح، جب ان کی ہلاکت کا وقت آیا تو تباہ اور برباد ہو گئیں، ایک لمحہ آگے پیچھے نہ ہوئیں.

۴۴۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ه

پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے (۱) جب جب جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا، پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا (۲) اور انہیں افسانہ (۳) بنا دیا. ان لوگوں کو دوری ہے جو

ایمان قبول نہیں کرتے.

۴۴۔۱ نَتۡرَا کے معنی ہیں. یکے بعد دیگرے، متواتر لگاتار.

۴۴۔۲ ہلاکت اور بربادی میں. یعنی جس طرح یکے بعد دیگرے رسول آئے، اسی طرح رسالت کے جھٹلانے پر یہ قومیں یکے بعد دیگرے، عذاب سے دوچار ہو کر ہست و نیست ہوتی رہیں.

۴۴۔۳ جس طرح اَ عَــا جِیۡــبُ ، اُعۡـجُـو بَۃ کی جمع ہے (تعجب انگیز چیز یا بات) اسی طرح اَ حَا دِیۡثُ اُحۡدُوۡ ثَۃً کی جمع ہے بمعنی مشہور معروف مخلوقات کے واقعات اور کہانیاں.

۴۵ ثُمَّ اَرۡ سَلۡنَا مُوۡ سٰی وَ اَ خَا ہُ ھٰرُوۡ نَ بِاٰ یٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ہ

پھر ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کو اور اس کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل (۱) کے ساتھ بھیجا.

۴۵۔۱ آیات سے مراد وہ نو آیات ہیں، جن کا ذکر سورۂ اعراف میں ہے، جن کی وضاحت گزر چکی ہے اور سُلۡطَا نٍ مُبِیۡنٍ سے مراد واضح اور پختہ دلیل ہے، جس کا کوئی جواب فرعون اور اس کے درباریوں سے نہ بن پڑا.

۴۶ اِلٰی فِرۡ عَوۡنَ وَ مَلَا ئِہٖ فَا سۡتَکۡبَرُوۡ کَانُوۡ ا قَوۡ مًا عَالِیۡنَ ہ

فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف، پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش لوگ (۱).

۴۶۔۱ استکبار اور اپنے کو بڑا سمجھنا، اس کی بنیادی وجہ بھی وہی عقیدۂ آخرت سے انکار اور اسباب دنیا کی فروانی ہی تھی، جس کا ذکر پچھلی قوموں کے واقعات میں گزرا.

۴۷ فَقَا لُوۡ آ اَنُؤۡ مِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَ قَوۡ مُھُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ ہ

کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں؟ حالانکہ خود ان کی قوم (بھی) ہمارے ماتحت (۱) ہے.

ۃ۔۴۸ فَكَذَّ بُوْ هُمَا فَكَا نُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ہ پس انہوں نے دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے.

ۃ۔۴۹ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ہ ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کو کتاب (بھی) دی کہ لوگ راہ راست پر آ جائیں (۱).

۴۹۔۱ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو تورات، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد دی گئی. اور نزول تورات کے بعد اللہ نے کسی قوم کو عذاب عام سے ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ مومنوں کو حکم دیا جاتا رہا کہ وہ کافروں سے جہاد کریں.

ۃ۔۵۰ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ہ ع

ہم اابن مریم اور اس کی والدہ کی ایک نشانی بنایا (۱) اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی (۲) والی جگہ میں پناہ دی.

۵۰۔۱ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی، جو رب کی قدرت کی ایک نشانی ہے، جس طرح آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اور ہوا کو بغیر مادہ کے حضرت آدم علیہ السلام سے اور دیگر تمام انسانوں کو ماں اور باپ سے پیدا کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے.

۵۰۔۲ رَبْوَةٍ (بلند جگہ) سے بیت المقدس اور مَعِيْنٍ (چشمہ جاری) سے وہ چشمہ مراد ہے جو ایک قول کے مطابق ولادت عیسٰی علیہ السلام کے وقت اللہ نے بطور معجزہ، حضرت مریم کے پیروں کے نیچے سے جاری فرمایا تھا جیسا سورۂ میں گزرا.

ۃ۔۵۱ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ہ

اے پیغمبر! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو (۱) تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں.

۵۱۔۱ طِيِّبٰتٌ سے مراد پاکیزہ اور لذت بخش چیزیں ہیں، بعض نے اس کا ترجمہ حلال چیزیں کیا ہے۔

دونوں ہی اپنی جگہ صحیح ہیں کیونکہ ہر پاکیزہ چیز اللہ نے حلال کردی ہے اور ہر حلال چیز پاکیزہ اور لذت بخش ہے. خبائث کو اللہ نے اس لئے حرام کیا ہے کہ وہ اثرات ونتائج کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں ہیں. حلال روزی کے ساتھ عمل صالح کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسر کے معاون ہیں..اسی لئے اللہ نے تمام پیغمبروں کو ان دونوں باتوں کا حکم دیا. چنانچہ تمام پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا اہتمام کرتے رہے، جس طرح حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے " کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے " اور نبی ﷺ نے فرمایا ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند سکوں کے عوض چراتا رہا (صحیح بخاری)

ة۔۵۲ وَ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ە

یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے (۱) اور میں ہی تم سب کا رب ہوں، پس تم مجھ سے ڈرتے رہو.

۵۲۔ا اُمَّةٌ سے مراد دین ہے ،اور ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب انبیا نے ایک اللہ کی عبادت ہی کی دعوت پیش کی ہے. لیکن لوگ دین توحید چھوڑ کر الگ الگ فرقوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ اپنے عقیدہ وعمل پر خوش ہے، چاہے وہ حق سے کتنا بھی دور ہو.

ة۔۵۳ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ە

پھر انہوں نے خود (ہی) اپنے امر (دین) کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے ، ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر اترا رہا ہے.

ة۔۵۴ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ە پس آپ (بھی) انہیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا رہنے دیں (۱)

۵۴۔ا گمراہی کی تاریکیاں بھی اتنی گمبھیر ہوتی ہیں کہ اس میں گھرے ہوئے انسان کی نظروں سے حق اوجھل ہی رہتا ہے عـمـرۃ ، حیرت، غفلت اور ضلالت ہے. آیت میں بطور دھمکی ان کو چھوڑنے کا

حکم ہے، مقصود وعظ ونصیحت سے روکنا نہیں ہے.

۵۵ اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِيۡنَ ۙ کیا یہ (یوں) سمجھ بیٹھے ہیں؟ کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں.

۵۶ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِی الۡخَيۡرٰتِ ‌ؕ بَل لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں.

۵۷ اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۙ یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں.

۵۸ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں.

۵۹ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ ۙ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے

۶۰ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰى رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۙ
اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (۱).

۶۰-۱ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں لیکن اللہ سے ڈرتے ہیں کہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا عمل یا صدقہ نامقبول قرار نہ پائے۔ حدیث میں آتا ہے. حضرت عائشہؓ نے پوچھا" ڈرنے والے کون ہیں؟ وہ جو شراب پیتے، بدکاری کرتے اور چوریاں کرتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں لیکن ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ نامقبول نہ ٹھہریں" (ترمذی تفسیر سورۂ المومنون. مسند احمد ۶۔۱۹۵۔۱۶۰).

۶۱ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ ۙ
یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں.

ۃ۔٦٢ وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ہ

ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے (۱) اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے، ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

٦٢۔ا ایسی ہی آیت سورۂ بقرہ کے آخر میں گزر چکی ہے۔

ۃ۔٦٣ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ہ

بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کے لئے اس کے سوا بھی بہت سے اعمال ہیں (۱) جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔

٦٣۔ا یعنی شرک کے علاوہ دیگر برائیاں یا اعمال مراد ہیں، جو مومنوں کے اعمال (خشیت الٰہی، ایمان باتوحید وغیرہ) کے برعکس ہیں. تاہم مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

ۃ۔٦٤ حَتّٰى اِذَا اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ہ ط

یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا (۱) تو بلبلانے لگے۔

٦٤۔ا عذاب تو آسودہ اور غیر آسودہ حال دونوں کو ہی ہوتا ہے. لیکن آسودہ حال لوگوں کا نام خصوصی طور پر شاید اس لئے لیا گیا کہ قوم کی قیادت بالعموم انہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، وہ جس طرف چاہیں قوم کا رخ پھیر سکتے ہیں. اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کریں اور اس پر ڈٹے رہیں تو انہی کی دیکھا دیکھی قوم بھی ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ یا مراد چوہدری اور سردار قسم کے لوگ ہیں۔ اور عذاب سے مراد اگر دنیاوی ہے، تو جنگ بدر میں کفار مکہ مارے گئے بلکہ نبی ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں بھوک اور قحط سالی کا عذاب مسلط ہوا، وہ مراد ہے یا پھر مراد آخرت کا عذاب ہے. مگر یہ سیاق سے بعید ہے۔

ۃ۔٦٥ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ہ

آج مت بلبلاؤ یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے (۱)۔

۶۵۔۱ یعنی دنیا میں عذاب الٰہی سے دوچار ہو جانے کے بعد کوئی چیخ پکار انہیں اللہ کی گرفت سے چھڑا نہیں سکتی. اسی طرح عذاب آخرت سے بھی انہیں چھڑانے والا یا مدد کرنے والا، کوئی نہیں ہوگا.

ۃ۔۶۶ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ہ

میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں (۱) پھر بھی تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے بھاگتے تھے (۲)

۶۶۔۱ یعنی قرآن مجید یا کلام الٰہی، جن میں پیغمبر کے فرمودات بھی شامل ہیں.

۶۶۔۲ یعنی آیا احکام الٰہی سن کر تم منہ پھیر لیتے تھے اوران سے بھاگتے تھے.

ۃ۔۶۷ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ہ اکڑتے اینٹھتے (۱) افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے (۲)۔

۶۷۔۱ یعنی انہیں اپنی تولیت خانہ کعبہ اور اس کا خادم ونگران ہونے کا جو غرور تھا، اس کی بنا پر آیات الٰہی کا انکار کیا اور بعض نے اس کا مرجع قرآن کو بنایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن سن کر ان کے دل میں کھلبلی پیدا ہو جاتی جو انہیں قرآن پر ایمان لانے سے روک دیتی.

۶۷۔۲ سَمَرٌ کے معنی ہیں رات کی گفتگو یہاں اس کے معنی خاص طور پر ان باتوں کے ہیں جو قرآن کریم اور نبی ﷺ کے بارے میں وہ کرتے تھے اور اس کی بنا پر وہ حق کی بات سننے اور قبول کرنے سے انکار کر دیتے یعنی چھوڑ دیتے. اور بعض نے ہجر کے معنی فحش گوئی کے کئے ہیں. یعنی راتوں کی گفتگو میں تم قرآن کی شان میں بے ہودہ اور فحش باتیں کرتے ہو، جن میں کوئی بھلائی نہیں (فتح القدیر)

ۃ۔۶۸ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ہ

کیا انہوں نے اس بات میں غور وفکر ہی نہیں کیا (۱) بلکہ ان کے پاس وہ آیا جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا (۲).

۶۸۔۱ بات سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی اس میں غور کر لیتے تو انہیں اس پر ایمان لانے کی توفیق

نصیب ہوجاتی۔

۶۸۔۲ یعنی ان کے پاس وہ دین اور شریعت آئی ہے جس سے ان کے آباو جداد زمانۂ جاہلیت میں محروم رہے. جس پر انہیں اللہ کا شکرادا کرنا اور دین اسلام کو قبول کر لینا چاہئے تھا.

ۃ۔۶۹ اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ہ

یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہورہے ہیں(۱).

۶۹۔۱ یہ بطور توبیخ کے ہے، کیونکہ وہ پیغمبر کے نسب، خاندان اور اسی طرح اس کی صداقت وامانت، راست بازی اور اخلاق وکردار کی بلندی کو جانتے تھے اور اس کا اعتراف کرتے تھے.

ۃ۔۷۰ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ہ

یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے(۱) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے. ہاں ان میں اکثر حق سے چڑنے والے ہیں(۲)۔

۷۰۔۱ یہ بھی زجروتوبیخ کے طور پر ہی ہے یعنی اس پیغمبر نے ایسا قرآن پیش کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے. اسی طرح اس کی تعلیمات نوع انسانی کے لئے رحمت اور امن وسکون کا باعث ہیں. کیا ایسا قرآن اور ایسی تعلیمات ایسا شخص بھی پیش کرسکتا ہے جو دیوانہ اور مجنون ہو.

۷۰۔۲ یعنی ان کے اعراض اور استکبار کی اصل وجہ حق سے ان کی کراہت (ناپسندیدگی) ہے جو عرصہ دراز سے باطل کو اختیار کئے رکھنے کی وجہ سے ان کے اندر پیدا ہوگئی ہے.

ۃ۔۷۱ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِكۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ہ

اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے(۱) حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے

والے ہیں.

۱۔۷۱ حق سے مراد دین اور شریعت ہے.یعنی اگر دین ان کی خواہشات کے مطابق اترے تو ظاہر بات ہے کہ زمین وآسمان کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے.مثلاً وہ چاہتے ہیں کہ ایک معبود کے بجائے متعدد معبود ہوں،اگر فی لواقع ایسا ہو،تو کیا نظام کائنات ٹھیک رہ سکتا ہے.

ۃ۔۷۲ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ہ

کیا آپ ان سے کوئی اجرت چاہتے ہیں؟ یادرکھئے کہ آپ کے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے.

الربع

ۃ۔۷۳ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہ

یقیناً آپ انہیں راہ راست کی طرف بلا رہے ہیں.

ۃ۔۷۴ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ہ

بیشک جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں(۱).

۱۔۷۴ یعنی صراط مستقیم سے انحراف کیو جہ آخرت پر عدم ایمان ہے.

ۃ۔۷۵ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ہ

اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کردیں تو یہ تو اپنی اپنی سرکشی میں جم کر اور بہکنے لگیں(۱)

۱۔۷۵ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں جو بغض وعناد تھا اور کفر وشرک کی دلدل میں جس طرح وہ پھنسے ہوئے تھے، اس میں ان کا بیان ہے.

ۃ۔۷۶ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ہ

اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی(۱).

۷۶۔۱ عذاب سے مراد یہاں وہ شکست ہے جو جنگ بدر میں کفار مکہ کو ہوئی، جس میں ان کے ستر آدمی مارے گئے تھے یا وہ قحط سالی کا عذاب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے نتیجے میں ان پر آیا تھا. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی ”اے اللہ، جس طرح حضرت یوسف کے زمانے میں سات سال قحط رہا، اسی طرح قحط سالی میں انہیں مبتلا کر کے ان کے مقابلے میں میری مدد فرما“ چنانچہ کفار مکہ اس قحط سالی میں مبتلا ہو گئے جس پر حضرت سفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہیں اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ اب تو ہم جانوروں کی کھالیں اور خون تک کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جس پر آیت نازل ہوئی (ابن کثیر)

ة۔۷۷ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيۡدٍ اِذَا هُمۡ فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ۝ ع

یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے (۱)

۷۷۔۱ اس سے دنیا کا عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے اور آخرت کا بھی، جہاں وہ تمام راحت اور خیر سے مایوس اور محروم ہوں گے اور تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی.

ة۔۷۸ وَ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـئِدَةَ ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۝

وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے، مگر تم بہت (ہی) کم شکر کرتے ہو (۱)

۷۸۔۱ یعنی عقل و فہم اور سننے کی صلاحتیں عطا کیں تاکہ ان کے ذریعے سے وہ حق کو پہچانیں، سنیں اور اسے قبول کریں۔ یہی ان نعمتوں کا شکر ہے. مگر یہ شکر کرنے والے یعنی حق کو اپنانے والے کم ہی ہیں.

ة۔۷۹ وَ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۝

اور وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے (۱).

۷۹۔۱ اس میں اللہ کی قدرت عظیمہ کا بیان ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پیدا کر کے مختلف اطراف میں پھیلا دیا ہے. تمہارے رنگ بھی ایک دوسرے سے مختلف، زبانیں بھی مختلف اور عادات و رسومات بھی مختلف. پھر ایک وقت آئے گا کہ تم سب کو زندہ کر کے وہ اپنی بارگاہ میں جمع فرمائے گا.

ة۔٨٠ وَ هُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَ يُمِيۡتُ وَلَهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ہ
اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور رات دن کے ردو بدل (١) کا مختار بھی وہی ہے. کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں (٢)

٨٠۔ا یعنی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا آنا، پھر رات اور دن کا چھوٹا بڑا ہونا.

٨٠۔٢ جس سے تم یہ سمجھ سکو کہ یہ سب کچھ اس ایک اللہ کی طرف سے ہے جو ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے سامنے ہر چیز جھکی ہے.

ة۔٨١ بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ہ بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے.

ة۔٨٢ قَالُوۡٓا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ہ
کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم ضرور اٹھائے جائیں گے.

ة۔٨٣ لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ہ
ہم سے ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ صرف اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

٨٣۔ا یہ سب لکھی ہوئی حکائتیں، کہانیاں یعنی دوبارہ جی اٹھنے کا وعدہ کب سے ہوتا چلا آ رہا ہے، ہمارے آباو اجداد سے، لیکن ابھی تک روبہ عمل نہیں ہوا، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں جو نقل در نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں.

ة۔٨٤ قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ہ
پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو.

ة۔٨٥ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ پھر

تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے.

ق۔۸۶ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ۝
دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟

ق۔۸۷ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ۝ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے. کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے (۱).

۱۔۸۷ یعنی جب تمہیں تسلیم ہے کہ زمین کا اور اس میں موجود تمام اشیا کا خالق بھی ایک اللہ ہے آسمان اور عرش عظیم کا مالک بھی وہی ہے، تو پھر تمہیں یہ تسلیم کرنے میں تامل کیوں ہے کہ عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک اللہ ہے، پھر تم اس کی واحدنیت کو تسلیم کر کے اس کے عذاب سے بچنے کا اہتمام کیوں نہیں کرتے.

ق۔۸۸ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝
پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے (۱) اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا (۲) اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ؟

۱۔۸۸ یعنی جس کی حفاظت کرنا چاہے اسے اپنی پناہ میں لے لے، کیا اسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے.

۲۔۸۸ یعنی جس کو وہ نقصان پہنچانا چاہے، کیا کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی ہے کہ وہ اسے نقصان سے بچالے اور اللہ کے مقابلے میں اپنی پناہ میں لے لے؟

ق۔۸۹ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ ۝ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے. کہہ دیجئے پھر تم کدھر جادو کر دیئے جاتے ہو (۱)

۱۔۹۸ یعنی پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس اعتراف اور علم کے باوجود تم دوسروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہو؟ قرآن کریم کی اس صراحت سے واضح ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس

کی خالقیت و مالکیت اور رزاقیت کے منکر نہیں تھے بلکہ وہ سب باتیں تسلیم کرتے تھے. انہیں صرف توحید الوہیت سے انکار تھا. یعنی عبادت صرف ایک اللہ کی نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے اس لئے نہیں کہ آسمان و زمین کی تخلیق یا تدبیر میں کوئی اور بھی شریک ہے بلکہ صرف اس مغالطے کی بنا پر کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے ان کو اللہ نے اختیار دے رکھے ہیں اور ہم ان کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں.

۹۰۔ۃ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِا لْحَقِّ وَ اِ نَّهُمْ لَكٰذِ بُوْ نَ ہ

حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بیشک جھوٹے ہیں۔

۹۱۔ۃ مَا ا تَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَا نَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِ ذًا لَّذَ هَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْ نَ ہ

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا. جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک (اور بے نیاز) ہے.

۹۲۔ۃ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَا دَ ةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِ كُوْنَ ہ وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے. رکوع ۵

۹۳۔ۃ قُلْ رَّبِّ اِ مَّا تُرِ يَنِّىْ مَا يُوْ عَدُ وْ نَ ہ آپ دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے.

۹۴۔ۃ رَ بِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْ مِ الظّٰلِمِيْنَ ہ تو اے رب! تو مجھے ان ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا (۱)

۹۴۔ا چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ دعا فرماتے تھے﴿ وَ اِ ذَا اَ رَدْتَ بِقَـوْمٍ فِتْـنَةً فَـوَ فَّنِىْ اِ لَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنِ ﴾ (ترمذی تفسیر سورۃ ص ومسند احمد، جلد ۵، ص ۲۴۳). اے اللہ جب تو

کسی قوم پر آزمائش یا عذاب بھیجنے کا فیصلہ کرے تو اس سے پہلے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لے ۔

ة۔٩٥ وَ اِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُ هُمْ لَقٰدِرُوْنَ ہم جو کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں سب آپ کو دکھا دینے پر یقیناً قادر ہیں.

ة۔٩٦ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ

برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو،(ا) جو کچھ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں.

٩٦۔ا جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا "برائی ایسے طریقے سے دور کرو جو اچھا ہو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن بھی، تمہارا گہرا دوست بن جائے گا" حٰم السجدہ (٣٤۔٣٥)

ة۔٩٧ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں (ا).

٩٧۔ا چنانچہ نبی ﷺ شیطان سے اس طرح پناہ مانگتے ﴿ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ ﴾ (ابوداود)

ة۔٩٨ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں (ا)

٩٨۔ا اس لئے نبی ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ہر اہم کام کی ابتدا اللہ کے نام سے کرو یعنی بسم اللہ پڑھ کر، کیونکہ اللہ کی یاد ، شیطان کو دور کرنے والی چیز ہے. اسی لئے آپ یہ دعا بھی مانگتے تھے . ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحَرَمِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطَانُ عِنْدَالْمَوْتِ ﴾ (ابوداود)

ة۔٩٩ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَ هُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے.

ۃ۔۱۰۰ لَعَلِّیٓ اَعمَلُ صَا لِحًا فِیمَا تَرَکتُ کَلَّا ط اِ نَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآ ئِلُھَا ط وَ مِنۡ وَّ رَآ ئِھِمۡ بَرۡ زَخٌ اِلٰی یَوۡ مِ یُبۡعَثُوۡنَ o

کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں (۱) ہرگز ایسا نہیں ہوگا (۲) یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے (۳) ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک (۴).

۱۰۰۔۱ یہ آرزو، ہر کافر موت کے وقت، دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت، بارگاہ الٰہی میں قیامت کے وقت اور جہنم میں دھکیل دیئے جانے کے وقت کرتا ہے اور کرے گا، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا. قرآن کریم میں اس مضمون کو متعدد، جگہ بیان کیا گیا ہے.

۱۰۰۔۲ کَلَّا، ڈنٹ ڈپٹ کے لئے ہے یعنی ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے.

۱۰۰۔۳ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ایسی بات ہے کہ جو ہر کافر نزع (جانکنی) کے وقت کہتا ہے. دوسرے معنی ہیں کہ یہ صرف بات ہی بات ہے عمل نہیں، اگر انہیں دوبارہ بھی دنیا میں بھیج دیا جائے تو ان کا یہ قول، قول ہی رہے گا عمل اصلاح کی توفیق انہیں پھر نصیب نہیں ہوگی، کافر دنیا میں اپنے خاندان اور قبیلے کے پاس جانے کی آرزو نہیں کرے گا، بلکہ عمل صالح کے لئے دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا. اس لئے زندگی کے لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عمل صلاح کر لئے جائیں تا کہ کل قیامت کو یہ آرزو کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے (ابن کثیر)

۱۰۰۔۴ دو چیزوں کے درمیان حجاب اور آڑ کو برزخ کہا جاتا ہے. دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان جو وقفہ ہے، اسے یہاں برزخ سے تعبیر کیا گیا ہے. کیونکہ مرنے کے بعد انسان کا تعلق دنیا کی زندگی سے ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہوگا جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا. یہ درمیان کی زندگی ہے. انسان کا وجود جہاں بھی اور جس شکل میں بھی ہوگا، بظاہر وہ مٹی میں مل کر مٹی بن چکا ہوگا، یا راکھ بنا کر ہواؤں میں اڑا دیا یا دریاؤں میں بہا دیا ہوگا یا کسی جانور کی خوراک بن

گیا ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ سب کو ایک نیا وجود عطا فرما کر میدان محشر میں جمع فرمائے گا.

ق۔١٠١ فَاِ ذَ انُفِخَ فِی الصُّوۡ رِ فَلَاۤ اَنۡسَا بَ بَیۡنَھُمۡ یَوۡ مَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآ ءَ لُوۡنَ ہ

پس جب صور پھونک دیا جائیگا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ (١)

١۔١٠١ محشر کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ابتداء ایسا ہوگا، بعد میں وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی اور ایک دوسرے سے پوچھ گچھ بھی کریں گے.

ق۔١٠٢ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُو لٰٓئِكَ ھُمُ ا لۡمُفۡلِحُوۡ نَ ہ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہوگئے.

ق۔١٠٣ وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَ ازِ یۡنُہٗ فَاُ ولٰٓئِكَ الَّذِ یۡنَ خَسِرُوۡ آ اَنۡفُسَھُمۡ فِیۡ جَھَنَّمَ خٰلِدُ وۡ نَ ہ

اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ جہنم واصل ہوئے.

ق۔١٠٤ تَلۡفَحُ وُ جُوۡ ھَھُمُ النَّا رُ وَ ھُمۡ فِیۡھَا كٰلِحُوۡنَ ہ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی (١) اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہونگیں (٢).

١۔١٠٤ چہرے کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ انسانی وجود کا سب سے اہم اور اشرف حصہ ہے، ورنہ جہنم تو پورے جسم کو ہی محیط ہوگی.

٢۔١٠٤ کَـلَـحَ کے معنی ہوتے ہیں ہونٹ سکڑ کر دانت ظاہر ہوجائیں. ہونٹ گویا دانتوں کا لباس ہیں، جب یہ جہنم کی آگ سے سمٹ اور سکڑ جائیں گے تو دانت ظاہر ہوجائیں گے، جس سے انسان کی صورت بدشکل اور ڈراونی ہوجائے گی.

ق۔١٠٥ اَلَمۡ تَكُنۡ اٰ یٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِھَا تُكَذِّ بُوۡ نَ ہ

کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے.

ق۔١٠٦ قَا لُوۡ رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَ تُنَا وَ كُنَّا قَوۡ مًا ضَآلِّیۡنَ ہ

ۃ۔۱۰۷ رَ بَّنَـآ اَخـرِ جنَـا مِنهَا فَاِنْ عُد نَا فَاِ نَّا ظٰلِمُوْنَ ہ اے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں.

ۃ۔۱۰۸ قَـا لَ اخْسَـئُوْن اِفِيْهَـا وَ لَا تُـكَلِّمُوْ نِ ہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ کلام نہ کرو.

ۃ۔۱۰۹ اِ نَّہٗ كَا نَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَا دِیْ يَقُوْ لُوْ نَ رَ بَّنَآ اٰ مَنَّا فَا غْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ ارّٰحِمِيْنَ ہ

میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے.

ۃ۔۱۱۰ فَـا تَّـخَـذْ تُمُوْ هُمْ سِخْرِ يًّا حَتّٰٓی اَنْسَوْ كُمْ ذِكْرِیْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْ نَ ہ (لیکن) تم انہیں مذاق ہی اڑاتے رہے یہاں تک کہ (اس مشغلے نے) تم کو میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان سے مذاق کرتے رہے.

ۃ۔۱۱۱ اِ نِّیْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْ مَ بِمَا صَبَرُوْآ اَ نَّهُمْ هُمُ الْفَآ ئِزُوْ نَ ہ
میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں.(۱)

ا۔۱۱۱ دنیا میں اہل ایمان کے لئے ایک صبر آزما مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب دین و ایمان پر عمل کرتے ہیں تو دین سے نا آشنا اور ایمان سے بے خبر لوگ انہیں ہنسی مذاق و ملامت کا نشانہ بنا لیتے ہیں. کتنے ہی کمزور ایمان والے ہیں کہ وہ ان ملامتوں سے ڈر کر بہت سے احکام اللہ پر عمل کرنے سے کرتے ہیں، جیسے داڑھی ہے، پردے کا مسئلہ ہے، شادی بیاہ کی ہندوانہ رسومات سے اجتناب ہے وغیرہ وغیرہ. خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کسی بھی ملامت کی پروا نہیں کرتے اور اللہ و رسول کی اطاعت سے کسی بھی موقع پر انحراف نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے گا اور انہیں کامیابی

سے سرفراز کرے گا.جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے. اللّٰھُمَّ ! اَجْعَلْنَا مِنْھُمْ .

ۃ۔۱۱۲ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَ رْضِ عَدَ دَ سِنِيْنَ ہ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ زمین میں با عتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟

ۃ۔۱۱۳ قَا لُوْ ا لَبِثْنَا يَوْ مًا اَوْ بَعْضَ يَوْ مٍ فَسْئَلِ الْعَآ دِّ يْنَ ہ

وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم، گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے (۱)

۱.۱۱۳ اس سے مراد فرشتے ہیں، جو انسانوں کے اعمال اور عمریں لکھنے پر مامور ہیں یا وہ انسان مراد ہیں جو حساب کتاب میں مہارت رکھتے ہیں.قیامت کی ہولنا کیاں، ان کے ذہنوں سے دنیا کی عیش وعشرت کو محو کر دیں گی اور دنیا کی زندگی انہیں ایسے لگے گی جیسے دن یا ادھا دن.اس لئے وہ کہیں گے کہ ہم تو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت دنیا میں رہے.بیشک تو فرشتوں سے یا حساب جاننے والوں سے پوچھ لے.

ۃ۔۱۱۴ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِ لَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْ نَ ہ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو اے کاش! تم اسے پہلے ہی جان لیتے ؟ (۱)

۱۔۱۱۴ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلے میں یقیناً دنیا کی زندگی بہت ہی قلیل ہے.لیکن اس نکتے کو دنیا میں تم نے نہیں جانا کاش تم دنیا میں اس کی حقیقت سے دنیا کی بے ثباتی سے اگاہ ہو جاتے، تو آج تم بھی اہل ایمان کی طرح کامیاب وکامران ہوتے.

ۃ۔۱۱۵ اَ فَحَسِبْتُمْ اَ نَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِ لَيْنَا لَا تُرْ جَعُوْ نَ ہ

کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے.

ۃ۔۱۱٦ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِ لٰهَ اِ لَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ہ

اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے (۱) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا

مالک ہے(۲)

۱۱۶۔۱ یعنی وہ اس سے بہت بلند کہ وہ تمہیں بغیر کسی مقصد کے یوں ہی ایک کھیل کے طور پر بے کار پیدا کیا اور وہ ہے اس کی عبادت کرنا. اسی لئے آگے فرمایا وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں.

۱۱۶۔۲ عرش کی صفت کریم بیان فرمائی کہ وہاں سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے.

ۃ۔۱۱۷ وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ہ

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے. بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں(۱).

۱۱۷۔۱ اس سے معلوم ہوا کہ فلاح اور کامیابی آخرت میں عذاب الٰہی سے بچ جانا ہے، محض دنیا کی دولت اور آسائشوں کی فروانی، کامیابی نہیں، یہ دنیا میں کافروں کو بھی حاصل ہے، لیکن اللہ تعالٰی ان سے فلاح کی نفی فرما رہا ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اصل فلاح آخرت سے فلاح ہے جو اہل ایمان کے حصے آئے گی، نہ کہ دنیاوی مال واسباب کی کثرت، جو کہ بلاتفریق مومن اور کافر، سب کو ہی حاصل ہوتی ہے.

ۃ۔۱۱۸ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ہ ع

اور کہو کہ اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے.

سُوْرَۃُ النُّوْرِ ۲۴ یہ سورت مدنی ہے اس میں (۶۴) آیات اور (۹) رکوع ہیں.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالٰی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے.

ۃ۔۱ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہ

یہ وہ سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی ہے(۱) اور مقرر کر دی ہے اور جس میں ہم نے کھلی آیتیں

(احکام) اتارے ہیں تا کہ تم یاد رکھو.

۱ـ۱ قرآن کریم کی ساری ہی سورتیں اللہ کی نازل کردہ ہیں، لیکن اس سورت کی بابت جو یہ کہا تو اس سے اس سورت میں بیان اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں.

۲ـۃ اَلـزَّا نِيَةُ وَ الـزَّا نِیۡ فَا جۡلِدُوۡا كُلَّوَا حِدٍ مِّنۡهُمَا مِا ئَةَ جَلۡدَ ةٍ وَّ لَا تَاۡ خُذۡ كُمۡ بِهِمَا رَاۡ فَةٌ فِیۡ دِیۡـنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡ مِنُوۡنَ بِا للّٰهِ وَ الۡيَوۡ مِ الۡاٰ خِرِ وَ لۡيَشۡهَدۡ عَذَا بَهُمَا طَآ ئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡ مِنِيۡنَ ہ

زنا کار عورت و مرد میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ.(۱) ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیئے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو(۲) ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیئے (۳).

۲ـ۱ بدکاری کی ابتدائی سزا جو اسلام میں عبوری طور پر بتائی گئی تھی ،وہ سورۃ النساء آیت ـ۱۵ میں گزر چکی ہے، اس میں کہا گیا تھا کہ اس کے لئے جب تک مستقل سزا مقرر نہ کی جائے، ان بدکار عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، پھر جب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا، اس کے مطابق بدکار مرد و عورت کی مستقل سزا مقرر کر دی گئی ہے، وہ تم مجھ سے سیکھ لو، اور وہ ہے کنوارے (غیر شادی شدہ) مرد اور عورت کے لئے سو سو کوڑے اور شادی شدہ مرد اور عورت کو سو سو کوڑے اور سنگساری کے ذریعے مار دینا.(صحیح مسلم) پھر آپ نے شادی شدہ زانیوں کے لئے سزا صرف رجم (سنگساری) ہے.

۲ـ۲ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترس کھا کر سزا دینے سے گریز مت کرو، ورنہ طبعی طور پر ترس کا آنا، ایمان کے منافی نہیں، منجملہ خواص طبائع انسانی میں سے ہے.

۲ـ۳ تا کہ سزا کا اصل مقصد کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں، زیادہ وسیع پیمانے پر حاصل ہو سکے. بدقسمتی

سے آج کل بر سر عام سزا کو انانی حقوق کے خلاف باور کرایا جا رہا ہے. یہ سراسر جہالت، احکام الٰہی سے بغاوت اور بزم خویش اللہ سے بھی زیادہ انسانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بننا ہے. دراں حالیکہ اللہ سے زیادہ رؤف رحیم کوئی نہیں.

ۃ۔۳ اَلزَّ انِیْ لَا یَـنْـكِحُ اِلَّا زَ انِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّ انِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَ حُرِّ مَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْ مِنِیْنَ ہ

زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرمرد کے اور نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا (ا)

۳۔ا اس کے مفہوم میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

ۃ۔۴ وَ الَّـذِ یْـنَ یَرْ مُـوْنَ الْـمُحْـصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْ تُوْا بِاَرْ بَعَةِ شُهَدَ آ ءَ فَا جْلِدُ وْ هُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَ ةً لَا تَقْبَلُوْ ا لَهُمْ شَهَا دَ ةً اَبَدًا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْ نَ ہ

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو. یہ فاسق لوگ ہیں (ا).

۴۔ا اس میں (بہتان تراشی) کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی پاک دامن عورت یا مرد پر زنا کی تہمت لگائے اس طرح جو عورت کسی پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور بطور ثبوت چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کے لئے تین حکم بیان کئے گئے ہیں (ا) انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں (۲) ان ک شہادت قبول نہ کی جائے (۳) وہ عنداللہ وعندالناس فاسق ہیں.

ۃ۔۵ اِلَّا الَّذِیْنَ تَا بُوْ ا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْ رٌ رَّ حِیْمٌ ہ

ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں (ا) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے.

۵۔ا توبہ سے کوڑوں کی سزا تو معاف نہیں ہوگی، تائب ہو جائے یا اصرار کرے، یہ سزا تو بہر حال ملے گی

البتہ دوسری دو باتیں جو ہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے،بعض علما اس استثنا کو فسق تک محدود رکھتے ہیں .یعنی توبہ کے بعد فاسق نہیں رہے گا. اور بعض مفسرین دونوں جملوں کو اس میں شامل سمجھتے ہیں، یعنی توبہ کے بعد مقبول الشہادۃ بھی ہو جائے گا۔

ۃ۔٦ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ه

جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں.

ۃ۔٧ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ه

اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو(١)

٧۔١ اس میں لعان کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے کسی غیر کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھا،جس کا وہ خود عینی گواہ ہے لیکن چونکہ زنا کی حد کے اثبات کے لئے چار مردوں کی عینی گواہی ضروری ہے،اس لئے جب تک وہ اپنے ساتھ مزید تین عینی گواہ پیش نہ کرے،اس کی بیوی پر زنا کی حد نہیں لگ سکتی.لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایسی بدچلن بیوی کو برداشت کرنا بھی اس کے لئے ناممکن ہے.شریعت نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ یہ شخص عدالت میں یا حاکم مجاز کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے گا کہ وہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے یا بچہ یا حمل اس کا نہیں ہے. اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت.

ۃ۔٨ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ه

اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد

جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے.

ق۔۹ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ہ

اور پانچویں دفع کہے کہ اس پر اللہ کا عذاب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو.

۹۔ا یعنی اگر خاوند کے جواب میں بیوی چار مرتبہ قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے (اور میں جھوٹی ہوں) تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو. تو اس صورت میں وہ زنا کی سزا سے بچ جائی گی؛ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جائے گی. اسے لعان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی آپنے آپ کو جھوٹا ہونے کی صورت میں مستحق لعنت قرار دیتے ہیں، نبی ﷺ کے زمانے میں ایسے بعض واقعات پیش آئے، جن کی تفصیل احادیث میں موجود ہے، وہی واقعات ان آیات کے نزول کا سبب بنے.

ق۔۱۰ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ہ ع رکوع ۸

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر نہ ہوتا (ا) (تو تم پر مشقت اترتی) اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے.

۱۰۔ا تو تم میں سے جھوٹے پر فوراً اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا لیکن چونکہ وہ تو رب ہے اور حکیم بھی، اس لئے ایک تو اس نے ستر پوشی کردی، تا کہ اس کے بعد اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرلے تو وہ اسے اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے گا اور حکیم بھی ہے کہ اس نے لعان جیسا مسئلہ بیان کر کے غیور مردوں کے لئے ایک نہایت معقول اور آسان تجویز مہیا کردی.

ق۔۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ہ

جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں (ا) یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے (۲) تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے (۳) ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس

نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہے (۴).

۱۱۔۱ اِفۡكٌ سے مراد وہ واقع افک ہے جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن عفت وعزت کو داغ دار کرنا چاہا تھا. لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت عائشہؓ کی حرمت میں نازل فرما کر ان کی پاک دامنی اور عفت کو واضع تر کر دیا. اِفۡكٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو الٹا دینا. اس واقع میں بھی چونکہ منافقین نے معاملے کو الٹا کر دیا تھا یعنی حضرت عائشہؓ تو ثنا تعریف کی مستحق تھیں، عالی نسب اور رفعت کردار کی مالک تھیں نہ کہ قذف کی لیکن ظالموں نے اس پیکر عفت کو اس کے برعکس طعن اور بہتان تراشی کا ہدف بنالیا.

۱۱۔۲ ایک گروہ اور جماعت کو عُصۡبَةٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کی تقویت اور عصبیت کا باعث ہوتے ہیں.

۱۱۔۳ کیونکہ اس سے ایک تو تمہیں کرب اور صدمے کے سبب ثواب عظیم ملے گا، دوسرے آسمانوں سے حضرت عائشہؓ کی حرمت میں ان کی عظمت شان اور ان کے خاندان کا شرف وفضل نمایاں تر ہو گیا، علاوہ ازیں اہل ایمان کے لئے اس میں عبرت و نصیحت کے اور کئی پہلو ہیں.

۱۱۔۴ اس سے مراد عبداللہ بن ابی منافق ہے جو اس سازش کا سرغنہ تھا.

۱۲۔ۃ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّ قَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ ۝

اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک کمائی کیوں نہ کی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے (۱)

۱۲۔۱ یہاں سے تربیت کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جا رہا ہے جو اس واقعے میں مضمر ہیں. ان میں سب

سے پہلی بات یہ ہے کہ اہل ایمان ایک جان کی طرح ہیں، جب حضرت عائشہؓ پر تہمت طرازی کی گئی تو تم نے اپنے پر قیاس کرتے ہوئے فوراً! اس کی تردید کیوں نہ کی اور اسے بہتان صریح کیوں قرار نہیں دیا؟

ۃ۔۱۳ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ o

وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے تو بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں.

ۃ۔۱۴ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا.

ۃ۔۱۵ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ o

جبکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل درنقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی، گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بہت بڑی بات تھی.

ۃ۔۱۶ وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ o

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں. یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے(۱)

۱۔۱۶ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ بتلائی کہ اس بہتان پر انھوں نے ایک گواہ پیش نہیں کیا.جبکہ اس کے لئے چار گواہ ضروری تھے،اس کے باوجود تم نے ان بہتان تراشیوں کو جھوٹا نہیں کہا یہی وجہ ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد حسان، مسطح اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو حد قذف لگائی گئی (مسند احمد، جلد۔٦)

عبداللہ بن ابی کو سزا اس لئے نہیں دی گئی کہ اس کے لئے آخرت کے عذاب عظیم کو ہی کافی سمجھ لیا گیا اور مومنوں کو سزا دے کر دنیا ہی میں پاک کر دیا گیا.دوسرے اس کے پیچھے ایک پورا جتھہ تھا،اس کو سزا دینے کی صورت میں کچھ ایسے خطرات تھے کہ جن سے نمٹنا اس وقت مسلمانوں کے لئے مشکل تھا،اس لئے مصلحتاً اس سزا دینے سے گریز کیا گیا (فتح القدیر)

ۃ۔۱۷ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْ دُوْ ا لِمِثْلِهٖٓ اَ بَدً ا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْ مِنِيْنَ ہ

اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو.

ۃ۔۱۸ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰ يٰتِ ط وَا للّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ہ]

اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے،اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے.

ۃ۔۱۹ اِنَّ ا لَّذِ يْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَا حِشَةُ فِى الَّذِ يْنَ اٰ مَنُوْ ا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّ نْيَا وَ الْاٰ خِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْ نَ ہ

جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں (ا) اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے.

۱۔۱۹ فَا حِشَة ' کے معنی بے حیائی ہیں اور قرآن نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے،(بنی اسرائیل) اور یہاں بدکاری کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے دنیا وآخرت میں عذاب الیم کا باعث قرار دیا ہے.

ق۔۲۰ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع

اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے(۱) (تم پر عذاب اتر جاتا)

۲۰۔۱ جواب محذوف ہے، تو پھر اللہ کا عذاب تمہیں اپنی گرفت میں لے لیتا. یہ محض اس کا فضل اور شفقت ورحمت ہے کہ اس نے تمہارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیا.

ق۔۲۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو. جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا. لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے، کر دیتا ہے(۱) اور اللہ سب سننے والا جاننے والا ہے.

۲۱۔۱ اس مقام پر شیطان کی پیروی سے ممانت کے بعد یہ فرمانا کہ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک صاف نہ ہوتا، اس سے یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مذکورہ واقعہ افک میں ملوث ہونے سے بچ گئے، یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے جو ان پر ہوا، ورنہ وہ بھی اسی رو میں بہہ جاتے، جس میں بعض مسلمان بہہ گئے تھے. اس لئے شیطان کے داؤ اور فریب سے بچنے کے لئے ایک تو ہر وقت اللہ سے مدد طلب کرتے اور اس کی طرف رجوع کرتے رہو اور دوسرے جو لوگ اپنے نفس کی کمزوری سے شیطان کے فریب کا شکار ہو گئے ہیں، ان کو زیادہ ہدف ملامت مت بناؤ، بلکہ خیر خواہانہ طریقے سے ان کی اصلاح کی کوشش کرو.

ق۔۲۲ وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ

وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْ ا وَ لْيَصْفَحُوْ ا ؕ اَلَا تُحِبُّوْ نَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھا لینی چاہیئے .کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ (۱) اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا ہے.

۲۲۔ا حضرت مسطح، جو واقع افک میں ملوث ہو گئے تھے، فقرائے مہاجرین میں سے تھے، رشتے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خالہ زاد تھے، اسی لئے ابوبکرؓ ان کے کفیل اور معاش کے ذمے دار تھے، جب یہ بھی حضرت عائشہؓ کے خلاف مہم میں شریک ہو گئے تو ابوبکر صدیقؓ کو سخت صدمہ پہنچا، جو ایک فطری عمل تھا چنانچہ نزول براءت کے بعد غصیمیں انہوں نے قسم کھا لی کہ وہ آئندہ مسطح کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے .ابوبکر صدیقؓ کی یہ قسم، جو اگر چہ انسانی فطرت کے مطابق ہی تھی، تاہم مقام صدیق تم اس سے بلند تر کردار کا متقاضی تھا، اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی اور یہ آیت نازل فرمائی، جس میں بڑے پیار سے ان کی اس عاجلانہ بشری اقدام پر انہیں متنبہ فرمایا کہ تم سے بھی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف فرماتا رہے .تو پھر تم بھی دوسروں کے ساتھ اسی طرح معافی اور درگذر کا معاملہ کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف فرما دے؟ یہاں انداز بیان اتنا موثر تھا کہ اسے سنتے ہی ابوبکر صدیقؓ بے ساختہ پکار اٹھے " کیوں نہیں اے ہمارے رب! ہم ضرور یہ چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف فرما دے " اس کے بعد انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے حسب سابق مسطح کی مالی سرپرستی شروع فرما دی (فتح القدیر)، ابن کثیر)

۲۳۔ہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ہ

جولوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اوران کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے(۱)

۲۳۔۱ بعض مفسرین نے اس آیت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص قرار دیا ہے کہ اس آیت میں بطور خاص ان پر تہمت لگانے کی سزا بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ ان کے لئے توبہ نہیں ہے.اور بعض مفسرین اسے عام ہی رکھا ہے اور اس میں وہی حد قذف بیان کی گئی ہے، جو پہلے گزر چکی ہے.اگر تہمت لگانے والا مسلمان ہے تو لعنت کا مطلب ہوگا کہ وہ قابل حد ہے اور مسلمان کے لئے نفرت اور بعد کا مستحق اور اگر کافر ہے،تو مفہوم واضع ہی ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں ملعون یعنی رحمت الہی سے محروم ہے.

ۃ۔۲۴ يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ‏ه

جبکہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے(۱).

۲۴۔۱ جیسا کہ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر بھی اوراحادیث میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے.

ۃ۔۲۵ يَوۡمَئِذٍ يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِيۡنُ ‏ه

اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق وانصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے(اور وہی) ظاہر کرنے والا ہے.

ۃ۔۲۶ اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ‌ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ‌ۚ اُولٰۤـئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ‌ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ‏ه ع

خبیث عورتیں خبیث مرد کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں(۱) ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس (بہتان باز) کررہے ہیں وہ ان سے بالکل بری ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والی

روزی (۲)

۲۶۔۱ اس کا ایک مفہوم تو یہی بیان کیا گیا ہے جو ترجمے سے واضع ہے. اس صورت میں یہ ہم معنی آیت ہوگی، اور خبیثات اور خبیثوں سے زانی مرد وعورت اور طیبات اور رفیون سے مراد پاک دامن عورت اور مرد ہونگے۔ دوسرے معنی اس کے ہیں کہ ناپاک باتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک باتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ باتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ باتوں کے لئے ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ ناپاک باتیں وہی مرد عورت کرتے ہیں جو ناپاک ہیں اور پاکیزہ باتیں کرنا پاکیزہ مردوں اور عورتوں کا شیوہ ہے. اس میں اشارہ ہے. اس بات کی طرف کہ حضرت عائشہؓ پر ناپاکی کا الزام عائد کرنے والے ناپاک اور ان سے اس کی براءت کرنے والے پاک ہیں.

۲۶۔۲ اس سے مراد جنت کی روزی ہے جو اہل ایمان کو نصیب ہوگی.

۲۷۔ة يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ؁

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو (۱) یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (۲)

۲۷۔۱ اَسْتِيْنَاسٌ کے معنی ہیں، معلوم کرنا، یعنی جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اندر کون ہے اور اس نے تمہیں اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی ہے، اس وقت تک داخل نہ ہو. آیت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر پہلے اور سلام کرنے کا ذکر بعد میں ہے. لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پہلے سلام کرتے اور پھر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے اسی طرح آپ ﷺ کا معمول بھی تھا کہ تین مرتبہ آپ ﷺ اجازت طلب فرماتے اگر کوئی جواب نہیں آتا تو آپ ﷺ لوٹ آتے. اور یہ بھی آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اجازت طلبی

کے وقت آپ ﷺ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے، تا کہ ایک دم سامنا نہ ہو جائے جس بے پردگی کا امکان رہتا ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری)

۲۷۔۲ یعنی عمل کرو، مطلب یہ ہے کہ اجازت طلبی اور سلام کرنے کے بعد گھر کے اندر داخل ہونا، دونوں کے لئے اچانک داخل ہونے سے بہتر ہے.

ۃ۔۲۸ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ‌ وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا‌ هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ‏

اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ. اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ، یہی بات تمہارے لئے پاکیزہ ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے.

ۃ۔۲۹ لَـيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ فِيۡهَا مَتَاعٌ لَّـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ‏

ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو، جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں (۱) تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے.

۲۹۔۱ اس سے مراد کون سے گھر ہیں، جن میں بغیر اجازت لئے داخل ہونے کی اجازت دی جا رہی ہے. بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ گھر ہیں، جو بطور خاص مہمانوں کے لئے الگ تیار یا مخصوص کر دیئے گئے ہوں. ان میں صاحب خانہ کی پہلی مرتبہ اجازت کافی ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد سرائے ہیں جو مسافروں کے لئے ہی ہوتی ہیں یا تجارتی گھر ہیں، یعنی جن میں تمہارا فائدہ ہو.

۲۹۔۲ اس میں ان لوگوں کے لئے سزا کا وعدہ ہے جو دوسروں کے گھروں میں داخل ہوتے وقت مذکورہ اداب کا خیال نہیں رکھتے.

ۃ۔۳۰ قُلْ لِّـلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُـضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ

اَزْکٰی لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (۱) اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں (۲) یہ ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے.

۳۰۔۱ جب کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینے کو ضروری قرار دیا تو اس کے ساتھ ہی (آنکھوں کو پست رکھنے یا بند رکھنے) کا حکم دے دیا تاکہ اجازت طلب کرنے والا بھی بالخصوص اپنی نگاہوں پر کنٹرول رکھے.

۳۰۔۲ یعنی ناجائز استعمال سے اس کو بچائیں یا انہیں اس طرح چھپا کر رکھیں کہ ان پر کسی کی نظر نہ پڑے. اس کے یہ دونوں مفہوم صحیح ہیں کیونکہ دونوں ہی مطلوب ہیں. علاوہ ازیں نظروں کی حفاظت کا ذکر کیا کیونکہ اس میں بے احتیاطی ہی، غفلت کا سبب بنتی ہے.

۳۱۔ة وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد یا اپنے خسر کے یا

اپنے لڑکوں سے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ نجات پاؤ(۱)

۳۱۔ا یہاں پردے کے احکام میں توبہ کا حکم دینے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان احکام کی خلاف ورزی بھیتم کرتے رہے ہو، وہ چونکہ اسلام سے قبل کی باتیں ہیں، اس لئے اگر تم نے سچے دل سے توبہ کر لی اور ان احکام مذکورہ کے مطابق پردے کا صحیح اہتمام کر لیا تو لازمی کامیابی اور دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارا مقدر ہے.

ۃ۔۳۲ وَ اَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَ الصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَ اِمَآئِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝

تم سے جو مرد عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو(۱) اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیاں کا بھی(۲) اگر وہ مفلس بھی ہونگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا(۳) اللہ تعالیٰ کشادگی والا علم والا ہے.

۳۲۔ا آیت میں خطاب اولیا سے ہے کہ نکاح کر دو، یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کر لو، کہ مخاطب نکاح کرنے والے مرد وعورت ہوتے. اس سے معلوم ہوا کہ عورت ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر از خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے. اس طرح امر کے صیغے سے بعض نے ثبوت کیا ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے، جب کہ اسے جائز اور پسندیدہ قرار دیا ہے. تاہم استطاعت رکھنے والے کے لئے یہ سنت موکدہ بلکہ بعض حالات میں واجب ہے اور اس سے بچنے کی سخت وعید ہے. نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے میری سنت سے انکار کیا، وہ مجھ سے نہیں.

۳۲۔۲ یہاں صالحیت سے مراد ایمان ہے، اس میں اختلاف ہے کہ مالک اپنے غلام اور لونڈیوں کو نکاح کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں بعض نفرت کے قائل ہیں، بعض نہیں. تاہم اندیشہ ضرر کی صورت میں شرعاً مجبور کرنا جائز ہے. بصورت دیگر غیر مشروع (الیسر التفاسیر)

۳۲۔۳ یعنی محض غربت اور تنگ دستی نکاح میں مانع نہیں ہونی چاہیئے ممکن ہے نکاح کے بعد اللہ ان کی تنگ دستی کو اپنے فضل سے وسعت ورزق میں بدل دے. حدیث میں آتا ہے تین شخص ہیں جن کی اللہ ضرور مدد فرماتا ہے ۱۔ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرتا ہے ۲۔ مکاتب غلام، جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہے ۳۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا.

۳۳۔ة وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے، تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو، تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو انہیں مجبور کر دے تو اللہ تعالیٰ ان پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے.

۳۴۔ة وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

مَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝ ع

ہم نے تمہاری طرف کھلی اور روشن آیتیں اتار دی ہیں اور ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت.

۳۵۔ۃ اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ ؕ يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا (۱) اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس پر چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی طرح قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک با برکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے (۲) لوگو (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے (۳) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے.

۳۵۔ا یعنی اگر اللہ نہ ہوتا تو آسمان میں نور ہوتا نہ زمین میں، نہ آسمان و زمین میں کسی کو ہدایت نصیب ہوتی. پس وہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کو روشن کرنے والا ہے اس کی کتاب نور ہے، اس کا رسول (بحیثیت صفات کے) نور ہے. یعنی ان دونوں کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں رہنمائی اور روشنی حاصل کی جاتی ہے، جس طرح چراغ اور بلب سے انسان روشنی حاصل کرتا ہے. حدیث سے بھی اللہ کا نور ہونا ثابت ہے، پس اللہ، اس کی ذات نور ہے، اس کا حجاب نور ہے اور ہر ظاہری اور معنوی

نور کا خالق، اس کا عطا کرنے والا اور اس کی طرف ہدایت کرنے والا صرف ایک اللہ ہے۔

۳۵۔۲ نور سے مراد ایمان واسلام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جن کے اندر ایمان کی رغبت اور اس کی طلب دیکھتا ہے، ان کی اس نور کی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے، جس سے دین و دنیا کی سعادتوں کے دروازے ان کے لئے کھل جاتے ہیں۔

۳۵۔۳ جس طرح اللہ نے مثال بیان فرمائی، جس میں اس نے ایمان کو اور اپنے مومن بندے کے دل میں اس کے راسخ ہونے اور بندوں کے احوال قلوب کا علم رکھنے کو واضح فرمایا کہ کون ہدایت کا اہل ہے اور کون نہیں۔

۳۶۔ة فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡكَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ہ

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (۱) وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو (۲)۔

۳۶۔۱ جب اللہ تعالیٰ نے قلب مومن کو اور اس میں جو ایمان وہدایت اور علم ہے، اس کو ایسے چراغ سے تشبیہ دی جو شیشے کی قندیل میں ہو اور جو صاف اور شفاف تیل سے روشن ہو. تو اب اس کا محل بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ قندیل ایسے گھروں میں ہیں، جن کی بابت حکم دیا گیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے مراد مسجدیں ہیں، جو اللہ کو زمین کے حصوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں. بلندی سے مراد سنگ وخشت کی بلندی نہیں ہے بلکہ اس میں مسجدوں کو گندگی، لغویات اور غیر مناسب اقوال وافعال سے پاک رکھنا بھی شامل ہے. ورنہ محض مسجدوں کی عمارتوں کو عالی شان اور فلک بوس بنا دینا مطلوب نہیں ہے بلکہ احادیث میں مسجدوں کو زرنگار اور زیادہ آراستہ وپیراستہ کرنے سے منع کیا گیا ہے. اور ایک حدیث میں تو اسے قرب قیامت کی علامات میں بتلایا گیا ہے۔

۳۶۔۲ تسبیح سے مراد نماز ہے،یعنی اہل ایمان ،جن کے دل میں ایمان اور ہدایت کے نور سے روشن ہوتے ہیں،صبح شام مسجدوں میں اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتے اوراس کی عبادت کرتے ہیں.

ۃ۔۳۷ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ہ

ایسے لوگ جنہیں تجارت اورخرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اورنماز قائم کرنے اورزکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی (۱)

۳۷۔۱ یعنی شدتِ خوف اور ہولناکی کی وجہ سے جس طرح دوسرے مقام پر ہے " ان کو قیامت والے دن سے ڈراؤ، جس دن دل ،گلوں کے پاس آجائیں گے،غم بھرے ہوئے " .ابتداًدلوں کی یہ کفیت سب کی ہی ہوگی ،مومن کی بھی اور کافر کی بھی.

ۃ۔۳۸ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ہ

اس ارادے سے کہ اللہ انہیں اوران کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے،اللہ تعالیٰ جس چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے(۱)

۳۸۔۱ قیامت والے دن اہل ایمان کوان کی نیکیوں کا بدلہ (کئی کئی گنا) کی صورت میں دیا جائے گا اور بہت سوں کو بے حساب ہی جنت میں داخل کردیا جائے گا اور وہاں رزق کی فروانی جس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا.

ۃ۔۳۹ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ہ

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں جیسے پیاسا شخص دور سے

پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے.

۴۰ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَهٗ لَمۡ یَكَدۡ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ۝ ع رکوع ۵

یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں. الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں. جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب ہے کہ نہ دیکھ سکے(۱) اور بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی.

۴۰۔۱ یعنی دنیا میں ایمان واسلام کی روشنی نصیب نہیں ہوتی اور آخرت میں بھی اہل ایمان کو ملنے والے نور سے وہ محروم رہیں گے.

۴۱ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِیۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ۝

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں. ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے(۱).

۴۱۔۱ یعنی اہل زمین واہل آسمان، جس طرح اللہ کی اطاعت اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، سب اس کے علم میں ہے، یہ گویا انسانوں اور جنوں کو تنبیہ ہے کہ تمہیں اللہ نے شعور اور ارادے کی آزادی دی ہے تو تمہیں تو دوسری مخلوقات سے زیادہ اللہ کی تسبیح وتحمید اور اس کی اطاعت کرنی چاہیئے. لیکن معاملا

اس کے برعکس ہے. دیگر مخلوقات تو تسبیح الٰہی میں مصروف ہیں لیکن شعور اور ارادہ سے بہرہ ور مخلوق اس میں کوتاہی کا ارتکاب کرتی ہے. جس پر یقیناً وہ اللہ کی گرفت کی مستحق ہوگی.

ۃ۔۴۲ وَ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ہ

زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۱)

۴۲۔ا پس وہی اصل حاکم ہے، جس کے حکم کا کوئی تعاقب کرنے والا نہیں اور وہی معبود برحق ہے، جس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں. اس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، جہاں ہر ایک کے بارے میں عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ فرمائے گا.

ۃ۔۴۳ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِيۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَيُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَ يَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ يَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ہ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں ان کے درمیان مینہ برستا ہے وہی آسمانوں کی جانب اولوں کے پہاڑ میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے بادلوں ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی.

ۃ۔۴۴ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ہ

اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے (۱) آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں.

۴۴۔ا یعنی کبھی دن بڑے، راتیں چھوٹی اور کبھی اس کے برعکس. یا کبھی دن کی روشنی، کو بادلوں کی تاریکیوں سے اور رات کے اندھیروں کو چاند کی روشنی سے بدل دیتا ہے.

ۃ۔۴۵ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
عَلٰى رِجْلَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى رِجْلَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ
اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہ

تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں(۱) بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں(۲) بعض چار پاؤں پر(۳)، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے(۴) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے.

۴۵۔۱ جس طرح سانپ، مچھلی اور دیگر حشرات الارض کیڑے مکوڑے ہیں.

۴۵۔۲ جیسے انسان اور پرند ہیں

۴۵۔۳ جیسے تمام چوپائے اور دیگر حیوانات ہیں.

۴۵۔۴ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بعض حیوانات ایسے بھی ہیں جو چار سے بھی زیادہ پاؤں رکھتے ہیں، جیسے کیکڑا، مکڑی اور بہت سے زمینی کیڑے.

ۃ۔۴۶ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہ

بلا شبہ ہم نے روشن اور واضع آیتیں اتار دی ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے(۱).

۴۶۔۱ اللہ تعالیٰ اسے نظر صحیح اور قالب صادق عطا فرما دیتا ہے جس سے اس کے لئے ہدایت کا راستہ کھل جاتا ہے. صراط مستقیم سے مراد یہی ہدایت کا راستہ ہے جس میں کوئی کجی نہیں، اسے اختیار کر کے انسان اپنی منزل مقصود جنت تک پہنچ جاتا ہے.

ۃ۔۴۷ وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ؕ وَ مَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ہ

اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہوئے پھر ان میں سے ایک

فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے. یہ ایمان والے ہیں (ہی) نہیں (ا).

۴۷۔ا یہ منافقین کا بیان ہے جو زبان سے اسلام کا اظہار کرتے تھے لیکن دلوں میں کفر و عناد تھا یعنی اعتقاد صحیح سے محروم تھے. اس لئے زبان سے اظہار ایمان کے باوجود ان کے ایمان کی نفی کی گئی.

ۃ۔۴۸ وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥

جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے.

ۃ۔۴۹ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ٥ ط

ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں (ا)

۴۹۔ا کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ عدالت نبوی ﷺ سے جو فیصلہ صادر ہوگا، اس میں کسی کی رو رعایت نہیں ہوگی، اس لئے وہاں اپنا مقدمہ لے جانے سے ہی گریز کرتے ہیں. ہاں اگر وہ جانتے ہیں کہ مقدمے میں وہ حق پر ہیں اور ان ہی کے حق میں فیصلہ ہونے کا غالب امکان ہے تو پھر خوشی خوشی وہاں آتے ہیں.

ۃ۔۵۰ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ط بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥

کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں (ا)

۵۰۔ا جب فیصلہ ان کے خلاف ہونے کا امکان ہوتا ہے تو اس سے اعراض و گریز کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ یا تو ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا روگ ہے یا انہیں نبوت محمدی میں شک ہے یا انہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ظلم کرے گا، حالانکہ ان کی طرف سے ظلم کا

کوئی امکان ہی نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خود ہی ظالم ہیں.

ۃ۔۵۱ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ان میں فیصلہ کردے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا (۱) یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں.

۵۱۔ا یہ اہل کفر ونفاق کے مقابلے میں اہل ایمان کے کردار وعمل کا بیان ہے.

ۃ۔۵۲ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں (۱).

۵۲۔ا یعنی فلاح وکامیابی کے مستحق صرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے تمام معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول کرتے اور انہی کی اطاعت کرتے ہیں اور خشیت الٰہی اور تقوٰی سے متصف ہیں، نہ کہ دوسرے لوگ، جو ان صفات سے محروم ہیں.

ۃ۔۵۳ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ؕ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

بڑی پختگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی نکل کھڑے ہونگے. کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) اطاعت (کی حقیقت) معلوم ہے (۱) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے.

۵۳۔ا اور وہ یہ ہے کہ جس طرح تم قسمیں جھوٹی کھاتے ہو، تمہاری اطاعت بھی نفاق پر مبنی ہے. بعض نے یہ معنی کئے ہیں کہ تمہارا معاملہ اطاعت معروف ہونا چاہیئے. یعنی معروف میں بغیر کسی قسم کے حلف کے اطاعت

جس طرح مسلمان کرتے ہیں، پس تم بھی ان کی مثل ہو جاؤ. (ابن کثیر)

ۃ۔۵۴ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ‌ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ‌ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا‌ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ۝

کہہ دیجئے کہ اللہ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے (۱) اور تم پر اس کی جوابدہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے (۲) ہدایت تو تمہیں اس وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو (۳) سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے.

۵۴۔۱ یعنی تبلیغ ودعوت، جو وہ ادا کر رہا ہے.

۵۴۔۲ یعنی تبلیغ ودعوت کو قبول کر کے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا.

۵۴۔۳ اس لئے کہ صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے.

ۃ۔۵۵ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا‌ ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا‌ ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کو وہ امن امان سے بدل دے گا (۱) وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے (۲) اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں (۳).

۵۵۔۱ بعض نے اس وعدۂ الٰہی کو صحابہ کرام کے ساتھ یا خلفائے راشدین کے ساتھ خاص قرار دیا ہے لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں. البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں، اس وعدہ الٰہی کا ظہور ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا۔ اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا، پہلے مسلمان کفار عرب سے ڈرتے تھے، پھر اس کے برعکس معاملہ ہو گیا، نبی ﷺ نے بھی جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں. مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا تھا حیرہ سے ایک عورت تن تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا آ کر طواف کرے گی، اسے کوئی خوف خطرہ نہیں ہوگا. کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گے. چنانچہ ایسا ہی ہوا (صحیح بخاری)

۵۵۔۲ یہ بھی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ایک اور بنیادی شرط ہے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ کی مدد کے مستحق اور اس وصف توحید سے عاری ہونے کے بعد وہ اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے.

۵۵۔۳ اس کفر سے مراد، وہی ایمان، عمل صالح اور توحید سے محرومی ہے، جس کے بعد ایک انسان اللہ کی اطاعت سے نکل جاتا اور کفر فسق کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے.

۵۶۔ۃ وَ اَقِیْمُو االصَّلٰو ةَ وَ اٰ تُو اا زَّكٰو ةَ وَ اَ طِیْعُو اا الرَّسُوْ لَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْ نَ ہ

نماز کی پابندی کرو زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرماں برداری میں لگے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (۱)

۵۶۔۱ یہ گویا مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت اور مدد حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے جس پر چل کر صحابہ کرام کو یہ رحمت اور مدد حاصل ہوئی.

۵۷۔ۃ لَا تَـحْسَبَنَّ الَّـذِ یْنَ كَفَرُوْ امُعْجِزِ یْنَفِی الْاَ رْ ضِ وَ مَاْ وٰ هُمُ النَّا رُ ط وَ لَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ہ ع

یہ خیال آپ کبھی بھی نہ کرنا کہ منکر لوگ زمین میں (ادھر ادھر بھاگ کر) ہمیں ہرا دینے والے ہیں (ا) ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم ہے جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے.

۵۷۔ا یعنی آپ کے مخالفین اور مکذ بین اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرنے پر ہر طرح قادر ہے.

ۃ۔۵۸ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (آپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے. نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں، ان وقتوں کے ماسوا نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (ا) تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو (ہی)، اللہ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام سے بیان فرما رہا ہے. اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے.

۵۸۔ا یعنی ان اوقات ثلاثہ کے علاوہ گھر کے مذکورہ خدمت گزاروں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اجازت طلب کئے بغیر گھر کے اندر آ جا سکتے ہیں.

ۃ۔۵۹ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

اور تمہارے بچے (بھی) جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیئے (۱) اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی علم و حکمت والا ہے۔

۵۹۔۱ ان بچوں سے مراد احرار بچے ہیں، بلوغت کے بعد ان کا حکم عام مردوں کا سا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جب بھی کسی کے گھر آئیں تو پہلے اجازت طلب کریں۔

ۃ۔۶۰ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔

بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں (۱) تاہم اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت افضل ہے، (۲) اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

۶۰۔۱ ان سے مراد وہ بوڑھی اور راز کار رفتہ عورتیں ہیں جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو اور ولادت کے قابل نہ رہی ہوں اس عمر میں بالعموم عورت کے اندر مرد کے لئے فطری طور پر جو جنسی کشش ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے نہ وہ کسی مرد سے نکاح کی خواہش مند ہوتی ہیں، نہ مرد ہی ان کے لئے ایسے جذبات رکھتے ہیں۔ ایسی عورتوں کو پردے میں تخفیف کی اجازت دے دی گئی ہے " کپڑے اتار دیں سے مراد جو شلوار قمیض کے اوپر عورت پردے کے لئے بڑی چادر یا برقعہ وغیرہ کی شکل میں لیتی ہے بشرطیکہ مقصد اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت اپنی جنسی کشش کھو جانے کے باوجود اگر بناؤ سنگھار کے ذریعے سے " اپنی جنسیت کو نمایاں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو تو اس تخفیف پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہوگی اور اس کے لئے مکمل پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

۶۰۔۲ یعنی مذکورہ بوڑھی عورتیں بھی پردے میں تخفیف نہ کریں بلکہ بدستور بڑی چادر یا برقعہ بھی استعمال

کرتی رہیں تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہے.

ة۔٦١ لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ وَّ لَا
عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّھٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ
اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَا
لِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَّفَاتِحَہٗۤ اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ
تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّۃً مِّنۡ عِنۡدِ
اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ ع

اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر (مطلقاً) کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کے کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔ پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرلیا کرو، دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ، یوں ہی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرمارہا ہے تاکہ تم سمجھ لو.

ة۔٦٢ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اِذَا کَانُوۡا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ یَذۡ
ہَبُوۡا حَتّٰی یَسۡتَاۡذِنُوۡہُ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۚ فَاِذَا
اسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِبَعۡضِ شَاۡنِہِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡہُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے

اجازت نہ لیں نہیں جاتے. جولوگ ایسے موقع پر آپ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں (ا) پس جب ایسے لوگ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے.

۶۲۔ا یعنی جمعہ وعیدینکے اجتماعات میں یا داخلی و بیرونی مسئلے پر مشاورت کے لئے بلائے گئے اجلاس میں اہل ایمان تو حاضر ہوتے ہیں، اسی طرح اگر وہ شرکت سے معذور ہوتے ہیں تو اجازت طلب کرتے ہیں. جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ منافقین ایسے اجتماعات میں شرکت سے اور آپ ﷺ سے اجازت مانگنے سے گریز کرتے ہیں.

ۃ۔۶۳ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ٥

تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کر لو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں (ا) سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے.

۶۳۔ا یہ منافقین کا رویہ ہوتا تھا کہ اجتماع مشاورت سے چپکے سے کھسک جاتے.

ۃ۔۶۴ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ ؕ وَيَوۡمَ يُرۡجَعُوۡنَ اِلَيۡهِ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ٥ ع ۹

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا (ا) ہے. جس روش پر تم ہو وہ اسے

بخوبی جانتا ہے(۲) اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ خبردار کر دے گا. اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے.

۶۴۔۱ خلق کے اعتبار سے بھی، ملک کے اعتبار سے بھی اور ماتحتی کے اعتبار سے بھی. وہ جس طرح چاہے تصرف کرے اور جس چیز کا چاہے، حکم دے. پس اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کے کسی حکم کی مخالفت نہ کی جائے اور جس سے اس نے منع کر دیا ہے، اس کا ارتکاب نہ کیا جائے. اس لئے رسول ﷺ کے بھیجنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے.

۶۴۔۲ یہ مخالفین رسول ﷺ کو تنبیہ ہے کہ جو کچھ حرکات تم کر رہے ہو، یہ نہ سمجھو کہ وہ اللہ سے مخفی رہ سکتی ہیں. اس کے علم میں سب کچھ ہے اور وہ اس کے مطابق قیامت والے دن جزا اور سزا دے گا.

سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ ۲۵ یہ سورت مکی ہے اس میں (۷۷) آیات اور (۶) رکوع ہیں.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے.

ۃ۔ا تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ

بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان (۱) اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے (۲) لئے اگاہ کرنے والا بن جائے.

۱۔۱ فرقان کے معنی ہیں حق و باطل، توحید و شرک اور عدل و ظلم کے درمیان کا فرق کرنے والا، اس قرآن نے کھول کر ان امور کی وضاحت کر دی ہے، اس لئے اسے فرقان سے تعبیر کیا.

۱۔۲ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی نبوت عالم گیر ہے اور آپ تمام انسانوں اور جنوں کے لئے ہادی و رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں، جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ

رُسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴿ (صحیح مسلم) پہلے نبی کسی ایک قوم کی طرف معبوث ہوتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں" رسالت ونبوت کے بعد، توحید کا بیان کیا جارہا ہے. یہاں اللہ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں.

ۃ۔۲ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝

اس اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی (۱) اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا (۲) نہ اس کی سلطنت میں کوئی ساتھی ہے (۳) اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب انداز ٹھہرایا (۴) ہے.

۲۔۱ یہ پہلی صفت ہے یعنی کائنات میں صفت رکھنے صرف وہی ہے، کوئی اور نہیں.

۲۔۲ اس میں نصاریٰ، یہود اور بعض ان عرب قبائل کا ردعمل جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے.

۲۔۳ اس میں صنم پرست مشرکین اور (دوخداؤں کے خالق) کے قائلین کا ردعمل ہے.

۲۔۴ ہر چیز کا خالق صرف وہی ہے اور اپنی حکمت ومشیت کے مطابق اس نے اپنی مخلوقات کو ہر وہ چیز بھی مہیا کی ہے جو اس کے مناسب حال ہے یا ہر چیز کی موت اور روزی اس نے پہلے سے ہی مقرر کر دی ہے.

ۃ۔۳ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں (۱).

۳۔۱ لیکن ظالموں نے ایسے ہمہ صفات موصوف رب کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو رب بنالیا جو اپنے بارے میں بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے چہ جائیکہ کہ وہ کسی اور کے لئے کچھ کر سکنے کے اختیارات سے

بہرہ ور ہوں۔اس کے بعد منکرین نبوت کے شبہات کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔

ۃ۔۴ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ہ

اور کافروں نے کہا یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی (۱) ہے، دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سرتاسر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۴۔۱ مشرکین کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے یہ کتاب گھڑنے میں یہود سے یا ان کے بعض دوست (مثلاً ابوفکیہہ یسار، عداس اور جبر وغیرہ) سے مدد لی۔جیسا کہ سورۂ النحل آیت ۱۰۳ میں اس کی ضروری تفصیل گزر چکی ہے۔

ۃ۔۵ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ہ

اور یہ بھی کہا کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھا رکھے ہیں بس وہی صبح وشام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔

ۃ۔۶ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ہ

کہہ دیجئے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے (۱) بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

۶۔۱ یہ ان کے جھوٹ اور افترا کے جواب میں کہا کہ قرآن کو تو دیکھو، اس میں کیا ہے؟ کیا اس کی کوئی بات غلط اور خلاف واقعہ ہے؟ یقیناً نہیں ہے، بلکہ ہر بات بالکل صحیح اور سچی ہے، اس لئے کہ اس کو اتارنے والی ذات وہ ہے جو آسمان وزمین کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

ۃ۔۷ وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ہ

اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے(۱)، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا، کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہوکر ڈرانے والا بن جاتا.

۷۔۱ قرآن پر طعن کرنے کے بعد رسول پر طعن کیا جارہا ہے اور یہ طعن رسول کی بشریت پر ہے. کیونکہ ان کے خیال میں بشریت، عظمت رسالت کی متحمل نہیں. اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ تو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اور ہمارے ہی جیسا بشر ہے. حالانکہ رسول کو تو بشر نہیں ہونا چاہیئے.

ۃ۔۸ اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ط وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ہ

یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا(۱) یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا(۲) اور ان ظالموں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کے پیچھے ہولئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے.(۳).

۸۔۱ تا کہ طلب رزق سے بے نیاز ہو.

۸۔۲ تا کہ اس کی حثیت تو ہم سے کچھ ممتاز ہوجاتی.

۸۔۳ یعنی جس کی عقل و فہم سحرزدہ ہے

ۃ۔۹ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ہ ع ۱/۱۷

خیال تو کیجئے! کہ یہ لوگ آپ کی نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں. پس جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آسکتے(۱).

۹۔۱ یعنی اے پیغمبر! آپ کی نسبت یہ اس قسم کی باتیں اور بہتان تراشی کرتے ہیں، کبھی ساحر کہتے ہیں، کبھی مسحور و مجنون اور کبھی کذاب و شاعر. حالانکہ یہ ساری باتیں باطل ہیں اور جن کے پاس ذرہ برابر بھی عقل فہم ہے، وہ ان کا جھوٹا ہونا جانتے ہیں، پس یہ ایسی باتیں کرکے خود ہی راہ ہدایت سے دور ہوجاتے ہیں، انہیں راہ راست کس طرح نصیب ہوسکتی ہے؟

ۃ۔۱۰ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ہ

اللہ تعالیٰ تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تو آپ کو بہت سے ایسے باغات عنایت فرمادے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے بہت ہی بہتر ہوں جس کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہوں اور آپ کو بہت سے (پختہ) محل بھی دے دے(۱).

۱۰۔ا یعنی یہ آپ کے لئے جو مطالبے کرتے ہیں، اللہ کے لئے ان کا کر دینا کوئی مشکل نہیں ہے، وہ چاہے تو ان سے بہتر باغات اور محلات دنیا میں آپ کو عطا کر سکتا ہے جو کہ ان کے دماغوں میں ہیں۔ لیکن ان کے مطالبے تو تکذیب وعناد کے طور پر ہیں نہ کہ طلب ہدایت اور تلاش نجات کے لئے۔

ۃ۔۱۱ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝

بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں (ا) اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

۱۱۔ا قیامت کا جھٹلانا ہی تکذیب رسالت کا بھی باعث ہے۔

ۃ۔۱۲ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝

جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو یہ غصے سے بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے (ا)

۱۲۔ا یعنی جہنم ان کافروں کو دور سے میدان محشر میں دیکھ کر ہی غصے سے کھول اٹھے گی اور ان کو اپنے دامن غضب میں لینے کے لئے چلائے گی اور جھنجھلائے گی، جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ (سورۂ ملک۔۷،۸) جب جہنمی، جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ (جوش غضب سے) اچھلتی ہوگی، ایسے لگے گا کہ وہ غصے سے پھٹ پڑے گی جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے۔

ۃ۔۱۳ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ ط

اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے۔

ۃ۔۱۴ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝

(ان سے کہا جائے گا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی اموات کو پکارو (ا)

۱۴۔ا یعنی جہنمی جب جہنم کے عذاب سے تنگ آ کر آرزو کریں گے کہ کاش انہیں موت آ جائے، وہ فنا کے گھاٹ اتر جائیں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ اب ایک موت نہیں کئی موتوں کو پکارو۔ مطلب یہ ہے کہ اب تمہاری قسمت میں ہمیشہ کے لئے انواع واقسام کے عذاب ہیں یعنی موتیں ہی موتیں ہیں، تم کہاں تک موت کا مطالبہ کرو گے۔

ۃ۔۱۵ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝

آپ کہہ دیجئے کہ یہ بہتر ہے (ا) یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے، جو ان کا

بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے.

۱۵۔۱ یہ اشارہ ہے جہنم کے مذکورہ عذابوں کی طرف، جن میں جہنمی جکڑ بند ہو کر مبتلا ہوں گے۔ کہ یہ بہتر ہے جو کفر وشرک کا بدلہ ہے یا وہ جنت، جس کا وعدہ متقین سے ان کے تقویٰ واطاعت الٰہی پر کیا گیا ہے. یہ سوال جہنم میں کیا جائے گا لیکن اسے یہاں اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ شاید جہنمیوں کے اس انجام سے عبرت پکڑ کر لوگ تقویٰ واطاعت کا راستہ اختیار کر لیں اور اس انجام بد سے بچ جائیں، جس کا نقشہ یہاں کھینچا گیا ہے.

۱۶۔ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ط كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ہ

وہ جو چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا، ہمیشہ رہنے والے. یہ تو آپ کے رب کے ذمے وعدہ ہے جو قابل طلب ہے (۱).

۱۶۔۱ یعنی ایسا وعدہ، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، جیسے قرض کا مطالبہ کیا جاتا ہے. اسی طرح اللہ نے اپنے ذمے یہ وعدہ واجب کر لیا ہے جس کا اہل ایمان اس سے مطالبہ کر سکتے ہیں. یہ محض اس کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کے لئے اس حسن جزا کو اپنے لئے ضروری قرار دے لیا ہے.

۱۷۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ہ

اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں اور سوائے اللہ کے جنہیں یہ پوجتے رہے، انہیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا یہ خود ہی راہ سے گم ہو گئے (۱).

۱۷۔۱ دنیا میں اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی رہی اور کی جاتی رہے گی. ان میں جمادات (پتھر، لکڑی اور دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی مورتیاں) بھی ہیں، جو غیر عاقل ہیں اور اللہ کے نیک بندے بھی ہیں جو عاقل ہیں مثلاً حضرت عزیز، حضرت مسیح علیہما السلام اور دیگر بہت سے نیک بندے. اسی طرح فرشتے اور جنات کے پجاری بھی ہونگے. اللہ تعالیٰ غیر عاقل جمادات کو بھی شعور وادراک اور گویائی کی قوت عطا فرمائے گا اور ان سب معبودین سے پوچھے گا کہ بتلاؤ! تم نے میرے بندوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا یا یہ اپنی مرضی سے تمہاری عبادت کر کے گمراہ ہوئے تھے؟

۱۸۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ہ

وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز

بناتے (۱) بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے، یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔

۱۸۔۱ یعنی جب ہم خود تیرے سوا کسی کو کارساز نہیں سمجھتے تھے تو پھر ہم اپنی بابت کس طرح لوگوں کو کہہ سکتے تھے کہ تم اللہ کی بجائے ہمیں اپنا ولی اور کارساز سمجھو۔

ۃ۔۱۹ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ہ

تو انہوں نے تمہیں تمہاری تمام باتوں میں جھٹلایا، اب نہ تو تم عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے، نہ مدد کرنے کی (۱) تم میں سے جس نے ظلم کیا ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

۱۹۔۱ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو مشرکین سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم جن کو اپنا معبود گمان کرتے تھے، انہوں نے تو تمہیں تمہاری باتوں میں جھوٹا قرار دے دیا ہے اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ انہوں نے تم سے صفائی کا اعلان کر دیا ہے۔ گویا جن کو تم اپنا مددگار سمجھتے تھے، وہ مددگار ثابت نہیں ہوئے۔ اب کیا تمہارے اندر یہ طاقت ہے کہ تم میرے عذاب کو اپنے سے پھیر سکو اور اپنی مدد کر سکو۔

ۃ۔۲۰ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ہ ع

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے (۱) اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے (۲) اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا (۳) کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے (۴)۔ رکوع ۲

۲۰۔۱ یعنی وہ انسان تھے اور غذا کے محتاج۔

۲۰۔۲ یعنی رزق حلال کی فراہمی کے لئے کسب و تجارت بھی کرتے تھے۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ چیزیں منصب نبوت کے منافی نہیں، جس طرح کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔

۲۰۔۳ یعنی ہم نے انبیا کو اور ان کے ذریعے سے ان پر ایمان لانے والوں کی بھی آزمائش کی، تاکہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جائے، جنہوں نے آزمائش میں صبر کا دامن پکڑے رکھا، وہ کامیاب اور دوسرے ناکام رہے؛ اسی لئے آگے فرمایا، کیا تم صبر کرو گے؟۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ ۱۹	سورت	فرقان	شعرآء	نمل
	صفحہ	جاری	۶۲۳	۶۶۲

ۃ۔۲۱ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ط لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ہ

اور جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟(۱) یا ہم اپنی انکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے (۲) ان لوگوں نے اپنے آپ کو ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے.

۲۱۔۱ یعنی کسی انسان کو رسول بنا کر بھیجنے کی بجائے، کسی فرشتے کو بنا کر بھیجا جاتا. یا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ فرشتے بھی نازل ہوتے، جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور وہ اس بشر رسول کی تصدیق کرتے.

۲۱۔۲ یعنی رب آ کر ہمیں کہتا کہ محمد (ﷺ) میرا رسول ہے اور اس پر ایمان لانا تمہارے لئے ضروری ہے۔

ۃ۔۲۲ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ہ

جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گناہ گاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے یہ محروم ہی محروم کئے گئے (۱)

۲۲۔۱ حِجْرٌ کے اصل معنی ہیں منع کرنا، روک دینا. جس طرح قاضی کسی کو اس کی بے وقوفی یا کم عمری کی وجہ سے اس کے اپنے مال کو خرچ کرنے سے روک دے تو کہتے ہیں حَجَرَ الْقَاضِيْ عَلٰى فُلَانٍ قاضی نے فلاں کو تصرف کرنے سے روک دیا ہے.

ۃ۔۲۳ وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہ

اورانہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کرانہیں پرگندہ ذروں کی طرح کر دیا (۱)

۲۳۔۱ هَبَآءً ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو کسی سوراخ سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرن میں محسوس ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی انہیں ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے. کافروں کے عمل بھی قیامت والے دن ان ہی ذروں کی طرح بے حثیت ہونگے، کیونکہ وہ ایمان واخلاص سے بھی خالی ہونگے اور موافقت شریعت کی مطابقت بھی. یہاں کافروں کے اعمال کو جس طرح بے حثیت ذروں کی مثل کہا گیا ہے. اسی طرح دوسرے مقامات پر کہیں راکھ سے، کہیں سراب سے اور کہیں صاف چکنے پتھر سے تعبیر کیا گیا ہے.

۲۴۔ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّاَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ۝

البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی (۱)

۲۴۔۱ بعض نے اس سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اہل ایمان کے لئے قیامت کا یہ ہولناک دن اتنا مختصر اور ان کا حساب اتنا آسان ہوگا کہ قیلولے کے وقت تک یہ فارغ ہو جائیں گے اور جنت میں یہ اہل خاندان اور حورعین کے ساتھ دوپہر کو آرام فرما ہونگے، جس طرح حدیث میں ہے کہ مومن کے لئے یہ دن اتنا ہلکا ہوگا کہ جتنے میں دنیا میں ایک فرض نماز ادا کر لینا (مسند احمد ۳۔۷۵)

۲۵۔ وَيَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَنُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا ۝

اور جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائیگا (۱) اور فرشتے لگا تار اتارے جائیں گے.

۲۵۔۱ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا اور بادل سایہ فگن ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جلو میں، میدان محشر میں، جہاں ساری مخلوق جمع ہوگی، حساب کتاب کے لئے جلوہ فرما ہوگا، جیسا کہ سورۂ بقرۃ آیت ۲۱۰ سے واضح ہے.

۲۶۔ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ۝

اوراس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمٰن کا ہی ہوگا اور یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا

ۃ۔۲۷ وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ہ

اوراس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چباچبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ کی راہ اختیار کی ہوتی.

ۃ۔۲۸ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ہ

ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا(۱)

۲۸۔۱ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نافرمانوں سے دوستی اور وابستگی نہیں رکھنی چاہیئے، اس لئے کہ اچھی صحبتسے انسان اچھا اور بری صحبت سے انسان برا بنتا ہے. اکثر لوگوں کی گمراہی کی وجہ غلط دوستوں کا انتخاب اور صحبت بد کا اختیار کرنا ہی ہے۔ اس لئے حدیث میں بھی صالحین کی صحبت کی تاکید اور بری صحبت سے اجتناب کو ایک بہترین مثال سے واضع کیا گیا ہے.

ۃ۔۲۹ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ط وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ہ

اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے.

ۃ۔۳۰ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ہ

اوررسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا(۱)

۳۰۔۱ مشرکین قرآن پڑھے جانے کے وقت خوب شور کرتے تا کہ قرآن نہ سنا جا سکے، یہ بھی ہجران ہے، اس پر ایمان نہ لانا اور عمل نہ کرنا بھی ہجران ہے، اس پر غور وفکر کرنا اور اس کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی ہجران ہے. اسی طرح اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو ترجیح دینا، یہ بھی ہجران ہے یعنی قرآن کا ترک اور اس کا چھوڑ دینا ہے، جس کے خلاف قیامت والے دن اللہ کے پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر فرمائیں گے.

ق-۳۱ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ط وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ہ

اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن گناہ گاروں کو بنادیا ہے(۱) اور تیرارب ہی ہدایت کرنے والا کافی ہے.

۳۱_۱ یعنی جس طرح اے محمد ﷺ تیری قوم میں سے وہ لوگ تیرے دشمن ہیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، اسی طرح گزشتہ امتوں میں بھی تھا، یعنی ہر نبی کے دشمن وہ لوگ ہوتے تھے جو گناہ گار تھے، وہ لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے تھے سورۂ انعام آیت ۱۱۲ میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے.

ق-۳۲ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ہ

اور کافروں نے کہا اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا (۱) اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا) کرکے اتارا تاکہ اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے(۲).

۳۲_۱ جس طرح تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کتابیں بیک مرتبہ نازل ہوئیں۔

۳۲_۲ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ ہم نے حالات وضروریات کے مطابق اس قرآن کو ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا تاکہ اے پیغمبر! تیرا اور اہل ایمان کا دل مضبوط ہو اور ان کے خوب ذہن نشین ہو جائے. جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا (سورۂ بنی اسرائیل ۱۰۶ "اور قرآن، اس کو ہم نے جدا جدا کیا، تاکہ تو اسے لوگوں پر رک رک کر پڑھے اور ہم نے اس کو وقفے وقفے سے اتارا".

ق-۳۳ وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ہ ط

یہ آپ کے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ دلیل آپ کو بتادیں گے(۱)

۳۳_۱ یہ قرآن کے وقفے وقفے سے اتارے جانے کی حکمت وعلت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ

مشرکین جب بھی کوئی مثال یا اعتراض اور شبہ پیش کریں گے تو قرآن کے ذریعے سے ہم اس کا جواب یا وضاحت پیش کر دیں گے اور یوں انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا.

ۃ۔۳۴ اَلَّذِ یْنَ یُحْشَرُوْ نَ عَلٰی وُ جُوْ هِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَا نًا وَّ اَ ضَلُّ سَبِيْلًا ہ ع ۳

جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کیئے جائیں گے وہی بدتر مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں.

ۃ۔۳۵ وَ لَقَدْ اٰ تَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَ خَا هُ هٰرُوْ نَ وَ زِ يْرًا ہ

اور بلاشبہ ہم نے موسٰی کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا.

ۃ۔۳۶ فَقُلْنَا اذْ هَبَآ اِلَى الْقَوْ مِ الَّذِ يْنَ كَذَّ بُوْ ا بِاٰ يٰتِنَا ط فَدَ مَّرْ نٰهُمْ تَدْ مِيْرًا ہ ط

اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں. پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا.

ۃ۔۳۷ وَ قَوْ مَ نُوْ حٍ لَّمَّا كَذَّ بُوا الرُّسُلَ اَغْرَ قْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّا سِ اٰ يَةً ط وَ اَعْتَدْ نَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَ لِيْمًا ہ

اور قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور لوگوں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا دیا. اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے.

ۃ۔۳۸ وَّ عَا دًا وَّ ثَمُوْ دَ ا وَ اَ صْحٰبَ الرَّ سِّ وَ قُرُ وْ نًا بَيْنَ ذٰ لِكَ كَثِيْرًا ہ

اور عادیوں اور ثمودیوں اور کنوئیں والوں کو (۱) اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں (۲) کو ہلاک کر دیا.

۳۸۔ا اَ صْحَا بُ الرَّسِّ ،کنوئیں والے. اس کی تعین میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، امام ابن جریر طبری نے کہا کہ اس مراد اصحاب الا خدود ہیں جن کا ذکر سورۃ البروج میں ہے (ابن کثیر)

۳۸۔۲ ہم عصر لوگوں کا ایک گروہ. جب ایک نسل کے لوگ ختم ہو جائیں تو دوسری نسل دوسرا قدیم زمانہ کہلائے

گی.(ابن کثیر)،اس کے معنی ہیں ہر نبی کی امت بھی ایکز ما نہو سکتی ہے.

ق۔۳۹ وَ كُلًّا ضَرَ بْنَا لَهُ الْاَ مْثَا لَ وَ كُلًّا تَبَّرْ نَا تَتْبِيْرًا ه

اور ہم نے ان کے سامنے مثالیں بیان کیں (۱) پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ برباد کر دیا (۲)۔

۳۹۔۱ یعنی دلائل کیذریعے سے ہم نے حجت قائم کر دی.

۳۹۔۲ یعنی تمام حجت کے بعد.

ق۔۴۰ وَ لَقَدْ اَتَوْ ا عَلَى الْقَرْ يَةِ الَّتِیْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ط اَ فَلَمْ يَكُوْ نُوْ ا يَرَ وْ نَهَا بَلْ كَا نُوْ ا لَا يَرْ جُوْ نَ نُشُوْ رًا ه

یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بری طرح بارش برسائی گئی (۱) کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کی امید نہیں (۲).

۴۰۔۱ بستی سے،قوم لوط کی بستیاں سدوم اور عمورہ وغیرمراد ہیں اور بری بارش سے پتھروں کی بارش مراد ہے.ان بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا اور اس کے بعد ان پر کھنگر پتھروں کی بارش کی گئی تھی جیسا کہ سورۃ ہود۔۸۲ میں بیان ہے.یہ بستیاں شام فلسطین کے راستے میں پڑتی ہیں،جن سے گزر کر ہی اہل مکہ آتے جاتے تھے.

۴۰۔۲ اس لئے ان تباہ شدہ بستیوں اور ان کے کھنڈرات دیکھنے کے باوجود عبرت نہیں پکڑتے.اور آیات الٰہی اور اللہ کے رسول کو جھٹلانے سے باز نہیں آتے.

ق۔۴۱ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ط اَهٰذَا الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ه

اور تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخرپن کرنے لگتے ہیں.کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا(۱).

۴۱۔۱ دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا﴿ اَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ﴾ (انبیاء۔۳۶) کیا یہ وہ شخص

ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے؟ یعنی ان کی بابت کہتا ہے کہ وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے. اس حقیقت کا اظہار ہی مشرکین کے نزدیک ان کے معبودوں کی توہین تھی.

ق۔۴۲ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

(وہ تو کہئے) کہ ہم اس پر جمے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی (ا) اور یہ جب عذابوں کو دیکھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے بھٹکا ہوا کون تھا؟

۴۲۔ا یعنی ہم ہی اپنے آباو جداد کی تقلید اور روایتی مذہب سے وابستگی کی وجہ سے غیراللہ کی عبادت سے باز نہیں آئے ورنہ اس پیغمبر ﷺ نے تو ہمیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی. اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا یہ قول نقل فرمایا کہ کس طرح وہ شرک پر جمے ہوئے ہیں کہ اس میں فخر کر رہے ہیں.

ق۔۴۳ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝

کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں. وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے (ا)

۴۳۔ا یعنی یہ چوپائے جس مقصد کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں، اسے وہ سمجھتے ہیں. لیکن انسان، جسے صرف اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا تھا، وہ رسولوں کی یاد دہانی کے باوجود اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتا اور در در پر اپنا ماتھا ٹیکتا پھرتا ہے. اس اعتبار سے چوپائے سے بھی زیادہ بدتر اور گمراہ ہے.

ق۔۴۴ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ع

کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں. وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان

سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے.

ۃ۔۴۵ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ہ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سایئے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟(۱) اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا(۲) پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا(۳).

۴۵۔۱ یہاں سے پھر توحید کے دلائل کا آغاز ہو رہا ہے. دیکھو، اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کس طرح سایہ پھیلایا ہے، جو صبح صادق کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے. یعنی اس وقت دھوپ نہیں ہوتی، دھوپ کے ساتھ یہ سمٹتا سکڑنا شروع ہوتا جاتا ہے.

۴۵۔۲ یعنی ہمیشہ سایہ ہی رہتا، سورج کی دھوپ سائے کو ختم ہی نہ کرتی.

۴۵۔۳ یعنی دھوپ سے ہی سایہ کا پتہ چلتا ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر سورج نہ ہوتا ،تو سائے سے بھی لوگ متعارف نہ ہوتے.

ۃ۔۴۶ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ہ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا(۱)

۴۶۔۱ یعنی وہ سایہ آہستہ آہستہ ہم اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اس کی جگہ رات کا گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے

ۃ۔۴۷ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ہ

اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا(۱) اور نیند کو راحت بنائی(۲) اور دن کو کھڑے ہونے کا وقت(۳).

۴۷۔۱ یعنی لباس، جس طرح لباس انسانی ڈھانچے کو چھپا لیتا ہے، اسی طرح رات تمہیں اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے.

۴۷۔۲ نیند انسان کے جسم کو عمل سے کاٹ دیتی ہے، جس سے اس کو راحت میسر آتی ہے.

۴۷۔۳ یعنی نیند، جوموت کی بہن ہے، دن کو انسان اس نیند سے بیدار ہو کر کاروبار اور تجارت کے لئے پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے. حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ صبح بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے''.

ۃ۔۴۸ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۙ

اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں (۱)

۴۸۔۱ طَهُوْرٌ یعنی ایسی چیزیں جس سے پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے

ۃ۔۴۹ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ۙ

تا کہ اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں.

ۃ۔۵۰ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۙ

اور بے شک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تا کہ (۱) وہ نصیحت حاصل کریں، مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں.

۵۰۔۱ اور ایک کفر ناشکری یہ بھی ہے کہ بارش کو مشیت الٰہی کی بجائے ستاروں کی گردش کا نتیجہ قرار دیا جائے، جیسا کہ اہل جاہلیت کہا کرتے تھے.

ۃ۔۵۱ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ۙ اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج (۱) دیتے.

۵۱۔۱ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور صرف آپ کو ہی تمام بستیوں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ڈرانے

والا بنا کر بھیجا ہے۔

ق۔۵۲ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ه

پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں (۱)

۵۲۔۱ یعنی اس قرآن کے ذریعے سے جہاد کریں، یہ آیت مکی ہے، ابھی جہاد کا حکم نہیں ملا تھا. اس لئے مطلب یہ ہوا کہ قرآن کے اوامر ونواہی کھول کھول کر بیان کریں اور اہل کفر کے لئے جو لعنت ملامت اور عذاب کیخبر، وہ واضع کریں.

ق۔۵۳ وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ه

اور وہی ہے جس نے سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں، یہ ہے میٹھا اور مزیدار اور یہ ہے کھاری کڑوا (۱) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کر دی.

۵۳۔۱ آب شریں کو فرات کہتے ہیں، فُرَاتٌ کے معنی کاٹ دینا، توڑ دینا، میٹھا پانی پیاس کو کاٹ دیتا ہے یعنی ختم کر دیتا ہے. اُجَاجٌ سخت کھاری یا کڑوا.

ق۔۵۴ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ه

وہ جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا (۱) بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔

۵۴۔۱ نسب سے مراد رشتے داریاں ہیں جو باپ یا ماں کی طرف سے ہوں اور صہر سے مراد وہ قرابت مندی ہے جو شادی کے بعد بیوی کی طرف سے ہو، جس کو ہماری زبان میں سسرالی رشتے کہا جاتا ہے. ان دونوں رشتہ داریوں کی تفصیل آیت حُرِمَتْ عَلَيْكُمْ (النساء۔۲۳) (اور النساء ۲۲) میں بیان کر دی گئی ہے اور رضائی رشتے داریاں حدیث کی رو سے نسبی رشتوں میں شامل ہے.

ة۔٥٥ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝

یہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں، اور کافر تو ہے ہی اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔

ة۔٥٦ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ ہم نے تو آپ کو خوش خبری اور ڈر سنانے والا (نبی) بنا کر بھیجا ہے۔

ة۔٥٧ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے (١)

١۔٥٧ یعنی یہی میرا اجر ہے کہ رب کا راستہ اختیار کرلو۔

ة۔٥٨ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝

اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالٰی پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔

ة۔٥٩ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے، پھر عرش پر مستوی ہوا وہ رحمٰن ہے، آپ اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لیں۔

ة۔٦٠ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا

وَّزَادَهُمْ نُفُوْرًا ؁ السجدہ

ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور اس (تبلیغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا (ا)

٦٠۔ا رَحْمٰن ، رَحِيْمٌ اللّٰه کی صفات اور اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں لیکن اہل جاہلیت، اللہ کو ان ناموں سے نہیں پہچانتے تھے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی ﷺ نے معاہدے کے آغاز پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھوایا تو مشرکین مکہ نے کہا، ہم رحمٰن و رحیم کو نہیں جانتے۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! لکھو (سیرت ابن ہشام ۲۔۳۱۷) مزید دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل، ۱۱۰، الرعد۔۳۰ یہاں بھی ان کا رحمٰن کے نام سے بدکنے اور سجدہ کرنے سے گریز کرنے کا ذکر ہے۔

٦١۔ۃ تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ؁

با برکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے (ا) اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی۔

٦١۔ا سلف کی تفسیر میں بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے لئے گئے ہیں۔ اور اسی مراد پر کلام کا نظم واضع ہے کہ با برکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے اور سورج اور چاند بنائے۔ بعد کے مفسرین نے اس سے اہل نجوم کے مطابق بروج مراد لئے اور یہ بارہ برج ہیں، حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت اور یہ برج سات بڑے سیاروں کی منزلیں ہیں جن کے نام ہیں مریخ، زہرہ، عطارد، قمر، شمس، مشتری اور زحل۔ یہ کواکب (سیارے) ان برجوں میں اس طرح اترتے ہیں جیسے یہ ان کے لئے عالی شان محل ہیں (ایسر التفاسیر)

٦٢۔ۃ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ؁

اور اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا (ا) اس شخص کی نصیحت کے

لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو.

۶۲۔۱ یعنی رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے اور دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے. دونوں بیک وقت جمع نہیں ہوتے، اس کے فوائد و مصالح محتاج وضاحت نہیں. بعض نے خِلْفَةً کے معنی ایک دوسرے کے مخالف کے کئے ہیں یعنی رات تاریک ہے تو دن روشن.

ق۔۶۳ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ہ

رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر مصلحت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ انسے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے (۱).

۶۳۔۱ سلام سے مراد یہاں اعراض اور ترک بحث ہے. یعنی اہل ایمان، اہل جہالت سے الجھتے نہیں ہیں بلکہ ایسے موقع پر پرہیز اور گریز کی پالیسی اختیار کرتے ہیں اور بے فائدہ بحث نہیں کرتے.

ق۔۶۴ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ہ

اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں.

ق۔۶۵ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ہ

اور جو یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ، کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے (۱).

۶۵۔۱ اس سے معلوم ہوا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو ایک طرف راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں کسی غلطی یا کوتاہی پر اللہ کی گرفت میں نہ آجائیں، اس لئے وہ عذاب جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں. گویا اللہ کی عبادت و اطاعت کے باوجود اللہ کے عذاب اور اس کے مؤاخذے سے انسان کو بے خوف اور اپنی عبادت و طاعت الٰہی پر کسی غرور اور گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے.

ق۔٦٦ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ٥ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے

ق۔٦٧ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ٥

اور جو خرچ کرتے وقت بھی اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں (ا)

٦٧۔ا اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا اسراف اور اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا بخیلی اور اللہ کے احکام و اطاعت کے مطابق خرچ کرنا قوام ہے (فتح القدیر)

ق۔٦٨ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ٥

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے (ا) نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں (۲) اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔

٦٨۔ا اور حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں، اسلام کے بعد کوئی دوبارہ کفر اختیار کرے، جسے ارتداد کہتے ہیں، یا شادی شدہ ہو کر بدکاری کا ارتکاب کرے یا کسی کو قتل کر دے۔ ان صورتوں میں قتل کیا جائے گا۔

٦٨۔٢ حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا، کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے دراں حالیکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ اس نے کہا، اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا، اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی، اس نے پوچھا، پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان باتوں کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہی

آیت تلاوت فرمائی (البخاری،تفسیر سورۃ البقرۃ)

ۃ۔٦٩ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ہ

اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا.

ۃ۔٧٠ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں،(۱) ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے(۲) اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے.

٧٠۔١ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو، اور سورۂ نساء کی آیت ۹۳ میں جو مومن کے قتل کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے،تو وہ اس صورت پر معمول ہوگی، جب قاتل نے توبہ نہ کی ہو اور بغیر توبہ کئے فوت ہوگیا.ورنہ حدیث میں آتا ہے کہ سو آدمی کے قاتل نے بھی خالص توبہ کی تو اللہ نے اسے معاف فرمایا(صحیح مسلم)

٧٠۔٢ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ برائیاں کرتا تھا،اب نیکیاں کرتا ہے، پہلے شرک کرتا تھا،اب صرف اللہ واحد کی عبادت کرتا ہے، پہلے کافروں کے ساتھ ملکر مسلمانوں سے لڑتا تھا،اب مسلمانوں کی طرف سے کافروں سے لڑتا ہے وغیرۃ وغیرہ.دوسرے معنی یہ ہوئے کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے اس کی تائید حدیث میں بھی ہوتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایاؐ میں اس شخص کو جانتا ہوں، جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا ہے اور سب آخر میں جہنم سے نکلنے والا ہوگا.یہ وہ آدمی ہوگا کہ قیامت کے دن اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے، بڑے ایک طرف رکھ دیئے جائیں گے.اس کو کہا جائیگا کہ تو نے فلاں فلاں دن فلان فلاں کام کیا تھا؟ وہ ہاں میں جواب دے گا،انکار کی اسے طاقت نہ ہوگی،علاوہ ازیں وہ اس بات سے بھی ڈر رہا ہوگا کہ ابھی تو

بڑے گناہ بھی پیشکئے جائیں گے.کہ اتنے میں اس سے کہا جائے گا کہ جا، تیرے لئے ہر برائی کے بدلے ایک نیکی ہے .اللہ کی مہربانی دیکھ کر کہے گا،کہ ابھی تو میرے بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ میں انہیں یہاں نہیں دیکھ رہا، یہ بیان کرکے رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت ظاہر ہوگئے (صحیح مسلم)

ۃ۔۷۱ وَ مَنۡ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ﴿

اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو (حقیقتاً) اللہ تعالٰی کی طرف سچا رجوع کرتا ہے (۱)

۷۱۔۱ پہلی توبہ کا تعلق کفر وشرک سے ہے.اس توبہ کا تعلق دیگر معاصی اور کوتاہیوں سے ہے.

ۃ۔۷۲ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا ﴿

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے (۱) اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں (۱٫)

۷۲۔۱ زور کے معنی جھوٹ کے ہیں. ہر باطل چیز بھی جھوٹ ہے،اس لئے جھوٹی گواہی سے لیکر کفر و شرک اور ہر طرح کی غلط چیزیں مثلاً ، گانا اور دیگر بے ہودہ جاہلانہ رسوم وافعال ،سب اس میں شامل ہیں اور اللہ کے نیک بندوں کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ کسی بھی جھوٹ میں اور جھوٹی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے.

۷۲۔۲ لَغۡوٌ ہر وہ بات اور کام ہے، جس میں شرعاً کوئی فائدہ نہیں.یعنی ایسے کاموں اور باتوں میں بھی شرکت نہیں کرتے بلکہ خاموشی کے ساتھ عزت اور وقار سے گزر جاتے ہیں.

ۃ۔۷۳ وَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّ عُمۡیَانًا ﴿

اور جب ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے ہیں (۱)

۷۳۔۱ یعنی وہ ان سے اعراض وغفلت نہیں برتتے جیسے وہ بہرے ہوں کہ سنیں ہی نہیں یا اندھے ہوں کہ دیکھیں ہی نہیں . بلکہ وہ غور اور توجہ سے سنتے اور انہیں آویزہ گوش اور بہت عزیز بنالیتے ہیں.

ق۔۷۴ وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ
جْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ہ

اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا(۱)

۷۴۔۱ یعنی ایسا نمونہ کہ خیر میں وہ ہماری پیروی کریں۔

ق۔۷۵ اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَۃَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْھَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا ہ
یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا۔

ق۔۷۶ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ہ اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔

رکوع۔۶
الربع

ق۔۷۷ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ہ ع
کہہ دیجئے! اگر تمہاری دعا التجا (پکارنا) نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا(۱) تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی (۲)۔

۷۷۔۱ دعا و التجا کا مطلب، اللہ کو پکارنا اور اس کی عبادت کرنا اور مطلب یہ ہے کہ تمہارا مقصد تخلیق اللہ کی عبادت ہے، اگر یہ نہ ہو تو اللہ کو تمہاری کوئی پرواہ نہ ہو۔ یعنی اللہ کے ہاں انسان کی قدر و قیمت، اس کے اللہ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی وجہ سے ہے۔

۷۷۔۲ اس میں کافروں سے خطاب ہے کہ تم نے اللہ کو جھٹلا دیا، سو اب اس کی سزا بھی لازماً تمہیں چکھنی ہے۔ چنانچہ دنیا میں یہ سزا بدر میں شکست کی صورت میں انہیں ملی اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب سے بھی انہیں دوچار ہونا پڑے گا۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ ٢٦ یہ سورت مکی ہے اس میں (٢٢٧) آیات اور (١١) رکوع ہیں.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ة۔١ طٰسٓمّٓ ہ ة۔٢ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ہ طسم (١) یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں (٢)

ة۔٣ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ہ

ان کے ایمان لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھودیں گے (١)

٣۔١ نبی ﷺ کو انسانیت سے جو ہمدردی اور ان کی ہدایت کے لئے جو تڑپ تھی، اس میں اس کا اظہار ہے۔

ة۔٤ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ہ

اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں خم ہو جاتیں (١)

٤۔١ یعنی جسے مانے اور جس پر ایمان لائے بغیر چارہ نہ ہوتا. لیکن اس طرح جبر کا پہلو شامل ہو جاتا، جب کہ ہم نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی دی ہے تاکہ اس کی آزمائش کی جائے۔ اس لئے ہم نے ایسی نشانی بھی اتارنے سے گریز کیا جس سے ہمارا یہ قانون متاثر ہو. اور صرف انبیا و رسل بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے پر ہی اکتفا کیا.

ة۔٥ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ مُعۡرِضِيۡنَ ہ

اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے۔ ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اب انکے پاس جلدی سے اسکی خبریں آجائیں گی جسکے ساتھ وہ مسخراپن کر رہے ہیں (١) یعنی جھٹلانے کے

٦۔١ نتیجے میں ہمارا عذاب عنقریب انہیں اپنی گرفت میں لے لیگا، جسے وہ ناممکن سمجھ کر مذاق کرتے

ہیں۔ یہ عذاب دنیا میں بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ کئی قومیں تباہ ہوئیں، بصورت دیگر آخرت میں تو اس سے کسی صورت چھٹکارا نہیں ہوگا۔

ۃ۔۷ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَـتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ه
کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں؟ کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نفیس جوڑے کس قدر اگائے ہیں؟(۱)

۷۔۱ زَوۡجٍ کے دوسرے معنی یہاں صنف اور نوع کے کیئے گئے ہیں. یعنی ہر قسم کی چیزیں ہم نے پیدا کیں جو کریم ہیں یعنی انسان کے لئے بہتر اور فائدے مند ہیں. جیسے غلہ جات ہیں پھل میوے ہیں اور حیوانات وغیرہ ہیں.

ۃ۔۸ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً ‌ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ه بیشک اس میں یقیناً نشانی ہے(۱) اوران میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں(۲)

۸۔۱ یعنی جب اللہ تعالیٰ مردہ زمین سے یہ چیزیں پیدا کرسکتا ہے، تو کیا انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا.

۸۔۲ یعنی اس کی یہ عظیم قدرت دیکھنے کے باوجود اکثر لوگ اللہ اور رسول کی تکذیب ہی کرتے ہیں، ایمان نہیں لاتے.

ۃ۔۹ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ه اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے(۱).

۹۔۱ یعنی ہر چیز پر اس کا غلبہ اور انتقام لینے پر وہ ہر طرح قادر ہے لیکن چونکہ وہ رحیم بھی ہے اس لئے فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ پوری مہلت دیتا ہے اور اس کے بعد مؤاخذہ کرتا ہے.

ۃ۔۱۰ وَاِذۡ نَادٰى رَبُّكَ مُوۡسٰۤى اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ه ع رکوع ۱
اور جب آپ کے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو آواز دی کہ تو ظالم قوم کے پاس جا (۱).

۱۰-۱ یہ رب کی اس وقت کی ندا ہے جب حضرت موسٰی علیہ السلام مدین سے اپنی اہلیہ کے ہمراہ واپس آرہے تھے، راستے میں انہیں حرارت حاصل کرنے کے لئے آگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آگ کی تلاش میں کوہ طور پہنچ گئے، جہاں نداء غیبی نے ان کا استقبال کیا اور انہیں نبوت سے سرفراز کر دیا گیا اور ظالموں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کا فریضہ انکو سونپ دیا گیا.

ۃ-۱۱ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ط اَلَا یَتَّقُوْنَ ہ قوم فرعون کے پاس، کیا وہ پرہیزگاری نہ کریں گے.

ۃ-۱۲ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ہ موسٰی (علیہ السلام) نے کہا میرے پروردگار! مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا (نہ) دیں.

ۃ-۱۳ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی ھٰرُوْنَ ہ

اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے (۱) میری زبان چل نہیں رہی (۲) پس تو ہارون کی طرف بھی (وحی) بھیج (۳).

۱۳-۱ اس خوف سے کہ وہ نہائت سرکش ہے، میری تکذیب کرے گا. اس سے معلوم ہوا کہ طبع خوف انبیا کو بھی لاحق ہو سکتا ہے.

۱۳-۲ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت موسٰی علیہ السلام زیادہ بول نہیں سکتے تھے. یا اس طرف کہ زبان پر انگارہ رکھنے کی وجہ سے لکنت پیدا ہو گئی تھی، جسے اہل تفسیر بیان کرتے ہیں.

۱۳-۱ یعنی ان کی طرف جبرائیل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیج اور انہیں بھی نبوت سے سرفراز فرما کر میرا معاون بنا.

ۃ-۱۴ وَ لَھُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ہ اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا (دعوٰی) بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں (۱)

۱۴-۱ یہ اشارہ ہے اس قتل کی طرف، جو حضرت موسٰی علیہ السلام سے غیرارادی طور پر ہو گیا تھا اور مقتول قبطی یعنی فرعون کی قوم سے تھا، اس لئے فرعوں اس کے بدلے میں حضرت موسٰی علیہ السلام

کوقتل کرنا چاہتا تھا، جس کی اطلاع پا کر حضرت موسٰی علیہ السلام مصر سے مدین چلے گئے تھے. اس واقع پر اگر چہ کئی سال گزر چکے تھے، مگر فرعون کے پاس جانے میں واقعی یہ امکان موجود تھا کہ فرعون ان کو اس جرم میں پکڑ کر قتل کی سزا دینے کی کوشش کرے. اس لئے یہ خوف بھی بلا جواز نہیں تھا.

ۃ۔١٥ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ہ

جناب باری تعالیٰ نے فرمایا! ہرگز ایسا نہ ہوگا، تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ (١) ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں (٢)

١۔١٥ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ تم دونوں جاؤ، میرا پیغام اس کو پہنچاؤ، تمہیں جو اندیشے لاحق ہیں ان سے ہم تمہاری حفاظت کریں گے. آیات سے مراد وہ دلائل ہیں جن سے ہر پیغمبر کو آگاہ کیا جاتا ہے یا وہ معجزات ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کو دیئے گئے تھے، جیسے ید بیضا اور عصا.

٢۔١٥ یعنی تم جو کچھ کہو گے اور اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہے گا، ہم سن رہے ہونگے اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے. ہم تمہیں فریضۂ رسالت سونپ کر تمہاری حفاظت سے بے پرواہ نہیں ہو جائیں گے بلکہ ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے.

ۃ۔١٦ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ

تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں.

ۃ۔١٧ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ہ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل روانہ کردے (١)

١۔١٧ یعنی ایک بات یہ کہو کہ ہم تیرے پاس اپنی مرضی سے نہیں آئے ہیں بلکہ رب العالمین کے نمائندے اور اس کے رسول کی حثیت سے آئے ہیں اور دوسری بات یہ کہ تو نے (چار سو سال سے) بنی اسرئیل غلام بنا رکھا ہے، ان کو آزاد کردے تاکہ میں انہیں شام کی سرزمین پر لے جاویں، جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے.

ق۔١٨ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ٥

فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟(١) اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے (٢)

١۔١٨ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور مطالبے پر غور کرنے کی بجائے، ان کچھ ابدہی کرنی شروع کردی اور کہا کہ کیا تو وہ نہیں ہے جو ہماری گود میں اور ہمارے گھر میں پلا، جب کہ ہم بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرڈالتے تھے؟

٢۔١٨ بعض کہتے ہیں کہ ١٨ سال فرعون کے محل میں بسر کئے، بعض کے نزدیک ٣٠ سال اور بعض کے نزدیک چالیس سال یعنی اتنی عمر ہمارے پاس گزرانے کے بعد، چند سال ادھر ادھر رہ کر اب تو نبوت کا دعویٰ کرنے لگا؟

ق۔١٩ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ٥

پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں ہے (١).

١۔١٩ پھر ہمارا ہی کھا کر ہماری ہی قوم کے ایک آدمی کو قتل کر کے ہماری ناشکری بھی کی.

ق۔٢٠ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ط ٥

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں تھا (١)

١۔٢٠ یعنی یہ قتل ارادتاً نہیں تھا بلکہ ایک گھونسہ ہی تھا جو اسے مارا تھا، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی. علاوہ ازیں یہ واقع بھی نبوت سے قبل کا ہے جب کہ مجھ کو علم کی یہ روشنی نہیں دی گئی تھی.

ق۔٢١ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥

پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا، پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں میں کر دیا (١)

ا۔٢١ یعنی پہلے جو کچھ ہوا، اپنی جگہ، لیکن اب میں اللہ کا رسول ہوں، اگر میری اطاعت کرے گا تو بچ جائے گا، بصورت دیگر ہلاکت تیرا مقدر ہوگی۔

ۃ۔٢٢ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ

مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے تو جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے(ا)

ا۔٢٢ یعنی یہ اچھا احسان ہے جو تو مجھے جتلا رہا ہے کہ مجھے تو یقیناً تو نے غلام نہیں بنایا اور آزاد چھوڑے رکھا لیکن میری پوری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اس ظلم عظیم کے مقابلے میں اس احسان کی آخر حثیت کیا ہے؟

ۃ۔٢٣ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ فرعون نے کہا رب العالمین کیا (چیز) ہے؟(ا)

ا۔٢٣ یہ اس نے بطور دریافت کے نہیں، بلکہ جواب کے طور پر کہا، کیونکہ اس کا دعویٰ تو یہ تھا ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ (القصص.٣٨) ”میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود جانتا ہی نہیں“

ۃ۔٢٤ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ؕ

زمین اوران کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔

ۃ۔٢٥ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ؕ فرعون نے اپنے گردوالوں سے کہا کیا تم سن نہیں رہے(ا)

ا۔٢٥ یعنی کیا تم اس کی بات پر تعجب نہیں کرتے کہ میرے سوا بھی کوئی اور معبود ہے؟

ۃ۔٢٦ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ؕ (حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔

ۃ۔٢٧ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ؕ

فرعون نے کہا (لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔

ۃ۔٢٨ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ؕ

(حضرت) موسٰیؑ (علیہ السلام) نے فرمایا مشرق ومغرب کا اوران کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب (ا) ہے، اگرتم عقل رکھتے ہو.

۲۸۔ا یعنی جس نے مشرق کومشرق بنایا، جس سے کواکب طلوع ہوتے ہیں اور مغرب کومغرب بنایا جس میں کواکب غروب ہوتے ہیں. اسی طرح ان کے درمیان جو کچھ ہے، ان سب کا رب اوران کا انتظام کرنے والا بھی وہی ہے.

ۃ۔۲۹ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ہ
فرعون کہنے لگا سن لے! اگرتو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دونگا(ا)

۲۹۔ا فرعون نے دیکھا کہ موسٰی علیہ السلام مختلف انداز سے رب العالمین کی ربوبیت کاملہ کی وضاحت کررہے ہیں جس کا کوئی معقول جواب اس سے نہیں بن پا رہا ہے. تو اس نے دلائل سے صرف نظرانداز کرکے دھمکی دینی شروع کردی اورموسٰی علیہ السلام کوقید کرنے سے ڈرایا.

ۃ۔۳۰ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَىْءٍ مُّبِيْنٍ ہ موسٰی (علیہ السلام) نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی کھلی چیز لے آؤں؟(ا)

۳۰۔ا یعنی ایسی چیز یا معجزہ جس سے واضح ہو جائے کہ میں سچا اور واقعی اللہ کا رسول ہوں، تب بھی تو میری صداقت کو تسلیم نہیں کرے گا؟

ۃ۔۳۱ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ہ فرعون نے کہا اگرتو سچوں میں سے ہے تو اسے پیش کر.

ۃ۔۳۲ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ہ آپ نے (اسی وقت) اپنی لاٹھی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا (زبردست) اژدھا بن گئی (ا)

۳۲۔ا گویا لاٹھی نے پہلے چھوٹے سانپ کی شکل اختیار کی پھر دیکھتے دیکھتے اژدھا بن گئی. واللہ عالم

ۃ۔۳۳ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ہ اوراپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت

دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا(ا)

۳۳۔ا یعنی گریبان سے ہاتھ نکالا تو چاند کے ٹکڑے کی طرح چمکتا تھا؛ یہ دوسرا معجزہ موسٰی علیہ السلام نے پیش کیا.

ۃ۔۳۴ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ہ فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے(ا)

۳۴۔ا فرعون بجائے اس کے کہ ان معجزات کو دیکھ کر، حضرت موسٰی علیہ السلام کی تصدیق کرتا اور ایمان لاتا، اس نے جھٹلانے اور عناد کا راستہ اختیار کیا اور حضرت موسٰی علیہ السلام کی بابت کہا کہ یہ کوئی بڑا فنکار جادوگر ہے.

ۃ۔۳۵ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ہ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ہ

یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے ہی نکال دے، بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو(ا).

۳۵۔ا پھر اپنی قوم کو مزید بھڑکانے کے لئے کہا کہ وہ ان شعبدہ بازیوں کے ذریعے سے تمہیں یہاں سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے. اب بتلاؤ! تمہاری کیا رائے ہے؟ یعنی اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے.

ۃ۔۳٦ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ہ

ان سب نے کہا آپ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے.

ۃ۔۳۷ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ہ جو آپ کے پاس ذی علم جادوگروں کو لے آئیں(ا)

۳۷۔ا یعنی ان دونوں کو فی الحال اپنے حال پر چھوڑ دو، اور تمام شہروں سے جادوگروں کو جمع کر کے ان کا باہمی مقابلہ کیا جائے تا کہ ان کے کرتب کا جواب اور تیری تائید ونصرت ہو جائے. اور یہ اللہ ہی

کی طرف سے سب انتظام تھا تاکہ لوگ ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں اور دلائل کا بہ چشم خود مشاہدہ کریں، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے.

ة۔۳۸ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ہ پھر ایک مقرر دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے(ا)

۳۸۔ا چنانچہ جادوگروں کی ایک بہت بڑی تعداد مصر کے اطراف و جوانب سے جمع کر لی گئی، ان کی تعداد ۱۲ ہزار ،۱۷ ہزار پ ا ہزار،۳۰ ہزار اور ۸۰ ہزار (مدانشمند اقوال کے مطابق) بتلائی جاتی ہے. اصل تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے. کیونکہ کسی مستند ماخذ میں تعداد کا ذکر نہیں ہے.

ة۔۳۹ وَقِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ہ اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے(ا)

۳۹۔ا یعنی عوام کو بھی تاکید کی جا رہی ہے کہ تمہیں بھی یہ معرکہ دیکھنے کے لئے ضرور حاضر ہونا ہے.

ة۔۴۰ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ کَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ہ

تاکہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟

ة۔۴۱ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ہ

جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام ملے گا؟

ة۔۴۲ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ہ

فرعون نے کہا ہاں! (بڑی خوشی سے) بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے.

ة۔۴۳ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤی اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ہ

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو(ا).

۴۳۔ا حضرت موسیٰ علیہ کی طرف سے جادوں گروں کو پہلے اپنے کرتب دکھانے کے لئے کہنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو ان پر یہ واضح ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر اتنی بڑی تعداد میں نام

گرامی جادوگراں کے اجتماع اوران کی ساحرانہ شعبدہ بازیوں سے خوف زدہ نہیں ہے.دوسرا یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ جب میں اللہ کے حکم سے یہ ساری شعبدہ بازیاں آن واحد میں ختم ہو جائیں گی تو دیکھنے والوں پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہونگے اور شاید اس طرح زیادہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں.

چنانچہ ایسا ہی ہوا، بلکہ جادوگر ہی سب سے پہلے ایمان لے آئے،جیسا کہ آگے آرہا ہے.

ۃ۔۴۴ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ہ

انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم! ہم یقیناً غالب ہی رہیں گے(۱)

۴۴۔۱ جیسا کہ سورۂ اعراف اور طٰہ میں گزرا کہ ان جادوگروں نے اپنے خیال میں بہت بڑا جادو پیش کیا، حتٰی کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے بھی اپنے دل میں خوف محسوس کیا، ان جادوگروں کو اپنی کامیابی اور برتری کا بڑا یقین تھا، جیسا کہ یہاں ان الفاظ سے ظاہر ہے لیکن اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو تسلی دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہ.ذرا اپنی لاٹھی زمین پر پھینکو اور پھر دیکھو. چنانچہ لاٹھی کا زمین پر پھینکنا تھا کہ اس نے ایک خوفناک اژدھا کی شکل اختیار کر لی اور ایک ایک کر کے ان سارے کرتبوں کو نگل گیا.جیسا کہ اگلی آیت میں ہے.

ۃ۔۴۵ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ہ

اب (حضرت) موسٰی (علیہ السلام) نے بھی اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے جھوٹ موٹ کے کرتب کو نگلنا شروع کر دیا.

ۃ۔۴۶ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ہ یہ دیکھتے ہی جادوگر بے اختیار سجدے میں گر گئے.

ۃ۔۴۷ قَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ اورانہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو اللہ رب العالمین پر ایمان لائے.

ۃ۔۴۸ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ہ یعنی موسٰی (علیہ السلام) اور ہارون کے رب پر.

ۃ۔۴۹ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۚ

بفرعون نے کہا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا بڑا (سردار) ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا (ا) سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا، قسم ہے میں ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طرف پر کات دونگا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دونگا.

۴۹۔ا فرعون کے لئے یہ واقعہ بڑا عجیب اور نہائت حیرت ناک تھا جن جادوگروں کے ذریعے وہ فتح و غلبہ کی آس لگائے بیٹھا تھا وہی نہ صرف مغلوب ہو گئے بلکہ موقع پر ہی وہ اس رب پر ایمان لے آئے، جس نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما اسلام کو دلائل و معجزات دے کر بھیجا تھا لیکن بجائے اس کے کہ فرعون بھی غور وفکر سے کام لیتا اور ایمان لاتا، اس نے مکابرہ اور عناد کا راستہ اختیار کیا اور جادوگروں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور کہا کہ تم سب اسی کے شاگرد لگتے ہو اور تمہارا استاد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش کے ذریعے سے تم ہمیں یہاں سے بے دخل کر دو.

ۃ۔۵۰ قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ۚ

انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں (ا) ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی.

۵۰۔ا کوئی حرج نہیں یا ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔یعنی اب جو سزا چاہے دے لے، ایمان سے نہیں پھر سکتے.

ۃ۔۵۱ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ ؕ

اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں (ا) ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے گا۔

۵۱۔ا اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اس اعتبار سے کہا کہ فرعون کی قوم مسلمان نہیں ہوئی اور انہوں نے قبول ایمان میں سبقت کی.

ۃ۔۵۲ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡۤ اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ۚ

اور ہم نے موسٰی کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل تم سب پیچھا کئے جاؤ گے (۱)

۱۔۵۲ جب مصر میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا قیام لمبا ہو گیا اور ہر طرح سے انہوں نے فرعون اور اس کے درباریوں پر حجت قائم کر دی لیکن اس کے باوجود وہ ایمان لانے پر تیار نہیں ہوئے، تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ انہیں عذاب سے دوچار کر کے سامان عبرت بنا دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو حکم دیا کہ راتو رات بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جائیں، اور فرمایا کہ فرعون تہارے پیچھے آئے گا، گھبرانا نہیں۔

ۃ۔۵۳ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ه فرعون نے شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیا۔

ۃ۔۵۴ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ه کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد میں ہے (۱)

۱۔۵۴ یہ بطور تحقیر کے کہا، ورنہ ان کی تعداد چھ لاکھ بتلائی جاتی ہے۔

ۃ۔۵۵ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ه اور اس پر یہ ہمیں سخت غضبناک کر رہے ہیں (۱)

۱۔۵۵ یعنی میری اجازت کے بغیر ان کا یہاں سے فرار ہونا ہمارے لئے غیظ و غضب کا باعث ہے۔

ۃ۔۵٦ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ه ط اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے چوکنا رہنے والے (۱)

ۃ۔۵۷ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ه بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے۔

ۃ۔۵۸ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ه اور خزانوں سے۔ اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا (۱)

۱۔۵۸ یعنی فرعون اور اس کا لشکر بنی اسرائیل کے تعاقب میں کیا نکلا، کہ پلٹ کر اپنے گھروں اور باغات میں آنا نصیب ہی نہیں ہوا، یوں اللہ تعالٰی نے اپنی حکمت و مشیت سے انہیں تمام نعمتوں سے محروم کر کے ان کا وارث دوسروں کو بنا دیا۔

ۃ۔۵۹ كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ه ط اسی طرح ہوا اور ہم نے ان (تمام) چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا (۱)

۵۹۔ا یعنی جو اقتدار اور بادشاہت فرعون کو حاصل تھی، وہ اس سے چھین کر ہم نے بنی اسرائیل کا عطا کردی۔بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مصر جیسا اقتدار اور دنیاوی جاہ جلال ہم نے بنی اسرائیل کو بھی عطا کیا۔کیونکہ بنی اسرائیل ،مصر سے نکل جانے کے بعد مصر واپس نہیں آ ئے۔نیز سورۂ دخان میں فرمایا کہ "ہم نے اس کا وارث کسی دوسری قوم کو بنایا" (الیسر التفاسیر)

ۃ۔۶۰ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ہ پس فرعونی سورج نکلتے ہی ان کے تعاقب میں نکلے (ا)

۶۰۔ا یعنی جب صبح ہوئی اور فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل راتوں رات یہاں سے نکل گئے،تو اس کے پندار اقتدار کو بڑی ٹھیس پہنچی۔اور سورج نکلتے ہی ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔

ۃ۔۶۱ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ہ

پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا،تو موسٰی کے ساتھیوں نے کہا،ہم یقیناً پکڑ لئے گئے (ا)

۶۱۔ا یعنی فرعون کے لشکر کو دیکھتے ہی وہ،گھبرا اٹھے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر،اب بچاؤ کس طرح ممکن ہے؟اب دوبارہ وہی فرعون اور اس کی غلامی ہوگی۔

ۃ۔۶۲ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ہ موسٰی نے کہا،ہرگز نہیں۔یقین مانو،میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا (ا)

۶۲۔ا حضرت موسٰی علیہ السلام نے تسلی دی کہ تمہارا اندیشہ صحیح نہیں،اب دوبارہ تم فرعون کی گرفت میں نہیں جاؤ گے۔میرا رب یقیناً نجات کے راستے کی نشاندہی فرمائے گا۔

ۃ۔۶۳ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ہ

ہم نے موسٰی کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مارو (ا) پس اس وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہوگیا۔

۶۳۔ا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ راہنمائی اور نشان دہی فرمائی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، جس سے دائیں طرف کا پانی دائیں طرف اور بائیں طرف کا پانی بائیں طرف رک گیا اور دونوں کے بیچ راستہ بن گیا .کہا جاتا ہے کہ بارہ قبیلوں کے حساب سے بارہ راستے بن گئے تھے. واللہ عالم.

ۃ۔۶۴ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِيۡنَ ه اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا(ا).

۶۴۔ا اس سے مراد فرعون اور اس کا لشکر ہے یعنی ہم نے دوسروں کو سمندر کے قریب کر دیا.

ۃ۔۶۵ وَ اَنۡجَيۡنَا مُوۡسٰى وَ مَنۡ مَّعَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ ه اور موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ہم نے نجات دی.

ۃ۔۶۶ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ط ه پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا(ا)

۶۶۔ا موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ہم نے نجات دی اور فرعون اور اس کا لشکر جب انہی راستوں سے گزرنے لگا تو ہم نے سمندر کو دوبارہ حسب دستور رواں کر دیا، جس سے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا.

ۃ۔۶۷ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ه یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان والے نہیں(ا).

۶۷۔ا یعنی اگرچہ اس واقعے میں، جو اللہ کی نصرت و معونت کا واضع مظہر ہے، بڑی نشانی ہے لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں.

ۃ۔۶۸ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ه اور بیشک آپ کا رب بڑا ہی غالب و مہربان ہے.

ۃ۔۶۹ وَ اتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰهِيۡمَ ه انہیں ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی سنا دو.

ۃ۔۷۰ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَ قَوۡمِهٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ه جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟

ۃ۔۷۱ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ہ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی، ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں (ا)

ا۔۷۱ یعنی رات دن ان کی عبادت کرتے ہیں.

ۃ۔۷۲ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ہ آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟

ۃ۔۷۳ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ہ یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں (ا).

ا۔۷۳ یعنی اگر تم ان کی عبادت ترک کر دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں؟

ۃ۔۷۴ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ہ انہوں نے کہا یہ (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا (ا)

ا۔۷۴ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے تو یہ کہہ کر چھٹکارا حاصل کر لیا. کہ ہمارے آباو جداد سے یہی کچھ ہوتا آ رہا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے۔

ۃ۔۷۵ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ہ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے (ا) جنہیں تم پوج رہے ہو؟

ا۔۷۵ کیا تم نے غور و فکر کیا؟

ۃ۔۷۶ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ہ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں (ا)

ا۔۷۶ اس لئے کہ تم سب اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے والے ہو. بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جن کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں، وہ سب معبود میرے دشمن ہیں یعنی ان سے بیزار ہوں.

ۃ۔۷۷ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ہ بجز سچے اللہ تعالٰی کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے (ا)

ا۔۷۷ یعنی وہ دشمن نہیں، بلکہ وہ تو دنیا و آخرت میں میرا ولی اور دوست ہے.

ق۔٧٨ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ہ جس نے مجھے پیدا کیا ہےاوروہی میری راہبری فرماتا ہے(ا)

ا۔٧٨ یعنی دین اور دنیا کے مصالح اور منافع کی طرف.

ق۔٧٩ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ہ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے(ا)

ا۔٧٩ یعنی بہت سے اقسام کے رزق پیدا کرنے والا اور جو پانی ہم پیتے ہیں،اسے مہیا کرنے والا وہی اللہ ہے

ق۔٨٠ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ہ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفاعطا فرماتا ہے(ا)

ا۔٨٠ بیماری کو دور کرکے شفاعطا کرنے والا بھی وہی ہے یعنی دواؤں میں شفا کی تاثیر بھی اسی کے حکم سے ہوتی ہے.

ق۔٨١ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ہ اوروہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کردے گا(ا)

ا۔٨١ یعنی قیامت والے دن جب سارے لوگوں کو زندہ فرمائے گا، مجھے بھی زندہ کرے گا.

ق۔٨٢ وَ الَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ہ ط

اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا(ا)

ا۔٨٢ یہاں امید، یقین کے معنی میں ہے.کیونکہ کسی بڑی شخصیت سے امید، یقین کے مترادف ہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہے، اس سے وابستہ امید، یقینی کیوں نہیں ہوگی اسی لئے مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی اللہ کے لئے عَسٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ یقین ہی کے مفہوم میں ہے.

ق۔٨٣ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہ اے میرے رب! مجھے قوت فیصلہ(ا) عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے.

ا۔٨٣ حکم یا حکمت سے مراد علم وفہم،قوت فیصلہ،یا نبوت ورسالت یا اللہ کے حدود واحکام کی معرفت ہے.

ق۔٨٤ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ہ اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ(ا)

ا۔٨٤ یعنی جو لوگ میرے بعد قیامت تک آئیں گے، وہ میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں،

اس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کی جزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ذکر جمیل اور ثنائے حسن کی صورت میں بھی عطا فرماتا ہے. جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر ہر مذہب کے لوگ کرتے ہیں، کسی کو بھی ان کی عظمت و تکریم سے انکار نہیں ہے.

ۃ۔۸۵ وَ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیۡمِ ۙ مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے.

ۃ۔۸۶ وَ اغۡفِرۡ لِاَبِیۡۤ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ۙ اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا (ا)

۸۶۔ا یہ دعا اس وقت کی تھی، جب ان پر واضع نہیں تھا کہ مشرک (اللہ کے دشمن) کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں، جب اللہ نے واضع کردیا، تو انہوں نے اپنے باپ سے بیزاری کا اظہار کردیا (التوبہ۔۱۱۴)

ۃ۔۸۷ وَ لَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ ۙ اور جس دن کے لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر (ا)

۸۷۔ا یعنی تمام مخلوق کے سامنے میرا مؤاخذا کرکے یا عذاب سے دوچار کرکے حدیث میں آتا ہے کہ قیامت والے دن، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو برے حال میں دیکھیں گے، تو ایک مرتبہ پھر اللہ کی بارگاہ میں ان کے لئے مغفرت کی درخواست کریں گے اور فرمائیں گے یا اللہ! اس سے زیادہ میرے لئے رسوائی اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے. پھر ان کے باپ کو نجاست میں لتھڑے ہوئے بجو کی شکل میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا (صحیح بخاری)

ۃ۔۸۸ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ۙ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی.

ۃ۔۸۹ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؕ لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالٰی کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے (ا)

۸۹۔ا قلب سلیم یا بے عیب دل سے مراد وہ دل ہے جو شرک سے پاک ہو۔ یعنی کلب مومن. اس لئے کافر اور منافق کا دل مریض ہوتا ہے. بعض کہتے ہیں، بدعت سے خالی اور سنت پر مطمئن دل، بعض کے

نزدیک دنیا کے مال متاع کی محبت سے پاک دل اور بعض کے نزدیک، جہالت کی تاریکیوں اور اخلاق ذلالتوں سے پاک دل. یہ سارے مفہوم بھی صحیح ہو سکتے ہیں. اس لئے کہ قلب مومن مذکورہ تمام برائیوں سے پاک ہوتا ہے.

ۃ۔۹۰ وَ اُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ہ اور پرہیزگاروں کے لئے جنت بالکل نزدیک لا دی جائے گی.

ۃ۔۹۱ وَ بُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِلۡغٰوِيۡنَ ہ اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی (۱)

۱۔۹۱ مطلب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ان کو سامنے کر دیا جائے گا. جس سے کافروں کے غم میں اور اہل ایمان کے سرور میں مزید اضافہ ہو جائے گا.

ۃ۔۹۲ وَ قِيۡلَ لَهُمۡ اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ہ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں؟

ۃ۔۹۳ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ هَلۡ يَنۡصُرُوۡنَكُمۡ اَوۡ يَنۡتَصِرُوۡنَ ہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے، کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں (۱)

۱۔۹۳ یعنی تم سے عذاب ٹال دیں یا خود اپنے نفس کو اس سے بچا لیں.

ۃ۔۹۴ فَكُبۡكِبُوۡا فِيۡهَا هُمۡ وَ الۡغَاوٗنَ ہ پس وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے (۱).

۱۔۹۴ یعنی معبودین اور عابدین سب کو مال ڈنگر کی طرح ایک دوسرے کے اوپر ڈال دیا جائے گا.

ۃ۔۹۵ وَ جُنُوۡدُ اِبۡلِيۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ ہ اور ابلیس کے تمام لشکر (۱) بھی وہاں.

۱۔۹۵ اس سے مراد وہ لشکر ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے تھے.

ۃ۔۹۶ قَالُوۡا وَ هُمۡ فِيۡهَا يَخۡتَصِمُوۡنَ ہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے.

ۃ۔۹۷ تَاللّٰهِ اِنۡ كُنَّا لَفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ہ کہ قسم اللہ کی! یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے.

ة۔۹۸ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے(۱)

۹۸۔ا دنیا میں تو ہر تراشا ہوا پتھر اور، مشرکوں کو خدائی اختیارات کا حامل نظر آتا ہے. لیکن قیامت کو پتہ چلے گا کہ یہ کھلی گمراہی تھی کہ وہ انہیں رب کے برابر سمجھتے رہے.

ة۔۹۹ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ہ اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا(۱)

۹۹۔ا یعنی وہاں جا کر احساس ہوگا کہ ہمیں دوسرے مجرموں نے گمراہ کیا. دنیا میں انہیں متوجہ کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کام گمراہی ہے۔

ة۔۱۰۰ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ہ اب تو ہمارا کوئی شفارشی بھی نہیں.

ة۔۱۰۱ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ہ اور نہ کوئی (سچا) غم خوار دوست (۱).

۱۰۱۔ا گناہ گار اہل ایمان کی شفارش تو اللہ کی اجازت کے بعد انبیا صلحا بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے. لیکن کافروں اور مشرکوں کے لئے سفارش کرنے کی کسی کو اجازت ہوگی نہ حوصلہ، اور نہ وہاں کوئی دوستی ہی کام آئے گی.

ة۔۱۰۲ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم پکے سچے مومنین جاتے.(۱)

۱۰۲۔ا اہل کفر و شرک، قیامت کے روز دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اللہ کو خوش کر لیں. لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ اگر انہیں دوبارہ بھی دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے تھے.

ة۔۱۰۳ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ

یہ ماجرہ یقیناً آپ کے لئے ایک زبردست نشانی ہے(۱) ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں (۱)

۱۰۳۔ا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں اپنی قوم سے مناظرہ اللہ کی توحید

کے دلائل، یہ اس بات کی واضح نشانی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں.

۲۔۱۰۳ بعض نے اس مرجع مشرکین مکہ یعنی قریش کو قرار دیا ہے یعنی ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں۔

ق۔۱۰۴ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ہ یقیناً آپ کا پروردگار ہی غالب مہربان ہے. ع۵

ق۔۱۰۵ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ ہ قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا (۱)

۱۔۱۰۵ قوم نوح علیہ السلام نے اگرچہ صرف اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی. مگر چونکہ ایک نبی کی تکذیب، تمام نبیوں کی تکذیب کے مترادف ہے. اس لئے فرمایا کہ قوم نوح علیہ السلام نے پیغمبروں کو جھٹلایا.

ق۔۱۰۶ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ہ جبکہ ان کے بھائی (۱) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں!

۱۔۱۰۶ بھائی اس لئے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان ہی کی قوم کے ایک فرد تھے.

ق۔۱۰۷ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ہ سنو! میں تمہاری طرف اللہ کا ایماندار رسول ہوں (۱)

۱۔۱۰۷ یعنی اللہ نے جو پیغام دے کر مجھے بھیجا ہے، وہ بلا کم و کاست تم تک پہنچانے والا ہوں، اس میں کمی بیشی نہیں کرتا.

ق۔۱۰۸ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ہ پس تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور میری بات ماننی چاہیئے (۱)

۱۔۱۰۸ یعنی میں تمہیں جو ایمان باللہ اور شرک نہ کرنے کی دعوت دے رہا ہوں، اس میں میری اطاعت کرو.

ق۔۱۰۹ وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے (۱)

۱۔۱۰۹ میں تمہیں جو تبلیغ کر رہا ہوں، اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا، بلکہ اس کا اجر رب العالمین ہی کے ذمے ہے جو قیامت کو عطا فرمائے گا.

ۃ۔۱۱۰ فَاتَّقُوااللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوۡنِ ه پس تم اللہ کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو(۱)

۱۱۰۔۱ یہ تاکید کے طور پر بھی ہے اور الگ الگ سبب کی بنا پر بھی، پہلے اطاعت کی دعوت، امانت داری کی بنیاد پر تھی اور اب یہ دعوت اطاعت عدم طمع کی وجہ سے ہے۔

ۃ۔۱۱۱ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ه قوم نے جواب دیا کہ ہم تجھ پر ایمان لائیں! تیری تابعداری تو ذیل لوگوں نے کی ہے۔(۱)

۱۱۱۔۱ جاہ و مال رکھنے والے، اور اس کی وجہ سے معاشرے میں کمتر سمجھے جانے والے اور ان ہی میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو حقیر سمجھے جانے والے پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں

ۃ۔۱۱۲ قَالَ وَمَا عِلۡمِىۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ه آپ نے فرمایا! مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟(۱)

۱۱۲۔۱ یعنی مجھے اس بات کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا ہے کہ میں لوگوں کے حسب نسب، امارت و غربت اور ان کے پیشوں کی تفتیش کروں بلکہ میری ذمہ داری صرف یہ ہے کہ ایمان کی دعوت دوں اور جو اسے قبول کرلے، چاہے وہ کسی حثیت کا حامل ہو، اسے اپنی جماعت میں شامل کرلوں۔

ۃ۔۱۱۳ اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰى رَبِّىۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ ه ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ(۱) ہے اگر تمہیں شعور ہو تو۔

۱۱۳۔۱ یعنی ان کے ضمیروں اور اعمال کی تفتیش یہ اللہ کا کام ہے۔

ۃ۱۱۴ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ه میں ایمان داروں کو دھکے دینے والا نہیں(۱)

۱۱۴۔۱ یہ ان کی اس خواہش کا جواب ہے کہ کمتر حثیت کے لوگوں کو اپنے سے دور کر دے، پھر ہم تیری جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔

ۃ۔۱۱۵ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ه ط میں تو صاف طور پر ڈرا دینے والا ہوں(۱)

۱۱۵۔۱ پس جو اللہ سے ڈر کر میری اطاعت کرے گا، وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں، چاہے دنیا کی نظر

میں وہ شریف ہو یا رذیل، کمینہ ہو یا حقیر۔

ۃ۔۱۱۶ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ہ

انہوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔

ۃ۔۱۱۷ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ كَذَّبُوْنِ ہ آپ نے کہا اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ النصف

ۃ۔۱۱۸ فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِىْ وَمَنْ مَّعِىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ

پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے با ایمان ساتھیوں کو نجات دے۔

ۃ۔۱۱۹ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ہ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں

کو بھری ہوئی کشتی میں (سوار کرا کر) نجات دے دی۔

ۃ۔۱۲۰ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ط بعد ازاں باقی تمام لوگوں کو ڈبو دیا (۱)

۱۲۰۔ا یہ تفصیلات کچھ پہلے بھی گزر چکی ہیں اور کچھ آئندہ بھی آئیں گی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سالہ تبلیغ کے باوجود ان کی قوم کے لوگ بد اخلاقی اور اعراض پر قائم رہے، بالآخر حضرت نوح علیہ السلام نے بد دعا کی، اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا اور اس میں مومن انسانوں، جانوروں اور ضروری ساز و سامان رکھنے کا حکم دیا اور یوں اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور باقی سب لوگوں کو حتٰی کہ بیوی اور بیٹے کو بھی، جو ایمان نہیں لائے تھے، غرق کر دیا گیا۔

ۃ۔۱۲۱ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ

یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں۔

ۃ۔۱۲۲ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ہ اور بیشک آپ کا پروردگار البتہ وہی ہے زبردست

رحم کرنے والا۔

ۃ۔۱۲۳ كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ ہ عادیوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا (۱) ع ۶

۱۲۳۔ا عاد، ان کے جد اعلٰی کا نام تھا، جس کے نام پر قوم کا نام پڑ گیا. یہاں عاد قبیلہ تصور کر کے کَذَّبَتْ (صیغہ مونث) لایا گیا ہے.

ۃ۔۱۲۴ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ہ جبکہ ان سے ان کے بھائی ہود(ا) نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں.

۱۲۴۔ا ہود علیہ اسلام کو بھی عاد کا بھائی اس لئے کہا گیا ہے کہ ہر نبی اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے، جس کی طرف اسے مبعوث کیا جاتا تھا اور اسی اعتبار سے انہیں اس قوم کا بھائی قرار دیا گیا.

ۃ۔۱۲۵ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ہ میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں.

ۃ۔۱۲۶ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ہ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو!.

ۃ۔۱۲۷ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ ط
میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے ہی پاس ہے.

ۃ۔۱۲۸ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ہ کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشہ یادگار (عمارت) بنا رہے ہو(ا).

۱۲۸۔ا ٹیلہ، بلند جگہ، پہاڑ، درہ یا گھاٹی یہ ان گزر گاہوں پر کوئی عمارت تعمیر کرتے جو بلندی پر ایک نشانی مشہور ہوتی لیکن اس کا مقصد اس میں رہنا نہیں ہوتا بلکہ صرف کھیل کود ہوتا تھا. حضرت ہود علیہ السلام نے منع فرمایا کہ یہ تم ایسا کام کرتے ہو، جس میں وقت اور وسائل کا بھی ضیاع ہے اور اس کا مقصد بھی ایسا ہے جس سے دین اور دنیا کا کوئی مفاد وابستہ نہیں بلکہ صرف کھیل کود ہوتا ہے بیکار محض بے فائدہ ہونے میں کوئی شک نہیں.

ۃ۔۱۲۹ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ہ اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل تعمیر) کر رہے ہو، گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے(ا)

١٢٩۔ا اسی طرح وہ بڑی مضبوط اور عالی شان رہائشی عمارتیں تعمیر کرتے تھے، جیسے وہ ہمیشہ انہی محلات میں رہیں گے.

ق۔١٣٠ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ہ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو(ا)

١٣٠۔ا یہ ان کے ظلم وتشدد اور قوت وطاقت کی طرف اشارہ ہے.

ق۔١٣١ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ہ اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو(ا)

١٣١۔ا جب ان کے اوصاف قبیحہ بیان کیئے جو ان کے دنیا میں انہماک اور ظلم وسرکشی پر دلالت کرتے ہیں تو پھر انہیں دوبارہ تقویٰ اور اپنی اطاعت کی دعوت دی.

ق۔١٣٢ وَ اتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ہ اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم نہیں جانتے.

ق۔١٣٣ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ہ اس نے تمہاری مدد کی مال سے اور اولاد سے.

ق۔١٣٤ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ہ باغات اور چشموں سے.

ق۔١٣٥ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ہ مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے(ا).

١٣٥۔ا یعنی اگر تم نے اپنے کفر پر اصرار جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان کا شکر ادا نہ کیا، تو تم عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا جاؤ گے. یہ عذاب دنیا میں بھی آسکتا ہے اور آخرت تو ہے ہی عذاب وثواب کے لئے. وہاں تو عذاب سے چھٹکارا ممکن ہی نہیں ہوگا.

ق۔١٣٦ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ہ

انہوں نے کہا کہ آپ وعظ کہیں یا وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں ہم یکساں ہیں.

ۃ۔۱۳۷ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ہ یہ تو بس پرانے لوگوں کی عادت ہے(۱)

۱۔۱۳۷ یعنی وہی باتیں ہیں جو پہلے بھی لوگ کرتے آئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ہم جس دین اور عادات وروایات پر قائم ہیں، وہ وہی ہیں جن پر ہمارے آباسواجداد کار بند رہے، مطلب دونوں سورتوں میں یہ ہے کہ ہم آبائی مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے.

ۃ۔۱۳۸ وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ہ اور ہم ہرگز عذاب نہیں دیئے جائیں گے(۱)

۱۔۱۳۸ جب انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ ہم تو اپنا آبائی دین نہیں چھوڑیں گے، تو اس میں عقیدۂ آخرت کا انکار بھی تھا. اس لئے انہوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کا بھی انکار کیا. کیونکہ عذاب الٰہی کا اندیشہ تو اسے ہوتا ہے جو اللہ کو مانتا اور روز جزا کو تسلیم کرتا ہے.

ۃ۔۱۳۹ فَکَذَّبُوْہُ فَاَھْلَکْنٰھُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ط وَ مَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ
چونکہ عادیوں نے حضرت ہود کو جھٹلایا، اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا(۱) یقیناً اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر بے ایمان تھے.

۱۔۱۳۹ قوم عاد، دنیا کی مضبوط ترین اور قوی ترین قوم تھی، جس کی بابت اللہ نے فرمایا ﴿ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ﴾ " اس جیسی قوم پیدا ہی نہیں کی گئی " یعنی جو قوت اور شدت و جبروت میں اس جیسی ہو. اس لئے یہ کہا کرتی تھی ﴿ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ (حٰم السجدۃ۔۱۵) " کون قوت میں ہم سے زیادہ ہے " لیکن جب اس قوم نے بھی کفر کا راستہ چھوڑ کر ایمان وتقویٰ اختیار نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے سخت ہوا کی صورت میں ان پر عذاب فرمایا جو مکمل سات راتیں اور آٹھ دن ان پر مسلط رہا. بادتند آتی اور آدمی کو اٹھا کر فضا میں بلند کرتی اور پھر زور سے سر کے بل زمین پر پٹخ دیتی. جس سے اس کا دماغ پھٹ اور ٹوٹ جاتا اور بغیر سر کے ان کے لاشے اس طرح زمین پر پڑے ہوتے گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں. انہوں نے پہاڑوں، کھوؤں اور غاروں میں بڑی بڑی مضبوط عمارتیں بنا

رکھی تھیں. پینے کے لئے گہرے کنوئیں کھود رکھے تھے، باغات کی کثرت تھی لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو کوئی چیز ان کے کام نہ آئی اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا گیا۔

ق۔١٤٠ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ہ بیشک آپ کا رب وہی ہے غالب مہربان.

ق۔١٤١ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ہ ثمودیوں (ا) نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا.

١۔١٤١ ثمود کا مسکن حضر تھا جو حجاز کے شمال میں ہے، آج کل اسے مدائن صالح کہتے ہیں.(الیسر التفاسیر) یہ عرب تھے. نبی ﷺ تبوک جاتے ہوئے ان بستیوں سے گزر کر گئے تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے.

ق۔١٤٢ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ہ ان کے بھائی صالح نے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟

ق۔١٤٣ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ہ میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں.

ق۔١٤٤ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ہ تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو.

ق۔١٤٥ وَ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے.

ق۔١٤٦ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ہ کیا ان چیزوں جو یہاں ہیں تم امن کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے(ا)

١۔١٤٦ یعنی یہ نعمتیں کیا تمہیں ہمیشہ حاصل رہیں گی، نہ تمہیں موت آئے گی نہ عذاب؟ استفہام انکاری اور توبیخی ہے یعنی ایسا نہیں ہوگا بلکہ عذاب یا موت کے ذریعے سے، جب اللہ چاہے گا، تم ان نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے اس میں ترغیب ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان و شکر کا راستہ اختیار نہیں کیا تو پھر تباہی و بربادی تمہارا مقدر ہے.

ق۔١٤٧ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ہ یعنی ان باغوں اور ان چشموں.

ۃ۔۱۴۸ وَّ زُرُوْعٍ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ہ اوران کھیتوں اوران کھجوروں کے باغوں میں جن کے شگوفے نرم ونازک ہیں(ا).

۱۴۸۔ا یہ ان نعمتوں کی تفصیل ہے جن سے وہ بہرہ ور تھے ، طلع، کھجور کے اس شگوفے کو کہتے ہیں جو پہلے پہل نکلتا یعنی طلوع ہوتا ہے،اس کے بعد کھجور کا یہ پھل بلح، پھر بسر، پھر رتب اوراس کے بعد تمر کہلاتا ہے.(ایسر التفاسر)

ۃ۔۱۴۹ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ہ اورتم پہاڑوں کو تراش تراش کر پرتکلف مکانات بنارہے ہو(ا)

۱۴۹۔ا فَارِهِيْنَ یعنی ضرورت سے زیادہ فنکارانہ مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یا فخر وغرور کرتے ہوئے، جیسے آج کل لوگ لوگوں کا حال ہے.آج بھی عمارتوں پر غیر ضروری آرائشوں اور فنکارانہ مہارتوں کا خوب خوب مظاہرہ ہورہا ہے اوراس کے ذریعے سے ایک دوسرے پر برتری اور فخر وغرور کا اظہار بھی.

ۃ۔۱۵۰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ہ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو.

ۃ۔۱۵۱ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ہ بے باک حد سے گزر جانے والوں کی (ا) اطاعت سے باز آجاؤ۔

۱۵۱۔ا مُسْرِفِيْنَ سے مراد وہ روسا اور سردار ہیں جو کفر وشرک کے داعی اور مخالفت میں پیش پیش تھے.

ۃ۔۱۵۲ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ہ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے.

ۃ۔۱۵۳ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ہ وہ بولے کہ بس تو ان میں سے ہے جن پر جادو کردیا گیا ہے.

ۃ۔۱۵۴ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ہ

تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے. اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ.

ۃ-۱۵۵ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ آپ نے فرمایا یہ ہے اونٹنی، پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقررہ دن کی باری پانی پینے کی تمہاری (۱)۔

۱۵۵-ا یہ وہی اونٹنی تھی جو ان کے مطالبے پر پتھر کی ایک چٹان سے بطور معجزہ ظاہر ہوئی تھی ایک دن اونٹنی کے لئے اور ایک دن ان کے لئے پانی مقرر کر دیا گیا تھا، اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جو دن تمہارا پانی لینے کا ہوگا، اونٹنی گھاٹ پر نہیں آئے گی اور جو دن اونٹنی کے پانی پینے کا ہوگا، تمہیں گھاٹ پر آنے کی اجازت نہیں ہے.

ۃ-۱۵۶ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (خبردار) اس برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کرلے گا (۱)

۱۵۶-ا دوسری بات انہیں یہ کہی گئی کہ اس اونٹنی کو کوئی بری نیت سے ہاتھ نہ لگائے، نہ اسے نقصان پہنچایا جائے. چنانچہ یہ اونٹنی اسی طرح ان کے درمیان رہی گھاٹ سے پانی پیتی اور گھاس چارہ کھا کر گزارہ کرتی. کہا جاتا ہے کہ قوم ثمود اس کا دودھ دوہتی اور اس سے فائدہ اٹھاتی. لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا.

ۃ-۱۵۷ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ پھر انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں، (۱) بس وہ پشیمان ہو گئے (۲).

۱۵۷-ا یعنی باوجود اس بات کے کہ وہ اونٹنی، اللہ کی قدرت کی ایک نشانی اور پیغمبر کی صداقت کی دلیل تھی، قوم ثمود ایمان نہیں لائی اور کفر و شرک کے راستے پر گامزن رہی اور اس کی سرکشی یہاں تک بڑھی کہ بالآخر قدرت کی زندہ نشانی " اونٹنی " کی کوچیں کاٹ ڈالیں یعنی اس کے ہاتھوں پیروں کو زخمی کر دیا، جس سے وہ بیٹھ گئی اور پھر اسے قتل کر دیا.

۱۵۷۔۲ یہ اس وقت ہوا جب اونٹنی کے قتل کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تمہیں صرف تین دن کی مہلت ہے، چوتھے دن تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا اس کے بعد جب واقع عذاب کی علامتیں ظاہر ہونی شروع ہوگئیں تو پھر ان کی طرف سے بھی اظہار ندامت ہونے لگا لیکن علامات عذاب دیکھ لینے کے بعد ندامت اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں.

ۃ۔۱۵۸ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اور عذاب نے آ دبوچا (۱) بیشک اس میں عبرت ہے. اور ان میں اکثر لوگ مومن نہ تھے.

۱۵۸۔۲ یہ عذاب زمین سے زلزلے اور اوپر سے سخت چنگھاڑ کی صورت میں آیا، جس سے سب کی موت واقع ہوگئی.

ۃ۔۱۵۹ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ اور بیشک آپ کا رب بڑا زبردست اور مہربان ہے. رکوع

ۃ۔۱۶۰ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ قوم لوط (۱) نے بھی نبیوں کو جھٹلایا.

۱۶۰۔۱ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہارون بن آزر کے بیٹے تھے. اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی زندگی میں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا. ان کی قوم ' سدوم ' اور ' عموریہ ' میں رہتی تھی. یہ بستیاں شام کے علاقے میں تھیں.

ۃ۔۱۶۱ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا کیا تم اللہ کا خوف نہیں رکھتے؟

ۃ۔۱۶۲ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں.

ۃ۔۱۶۳ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو.

ۃ۔۱۶۴ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ؕ میں تم میں سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا مالک ہے.

ة۔۱۶۵ اَتَاْ تُوْنَ الذُّکْرَانَ مِنَا لْعٰلَمِیْنَ ہ کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔

ة۔۱۶۶ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ہ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا جوڑا بنایا ہے ان کو چھوڑ دیتے ہو(۱) بلکہ تم ہو ہی حد سے گزر جانے والے(۲)۔

ا۔۱۶۶ یہ قوم لوط کی سب سے بری عادت تھی، جس کی ابتدا اسی قوم سے ہوئی تھی، اسی لئے اس فعل بد کو لواطت سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی بدفعلی جس کا آغاز قوم لوط سے ہوا لیکن اب یہ بدفعلی پوری دنیا میں عام ہے بلکہ یورپ میں تو اسے قانوناً جائز تسلیم کر لیا گیا ہے یعنی ان کے ہاں اب سرے سے گناہ ہی نہیں ہے۔ جس قوم کا مذاق اتنا بگڑ گیا ہو کہ مرد عورت کا ناجائز جنسی ملاپ (بشرطیکہ باہمی رضامندی سے ہو) ان کے نزدیک جرم نہ ہو، تو وہاں دو مردوں کا آپس میں بدفعلی کرنا کیونکر گناہ اور ناجائز ہوسکتا ہے۔

ة۔۱۶۷ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ہ
انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا(۱)

ا۔۱۶۷ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے وعظ نصیحت کے جواب میں انہوں نے کہا تو بڑا پاک باز بنا پھرتا ہے۔ یادرکھنا اگر تو باز نہ آیا تو ہم اپنی بستی میں تجھے رہنے ہی نہیں دیں گے۔

ة۔۱۶۸ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ہ آپ نے فرمایا، میں تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں(۱)

ا۔۱۶۸ یعنی میں اسے پسند نہیں کرتا اور اس سے سخت بیزار ہوں۔

ة۔۱۶۹ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ہ میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھرانے کو اس (وبال) سے بچالے جو یہ کرتے ہیں۔

ة۔۱۷۰ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ہ پس ہم نے اسے اور اسکے متعلقین کو سب کو بچالیا۔

ۃ۔۱۷۱ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ۝ بجز ایک بڑھیا کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی (ا)

۱۷۱۔ا اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی ہے جو مسلمان نہیں ہوئی تھی، چنانچہ وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک کردی گئی.

ۃ۔۱۷۲ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ پھر ہم نے باقی اور سب کو ہلاک کردیا.

ۃ۔۱۷۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ اور ہم نے ان پر خاص قسم کا مینہ برسایا، پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے ہوئے لوگوں پر برسا (ا)

۱۷۳۔ا یعنی نشان زدہ کھنگر پتھروں کی بارش سے ہم نے ان کو ہلاک کیا اور ان کی بستیوں کو ان پر الٹ دیا گیا، جیسا کہ سورۂ ہود، ۸۲۔۸۳ میں بیان ہے.

ۃ۔۱۷۴ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝
یہ ماجرہ بھی سراسر عبرت ہے. ان میں سے اکثر مسلمان تھے.

ۃ۔۱۷۵ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ بیشک تیرا پروردگار وہی غلبے والا مہربانی والا۔

ۃ۔۱۷۶ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ ایکہ والوں (ا) نے بھی رسولوں کو جھٹلایا.

۱۷۶۔ا اَیْــكَة، جنگل کو کہتے ہیں. اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور بستی ''مدین'' کے اطراف کے باشندے مراد ہیں. اور کہا جاتا ہے کہ ایکہ کے معنی گھنا درخت اور ایسا ایک درخت مدین کے نواحی آبادی میں تھا. جس کی پوجا پاٹ ہوتی تھی. حضرت شعیب علیہ السلام کا دائرہ نبوت اور حدود دعوت وتبلیغ مدین سے لیکر اس کی نواحی آبادی تک تھا جہاں ایک درخت کی پوجا ہوتی تھی. وہاں کے رہنے والوں کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے. اس لحاظ سے اصحاب الایکہ اور اہل مدین کے پیغمبر ایک ہی یعنی حضرت شعیب علیہ السلام تھے اور یہ ایک ہی پیغمبر کی امت تھی، ایکہ چونکہ قوم نہیں بلکہ درخت تھا.

ۃ۔۱۷۷ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ جبکہ ان سے شعیب علیہ السلام نے کہا کہ کیا

تمہیں ڈر خوف نہیں.

ۃ۔۱۷۸ اِنّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ہ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں.

ۃ۔۱۷۹ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ہ اللہ کا خوف کھاوَ اور میری فرمانبرداری کرو.

ۃ۔۱۸۰ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ ط

میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا، میرا اجر تمام جہانوں کے پالنے والے کے پاس ہے.

ۃ۔۱۸۱ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ہ ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو(۱)

۱۔۱۸۱ یعنی جب تم لوگوں کو ناپ کر دو تو اسی طرح پورا دو، جس طرح لیتے وقت تم پورا ناپ کر لیتے ہو. لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ مت رکھو، کہ دیتے وقت کم دو اور لیتے وقت پورا لو!

ۃ۔۱۸۲ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ہ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو

ۃ۔۱۸۳ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ہ

لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو(۲) بے باکی کے ساتھ زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

۱۔۱۸۳ یعنی لوگوں کو دیتے وقت ناپ یا تول میں کمی مت کرو.

ۃ۔۱۸۴ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّۃَ الْاَوَّلِیْنَ ط ہ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا.

ۃ۔۱۸۵ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ہ انہوں نے کہا تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے.

ۃ۔۱۸۶ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ہ

انہوں نے کہا تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے اور ہم تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں(۱)

ا۔۱۸۶ یعنی تو جو دعوا کرتا ہے کہ مجھے اللہ نے وحی و رسالت سے نوازا ہے، ہم تجھے اس دعوے میں جھوٹا سمجھتے ہیں، کیونکہ تو بھی ہم جیسا انسان ہے. پھر تو اس شرف سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے.

ۃ۔۱۸۷ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ط ہ

اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادے (ا)

ا۔۱۸۷ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی تہدید کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اگر تو واقعی سچا ہے تو جا ہم تجھے نہیں مانتے، ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا کر دکھا!

ۃ۔۱۸۸ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہ کہا کہ میرا رب خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو(ا)

ا۔۱۸۸ یعنی تم جو کفر وشرک کر رہے ہو، سب اللہ کے علم میں ہے اور وہی اس کی جزا تمہیں دے گا، اگر چاہے گا تو دنیا میں بھی دے دے گا، یہ عذآب اور سزا اس کے اختیار میں ہے.

ۃ۔۱۸۹ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ہ

چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا (ا) وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا.

ا۔۱۸۹ انہوں نے بھی کفار مکہ کی طرح آسمانی عذاب مانگا تھا، اللہ نے اس کے مطابق ان پر عذاب نازل فرما دیا اور وہ اس طرح کے بعض روایات کے مطابق سات دن تک ان پر سخت گرمی اور دھوپ مسلط کردی، اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا اور یہ سب گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے اس سائے تلے جمع ہوگئے اور کچھ سکھ کا سانس لیا لیکن چند لمحے بعد ہی آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہوگئے، زمین زلزلے سے لرز اٹھی اور ایک سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا یوں تین قسم کا عذاب ان پر آیا اور یہ اس دن آیا جس دن ان پر بادل سایہ فگن ہوا، اس لئے فرمایا کہ سائے والے دن کے عذآب نے انہیں پکڑ لیا۔

ة۔١٩٠ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُ ھُمۡ مُّؤۡ مِنِیۡنَ ہ
یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں کے اکثر مسلمان نہ تھے.

ة۔١٩١ وَ اِنَّ رَ بَّکَ لَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّ حِیۡمُ ہ اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا ١٠

ة۔١٩٢ وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِ یۡلُ رَ بِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ہ ط اور بیشک و شبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے.

ة۔١٩٣ نَزَ لَ بِہِ الرُّ وۡ حُ الۡاَ مِیۡنُ ہ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے (١)

ا۔١٩٣ کفار مکہ نے قرآن کے وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا اور اسی بنا پر رسالت محمد یہ اور دعوت محمد یہ کا انکار کیا. اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے واقعات بیان کر کے یہ واضع کیا کہ یہ قرآن یقیناً وحی الٰہی ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں. کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ پیغمبر جو پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے گزشتہ انبیا اور قوموں کے واقعات کس طرح بیان کر سکتا تھا؟ اس لئے یہ قرآن یقیناً اللہ رب العالمین ہی کی طرف سے نازل کردہ ہے جسے ایک امانت دار فرشتہ جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے.

ة۔١٩٤ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡ نَ مِنَ الۡمُنۡذِ رِیۡنَ ہ آپ کے دل پر اترا ہے (١) کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں (٢)

ا۔١٩٤ دل کا بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ حواس باختہ میں دل ہے سب سے زیادہ ادراک اور حفظ کی قوت رکھتا ہے.

٢۔١٩٤ یعنی نزول قرآن کی علت ہے.

ة۔١٩٥ بِلِسَا نٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ہ صاف عربی زبان میں ہے.

ة۔١٩٦ وَ اِنَّہٗ لَفِیۡ زُ بُرِ الۡاَ وَّلِیۡنَ ہ اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا تذکرہ ہے (١)

ا۔١٩٦ یعنی جس طرح پیغمبر آخری زماں ﷺ کے ظہور و بعث کا اور آپ ﷺ کی صفات کا

تذکرہ پچھلی کتابوں میں ہے، اسی طرح اس قرآن کے نزول کی خوشخبری بھی صابقہ آسمانی کتابوں میں دی گئی تھی. ایک دوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ یہ قرآن مجید، بہ اعتبار ان احکام کے، جن پر شریعتوں کا اتفاق رہا ہے، پچھلی کتابوں میں بھی موجود رہا ہے.

ۃ۔۱۹۷ اَوَ لَمۡ یَکُنۡ لَّھُمۡ اٰیَۃً اَنۡ یَّعۡلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۝ ط

کیا انہیں یہ نشانی کافی نہیں کہ حقانیت قرآن کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں (۱)

۱۹۷۔۱ کیونکہ ان کتابوں میں آپ ﷺ کا اور قرآن کا ذکر موجود ہے. یہ کفار مکہ، مذہبی معاملات میں یہود کی طرح رجوع کرتے تھے. اس اعتبار سے فرمایا کہ کیا ان کا یہ جاننا اور بتلانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ محمد ﷺ، اللہ کے سچے رسول اور یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے. پھر یہود کی اس بات کو مانتے ہوئے پیغمبر پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟

ۃ۔۱۹۸ وَلَوۡ نَزَّلۡنٰہُ عَلٰی بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِیۡنَ ۝ اور اگر ہم کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے.

ۃ۔۱۹۹ فَقَرَاَہٗ عَلَیۡھِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ مُؤۡمِنِیۡنَ ۝ ط پس وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے باور کرنے والے نہ ہوتے (۱)

۱۹۹۔۱ یعنی کسی عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہ کہتے کہ یہ ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتا. جیسے حم السجدہ ۴۴ میں ہے.

ۃ۔۲۰۰ کَذٰلِکَ سَلَکۡنٰہُ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۝ اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو داخل کر دیا ہے (۱)

۲۰۰۔۱ یعنی سَلَکۡنَاہُ میں ضمیر کا مرجع کفر و تکذیب اور جحود و عناد ہے.

ۃ۔۲۰۱ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ۝ وہ جب تک دردناک عذابوں کو ملاحظہ نہ کرلیں ایمان نہ لائیں گے.

ۃ۔۲۰۲ فَیَاۡتِیَھُمۡ بَغۡتَۃً وَّ ھُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۝ پس وہ عذاب ان کو ناگہاں آجائے گا انہیں اس کا

شعور بھی نہ ہوگا۔

ۃ۔۲۰۳ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی (۱)۔

۲۰۳۔۱ لیکن مشاہدۂ عذاب کے بعد مہلت نہیں دی جاتی، نہ اس وقت کی توبہ ہی مقبول ہے۔

ۃ۔۲۰۴ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ پس کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں (۱)

۲۰۴۔۱ یہ اشارہ ہے ان کے مطالبے کی طرف جو اپنے پیغمبر سے کرتے رہے ہیں کہ اگر تو سچا ہے تو عذاب لے آ۔

ۃ۔۲۰۵ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اُٹھانے دیا۔

ۃ۔۲۰۶ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ پھر انہیں وہ عذاب آ لگا جن سے یہ دھمکائے جاتے تھے۔

ۃ۔۲۰۷ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ تو جو کچھ بھی یہ برتتے رہے اس میں سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا (۱)۔

۲۰۷۔۱ یعنی اگر ہم نے انہیں مہلت دے دیں اور پھر انہیں اپنے عذاب کی گرفت میں لیں، تو کیا دنیا کا مال و متاع ان کے کچھ کام آئے گا؟ یعنی انہیں عذاب سے بچا سکے گا؟ نہیں یقیناً نہیں۔

ۃ۔۲۰۸ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا ہے مگر اسی حال میں کہ اس کے لئے ڈرانے والے تھے۔

ۃ۔۲۰۹ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ نصیحت کے طور پر اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں (۱)

۲۰۹۔۱ یعنی ارسال رسل اور انداز کے بغیر اگر ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیتے تو یہ ظلم ہوتا، تاہم ہم نے

ایسا ظلم نہیں کیا بلکہ عدل کے تقاضوں کے مطابق ہم نے پہلے ہر بستی میں رسول بھیجے، جنہوں نے اہل بستی کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور اس کے بعد جب انہوں نے پیغمبر کی بات نہیں مانی، تو ہم نے انہیں ہلاک کیا. یہی مضمون بنی اسرائیل۔۱۵ اور قصص۔۵۹ وغیرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے.

ۃ۔۲۱۰ وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ہ اس قرآن کو شیطان نہیں لائے.

ۃ۔۲۱۱ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ ہ نہ وہ اس قابل ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے.

ۃ۔۲۱۲ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ہ ط بلکہ وہ سننے سے محروم کردیئے گئے ہیں (ا)

۲۱۲۔ا ان آیات میں قرآن کی، شیطانی دخل اندازیوں سے، محفوظیت کا بیان ہے. ایک تو اس لئے کہ شیاطین کا قرآن لے کر نازل ہونا، ان کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد شر و فساد اور منکرات کی اشاعت ہے، جب کہ قرآن کا مقصد نیکی کا حکم اور فروغ اور منکرات کا سد باب ہے گویا دونوں ایک دوسرے کی ضد اور باہم منافی ہیں. دوسرے، یہ کہ شیاطین اس کی طاقت بھی نہیں رکھتے، تیسرے، نزول قرآن کے وقت شیاطین اس کے سننے سے دور اور محروم رکھے گئے، آسمانوں پر ستاروں کو چوکیدار بنا دیا گیا تھا اور جو بھی شیطان اوپر جاتا یہ ستارے اس پر بجلی بن کر گرتے اور بھسم کر دیتے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو شیاطین سے بچانے کا خصوصی اہتمام فرمایا.

ۃ۔۲۱۳ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ہ

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے.

ۃ۔۲۱۴ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ہ اپنے قریبی رشتہ والوں کو ڈرا دے (ا)

۲۱۴۔ا پیغمبر کی دعوت صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں، بلکہ پوری قوم کے لئے ہوتی ہے اور نبی ﷺ تو پوری نسل انسانی کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئے تھے. قریبی رشتہ داروں کو دعوت ایمان، دعوت عام کے منافی نہیں، بلکہ اسی کا ایک حصہ یا اس کا ترجیحی پہلو ہے. جس طرح حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے بھی سب سے پہلے اپنے باپ آزر کو توحید کی دعوت دی تھی. اس حکم کے بعد نبی ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یا صباحا کہہ کر آواز دی. یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے جب دشمن اچانک حملہ کر دے، اس کے ذریعہ سے قوم کو خبردار کیا جاتا ہے. یہ کلمہ سن کر لوگ جمع ہو گئے، آپ نے قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے لے کر فرمایا، بتلاؤ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی پشت پر دشمن کا لشکر موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے، تو کیا تم مانو گے؟ سب نے کہا ہاں، یقیناً ہم تصدیق کریں گے. آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے نذیر بنا کر بھیجا ہے، میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، اس پر ابولہب نے کہا، تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے بلایا تھا؟ اس کے جواب میں یہ سورۂ تبت نازل ہوئی (صحیح بخاری)

ۃ۔٢١٥ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ه

اس کے ساتھ نرمی سے پیش آ، جو بھی ایمان لانے والا ہو کہ تیری تابعداری کرے.

ۃ۔٢١٦ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ه

اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کر رہے ہو۔

ۃ۔٢١٧ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ه اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ.

ۃ۔٢١٨ الَّذِیْ یَرٰكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ه جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے.

ۃ۔٢١٩ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ه اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی (١)

٢١٩۔١ یعنی جب تو تنہا ہوتا ہے، تب بھی اللہ دیکھتا ہے اور جب لوگوں میں ہوتا ہے تب بھی.

ۃ۔٢٢٠ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط ه وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب ہی جاننے والا ہے.

ۃ۔٢٢١ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ه کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں.

ۃ۔٢٢٢ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ه وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں (١)

۲۲۲۔ا یعنی اس قرآن کے نزول میں شیطان کا کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ شیطان تو جھوٹوں اور گنہا گاروں (یعنی کاہنوں، نجومیوں وغیرہ) پر اترتے ہیں نہ کہ انبیا صالحین پر.

۲۲۳۔ۃ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ط ہ (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں (ا)

۲۲۳۔ا یعنی ایک ادھ بات، جو کسی طرح وہ سننے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، ان کاہنوں کو آ کر بتلا دیتے ہیں، جن کے ساتھ وہ جھوٹی باتیں اور بھی ملا لیتے ہیں.

۲۲۴۔ۃ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ط ہ شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں.

۲۲۵۔ۃ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں.

۲۲۶۔ۃ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ہ اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں (ا)

۲۲۶۔ا شاعروں کی اکثریت چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ وہ اصول کی بجائے، ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں. علاوہ ازیں اس میں غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور شاعرانہ تخیلات میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھٹکتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ ان کے پیچھے لگنے والے بھی گمراہ ہیں، اسی قسم کے اشعار کے لئے حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ " پیٹ کو لہو پیپ سے بھر جانا، جو اسے خراب کردے، شعر سے بھر جانے سے بہتر ہے" (ترمذی و مسلم وغیرہ)

رکوع ۱۱ ۲۲۷۔ۃ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ط وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ہ ع

سوائے ان کے جو ایمان لائے (ا) اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا (۲) جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں (۳)

۲۲۷۔۱ اس سے ان شاعروں کو مستثنیٰ فرما دیا گیا، جن کی شاعری صداقت اور حقائق پر مبنی ہے اور استثنا ایسے الفاظ سے فرمایا جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایماندار، عمل صلح پر کار بند اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا شاعر، جس میں جھوٹ، غلو اور افراط اور تفریط ہو، کر ہی نہیں سکتا. یہ ان ہی لوگوں کا کام ہے جو مومنانہ صفات سے عاری ہوں.

۲۲۷۔۲ یعنی ایسے مومن شاعر، ان کافر شعرا کا جواب دیتے ہیں، جس میں انہوں نے مسلمانوں کی (برائی) کی ہو. جس طرح حضرت حسان بن ثابت ؓ کافروں کی شاعری کا جواب دیا کرتے تھے اور خود نبی ﷺ ان کو فرماتے کہ " ان (کافروں) کی ہجو بیان کرو، جبرئیل علیہ السلام بھی تمہارے ساتھ ہیں (صحیح بخاری)

۲۲۷۔۳ یعنی کون سی جگہ وہ لوٹتے ہیں؟ اور وہ جہنم ہے. اس میں ظالموں کے لئے سخت وعید ہے. جس طرح حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے " تم ظلم سے بچو! اس لئے کہ ظلم قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا (صحیح مسلم)

☆ سُوۡرَۃُ النَّمۡل ۲۷ یہ سورت مکی ہے اس میں (۹۳) آیات اور (۷) رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

☆ نَمۡل چیونٹی کو کہتے ہیں. اس سورت میں چیونٹیوں کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کو سورۂ نمل کہا جاتا ہے.

ۃ۔۱ طٰسٓ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ہ

طس، یہ آیتیں ہیں قرآن کی (یعنی واضع) اور روشن کتاب کی.

ۃ۔۲ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ہ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے.

ة۔۳ الَّذِ یۡنَ یُقِیۡمُوۡ نَ الصَّلٰو ۃَ وَ یُؤۡ تُوۡ نَ الزَّکٰو ۃَ وَ ھُمۡ بِا لۡاٰ خِرَۃِ ھُمۡ یُو قِنُوۡنَ ہ

جونماز قائم کرتے ہیں اورزکوٰۃ ادا کرتے ہیں اورآخرت پر یقین رکھتے ہیں (ا).

۳۔ا یہ مضمون متعدد جگہ گزر چکا ہے کہ قرآن کریم ویسے تو پوری نسل انسانی کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے لیکن اس سے حقیقتاً راہ یاب وہی ہونگے جو ہدایت کے طالب ہونگے، جولوگ اپنے دل اوردماغ کی کھڑکیوں کو حق کے دیکھنے اور سننے سے بند یا اپنے دلوں کو گناہوں کی تاریکیوں سے مسخ کرلیں گے، قرآن انہیں کس طرح سیدھی راہ پر لگا سکتا ہے، ان کی مثال اندھوں کی طرح ہے جو سورج کی روشنی سے فیض یاب نہیں ہوسکتے، دراں حالیکہ سورج کی روشنی پورے عالم کی درخشانی کا سبب ہے.

ة۔۴ اِنَّ الَّذِ یۡنَ لَا یُؤۡ مِنُوۡ نَ بِا لۡاٰ خِرَ ۃِ زَیَّنَّا لَھُمۡ اَ عۡمَا لَھُمۡ فَھُمۡ یَعۡمَھُوۡ نَ ہ ط

جولوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے انہیں ان کے کرتوت زینت دار کر دکھائے (ا) ہیں، پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں (۲)

۴۔ا یہ گناہوں کا وبال اور بدلہ ہے کہ برائیاں ان کو اچھی لگتی ہیں اورآخرت پر عدم ایمان اس کا بنیادی سبب ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ ہر کام اس کی مشیت سے ہی ہوتا ہے، تاہم اس میں بھی اللہ کا وہی اصول کارفرما ہے کہ نیکوں کے لئے نیکی کا راستہ اور بدوں کے لئے بدی کا راستہ آسان کردیا جاتا ہے. لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک راستے کا اختیار کرنا، یہ انسان کے اپنے ارادے پر منحصر ہے.

۴۔۲ یعنی گمراہی کے جس راستے پر وہ چل رہے ہوتے ہیں، اس کی حقیقت سے وہ آشنا نہیں ہوتے اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی نہیں پاتے.

ة۔۵ اُو لٰٓـئِكَ الَّـذِ یۡـنَ لَهُـمۡ سُـوۡٓ ءُ الۡـعَـذَ ا بِ وَ ھُـمۡ فِـی الۡاٰ خِـرَ ۃِ ھُـمُ الۡاَ خۡـسَرُوۡ نَ ہ

یہی لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اورآخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں.

ق۔٦ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ہ

بیشک آپ کو اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جارہا ہے.

ق۔٧ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ہ

(یاد ہوگا) جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے، میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر یا آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا تاکہ تم سینک تاپ کرلو(١)

ا۔٧ یہ اس وقت کا واقع ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر واپس آ رہے تھے، رات کو اندھیرے میں راستے کا علم نہیں تھا اور سردی سے بچاؤ کے لئے آگ کی ضرورت تھی۔

ق۔٨ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ

جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے(١) اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے(٢).

ا۔٨ دور سے جہاں آگ کے شعلے لپکتے نظر آئے، وہاں پہنچے یعنی کوہ طور پر، تو دیکھا کہ سر سبز درخت سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں. یہ حقیقت میں آگ نہیں تھی، اللہ کا نور تھا، جس کی تجلی آگ کی طرح محسوس ہوتی تھی مَنْ فِى النَّارِ میں مَنْ سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ اور نار سے مراد اس کا نور ہے اور وَمَنْ حَوْلَهَا (اس کے اردگرد) سے مراد موسیٰ اور فرشتے، حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے حجاب (پردے) کو نور (روشنی) اور ایک روایت میں نار (آگ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور فرمایا ہے، کہ " اگر اپنی ذات کو بے نقاب کردے تو اس کا جلال تمام مخلوقات کو جلا کر رکھ دے" (صحیح مسلم)

ق۔٩ یٰمُوْسٰٓی اِنَّہٗٓ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ہ

موسٰی! سن بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب (ا) باحکمت.

ا۔٩ درخت سے ندا کا آنا، حضرت موسٰی علیہ السلام کے لئے باعث تعجب تھا.اللہ تعالیٰ نے فرمایا، موسٰی! تعجب نہ کر میں ہی اللہ ہوں.

ق۔١٠ وَ اَلْقِ عَصَاکَ ط فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ط یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ہ

تو اپنی لاٹھی ڈال دے، موسٰی نے جب اسے ہلتا جلتا دیکھا اس طرح کہ گویا وہ ایک سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا، اے موسٰی! خوف نہ کھا (٢) میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے.

ا۔١٠ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے، ورنہ موسٰی علیہ السلام اپنے ہاتھ کی لاٹھی سے نہ ڈرتے دوسرا، طبعی خوف پیغمبر کو بھی لاحق ہوسکتا ہے کیونکہ وہ بھی بالآخر انسان ہی ہوتے ہیں.

ق۔١١ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

لیکن جو لوگ ظلم کریں (ا) پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو میں بھی بخشنے والا مہربان ہوں (٢).

ا۔١١ یعنی ظالم کو تو خوف ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت نہ فرما لے.

٢۔١١ یعنی ظالم کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہوں۔

ق۔١٢ وَ اَدْخِلْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِہٖ ط اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ہ

اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال، وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے (ا) تو نو نشانیاں لے کر

فرعون اور اس کی قوم کی طرف جا (۲) یقیناً وہ بدکاروں کا گروہ ہے.

۱۲۔۱ یعنی بغیر برص وغیرہ کی بیماری کے۔ یہ لاٹھی کے ساتھ دوسرا معجزہ انہیں دیا گیا.

۱۲۔۲ فِیْ تِسْعِ آیَاتٍ یعنی یہ دو معجزے ان ۹ نشانیوں میں سے ہیں، جن کے ذریعے سے میں نے تیری مدد کی ہے. انہیں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جا، ان ۹ نشانیوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۔۱۰۱ کا حاشیہ.

ۃ۔۱۳ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ہ

پس جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والے (۱) ہمارے معجزے پہنچے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے.

۱۳۔۱ مُبْصِرَةً، واضح اور روشن یا اسم فاعل مفعول کے معنی میں ہے

ۃ۔۱۴ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ہ ع

انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر (۱) پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرواز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا.

۱۴۔۱ یعنی علم کے باوجود جو انہوں نے انکار کیا تو اس کی وجہ ان کا ظلم اور استکبار تھا.

ۃ۔۱۵ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ

اور دونوں نے کہا، تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے.

ۃ۔۱۶ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ہ

اور داود کے وارث سلیمان ہوئے (۱) اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے (۲) اور وہ سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں (۳) بیشک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے.

۱۶۔۱ اس سے مراد نبوت اور بادشاہت کی وراثت ہے، جس کے وارث صرف سلیمان علیہ السلام قرار پائے۔ ورنہ حضرت داود علیہ السلام کے اور بھی بیٹے تھے جو اس کی وراثت سے محروم رہے. ویسے بھی انبیا کی واراثت علم میں ہی ہوتی ہے، جو مال اسباب وہ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے (البخاری کتاب الفرائض ومسلم، کتاب الجہاد)

۱۶۔۲ بولیاں تو تمام جانور کی سکھلائی گئی تھیں لیکن پرندوں کا ذکر بطور خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ پرندے سائے کے لئے ہر وقت ساتھ رہتے تھے. اور بعض کہتے ہیں کہ صرف پرندوں کی بولیاں سکھلائی گئی تھیں اور چونٹیاں بھی منجملہ پرندوں کے ہیں۔ (فتح القدیر)

۱۶۔۳ جس کی ان کو ضرورت تھی، جیسے علم، نبوت، حکمت، مال، جن وانس اور طیور وحیوانات کی تسخیر وغیرہ.

۱۷۔ۃ وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ الطَّیۡرِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرند میں سے جمع کئے گئے (۱) ہر ہر قسم الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی (۲)

۱۷۔۱ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس انفرادی خصوصیت وفضیلت کا ذکر ہے، جس میں وہ پوری تاریخ انسانیت میں ممتاز ہیں کہ ان کی حکمرانی صرف انسانوں پر ہی نہ تھی بلکہ جنات، حیوانات اور چرند پرند حتٰی کہ ہوا تک ان کے ماتحت تھی، اس میں کہا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے تمام لشکر یعنی جنوں، انسانوں اور پرندوں سب کو جمع کیا گیا یعنی کہیں جانے کے لئے یہ لاؤ لشکر جمع کیا گیا.

۱۷۔۲ یعنی سب کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم (قسم وار) کر دیا جاتا تھا س، مثلاً انسانوں، جنوں کا گروہ، پرندوں اور حیوانات کا گروہ وغیرہ وغیرہ.

ۃ۔١٨ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ہ

جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں! اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اسکا لشکر تمہیں روند ڈالے(١)

١٨۔١ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حیوانات میں بھی ایک خاص قسم کا شعور موجود ہوتا ہے۔ گو وہ انسانوں سے بہت کم اور مختلف ہے۔ دوسرا، یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنی عظمت وفضیلت کے باوجود عالم الغیب نہیں تھے۔ اس لئے چیونٹیوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں بے خبری میں ہم روند نہ دی جائیں. تیسرا یہ کہ حیوانات بھی اس عقیدۂ صحیحہ سے بہرہ ور تھے اور ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں. جیسا کہ آگے آنے والے ہدہد کے واقعے سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے. چوتھا یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کے علاوہ دیگر جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے. یہ علم بطور اعجاز اللہ تعالٰی نے انہیں عطا فرمایا تھا، جس طرح تسخیر جنات وغیرہ اعجازی شان تھی.

ۃ۔١٩ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ہ

اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر بجا لاؤ جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں (١) اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر لے.

١٩۔١ چیونٹی جیسی حقیر مخلوق کی گفتگو سن کر سمجھ لینے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں شکر گزاری کا احساس پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھ پر کتنا انعام فرمایا ہے.

۲۰ وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَآ اَرَی الْھُدْ ھُدَ اَمْ کَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ہ

آپ نےپرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقع وہ غیر حاضر ہے؟(۱)

۲۰۔۱ یعنی موجود تو ہے، مجھے نظر نہیں آرہا یا یہاں موجود ہی نہیں ہے.

۲۱ لَاُ عَذِّ بَنَّہٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَآ اَذْ بَحَنَّہٗٓ اَوْ لَیَاْ تِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ہ

یقیناً میں اسے سزا دونگا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے.

۲۲ فَمَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ وَ جِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ہ

کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ آکر اس نے کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہیں،(۱) میں سبا(۲) کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں.

۲۲۔۱ سَبَـــاً ایک شخص کا نام پر ایک قوم کا نام بھی تھا اور ایک شہر کا بھی. یہاں شہر مراد ہے. یہ صنعاء (یمن) سے تین دن کے فاصلے پر ہے اور مارب یمن کے نام سے معروف ہے (فتح القدیر)

۲۳ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّ لَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ہ

میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے(۱) جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے(۲).

۲۳۔۱ یعنی ہد ہد کے لئے بھی یہ امر باعث تعجب تھا کہ سبا میں ایک عورت حکمران ہے. لیکن آج کل کہا جاتا ہے کہ عورتیں بھی ہر معاملے میں مردوں کے برابر ہیں. اگر مرد حکمران ہوسکتا ہے تو عورت کیوں نہیں ہوسکتی، حالانکہ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے. عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں.

۲۳۔۲ کہا جاتا ہے کہ اس کا طول ۸۰ ہاتھ اور عرض ۴۰ ہاتھ اور انچائی ۳۰ ہاتھ تھی اور اس میں موتی،

سرخ یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے، واللہ اعلم. (فتح القدیر) ویسے یہ قول مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا. یمن میں بلقیس کا جو محل ٹوٹی پھوٹی شکل میں موجود ہے اس میں اتنے بڑے تخت کی گنجائش نہیں.

۲۴ وَ جَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ہ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے(۱) پس وہ ہدایت پر نہیں آتے.

۲۴۔۱ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پرندوں کو یہ شعور ہے کہ غیب کا علم انبیا بھی نہیں جانتے، جیسا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ میں ایک ایسی اہم خبر لایا ہوں جس سے آپ بھی بے خبر ہیں، اسی طرح وہ اللہ کی وحدنیت کا احساس وشعور بھی رکھتے ہیں. اسی لئے یہاں ہدہد نے حیرت واستعجاب کے انداز میں کہا کہ یہ ملکہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے ، سورج کی پجاری ہے اور شیطان کے پیچھے لگی ہوئی ہے. جس نے ان کے لئے سورج کی عبادت کو بھلا کر کے دکھلایا ہوا ہے.

۲۵ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ہ

کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے(۱) اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔

۲۵۔۱ یعنی آسمان سے بارش برساتا اور زمین سے اس کی مخفی چیزیں نباتات، معدنیات اور دیگر زمینی خزانے ظاہر فرماتا اور نکالتا ہے.

۲۶ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہ اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ عظمت والے عرش کا مالک ہے. السجدہ

ة۔٢٧ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ہ

سلیمان (ا) نے کہا، اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے.

٢٧۔ا مالک تو اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کا ہے لیکن یہاں صرف عرش عظیم کا ذکر کیا، ایک تو اس لئے کہ عرش الٰہی کائنات کی سب سے بڑی چیز اور سب سے برتر ہے. دوسر، یہ واضح کرنے کے لئے کہ ملکہ سبا کا تخت شاہی بھی، گو بہت بڑا ہے لیکن اسے عرش عظیم سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق مستوی ہے. ہدہد نے چونکہ توحید کا وعظ اور شرک کا رد کیا ہے اور اللہ کی عظمت وشان کو بیان کیا ہے، اس لئے حدیث میں آتا ہے " چار جانوروں کو قتل مت کرو۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد یعنی لٹورا " (مسند احمد)

ة۔٢٨ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ہ

میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں(ا).

٢٨۔ا یعنی ایک جانب ہٹ کر چھپ جا اور دیکھ کہ وہ آپس میں کیا گفتگو کرتے ہیں.

ة۔٢٩ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّىْۤ اُلْقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ہ

وہ کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے.

ة۔٣٠ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ

جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے.

ة۔٣١ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَىَّ وَاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ہ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ(ا) رکوع ٢

٣١۔ا جس طرح نبی ﷺ نے بھی بادشاہوں کو خطوط لکھے تھے، جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی

دعوت دی گئی تھی۔اسی طرح سلیمان علیہ السلام نے بھی اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت بذریعہ خط دی۔

۳۲ قَالَتْ يَآ أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَفْتُونِي فِيٓ أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ ۝

اس نے کہا اے میرے سردار! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کرتی۔

۳۳ قَالُوا نَحْنُ أُولُوا قُوَّةٍ وَّأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ وَّالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ۝

ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں (۱) آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں (۲)

۳۳۔۱ یعنی ہمارے پاس قوت اور اسلحہ بھی ہے اور لڑائی کے وقت نہایت پامردی سے لڑنے والے بھی ہیں، اس لئے جھکنے اور دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۳۔۲ اس لئے کہ ہم تو آپ کے تابع ہیں، جو حکم ہوگا، بجالائیں گے۔

۳۴ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوٓا أَعِزَّةَ أَهْلِهَآ أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝

اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں (۱) تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں (۲) اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے (۳)۔

۳۴۔۱ یعنی طاقت کے ذریعے سے فتح کرتے ہوئے۔

۳۴۔۲ یعنی قتل و غارت گری کر کے اور قیدی بنا کر۔

۳۴۔۳ بعض مفسرین کے نزدیک یہ اللہ کا قول ہے جو ملکۂ سبا کی تائید میں ہے اور بعض کے نزدیک یہ بلقیس ہی کا کلام اور اس کا تتمہ ہے اور یہی سیاق کے زیادہ قریب ہے۔

ۃ۔۳۵ وَ اِنِّیۡ مُرۡ سِلَۃٌ اِلَیۡھِمۡ بِھَدِ یَّۃٍ فَنٰظِرَ ۃٌ بِمَ یَرۡ جِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ہ

میں انہیں ایک ہد یہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لیکر لوٹتے ہیں (۱)

۳۵۔۱ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ سلیمان علیہ السلام کوئی دنیا دار بادشاہ ہے یا نبی مرسل، جس کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے. اگر ہد یہ قبول نہیں کیا تو یقیناً اس کا مقصد دین کی اشاعت و سر بلندی ہے، پھر ہمیں بھی اطاعت بغیر چارہ نہیں ہوگا.

ۃ۔۳۶ فَلَمَّا جَآ ءَ سُلَیۡمٰنَ قَا لَ اَتُمِدُّ وۡ نَنِ بِمَا لٍ فَمَآ اٰ تٰنِ اللّٰہُ خَیۡرٌ مِّمَّآ اٰ تٰکُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِھَدِ یَّتِکُمۡ تَفۡرَ حُوۡ نَ ہ

پس جب قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو؟ (۱) مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے پس تم ہی اپنے تحفے سے خوش رہو (۲).

۳۶۔۱ یعنی تم دیکھ نہیں رہے، کہ اللہ نے مجھے ہر چیز سے نوازا ہوا ہے. پھر تم اس ہدیئے سے میرے مال و دولت میں کیا اضافہ کر سکتے ہو؟ یہ دریافت کرنا انکاری ہے۔ یعنی کوئی اضافہ نہیں کر سکتے.

۳۶۔۲ یہ بطور توبیخ کے کہا کہ تم اس ہدیئے پر فخر کرو اور خوش ہو، میں تو اس سے خوش ہونے سے رہا، اس لئے کہ ایک تو دنیا میرا مقصود ہی نہیں. دوسرے اللہ نے مجھے وہ کچھ دیا ہے جو پورے جہان میں کسی کو نہیں دیا. تیسرے، مجھے نبوت سے بھی سرفراز کیا گیا ہے.

ۃ۔۳۷ اِرۡ جِعۡ اِلَیۡھِمۡ فَلَنَاۡ تِیَنَّھُمۡ بِجُنُوۡ دٍ لَّا قِبَلَ لَھُمۡ بِھَا وَ لَنُخۡرِ جَنَّھُمۡ مِّنۡھَآ اَ ذِ لَّۃً وَّ ھُمۡ صٰغِرُوۡ نَ ہ

جا ان کی طرف واپس لوٹ جا، ہم ان (کے مقابلہ) پر وہ لشکر لائیں گے جن کے سامنے پڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور ہم انہیں ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے (۱).

۳۷۔ا حضرت سلیمان علیہ السلام نرے بادشاہ ہی نہیں تھے، اللہ کے پیغمبر بھی تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے لوگوں کو ذلیل خوار کیا جانا ممکن نہیں تھا، لیکن جنگ وقتال کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کیونکہ جنگ نام ہی کشت و خون اور اسیری کا ہے اور ذلت وخواری سے یہی مراد ہے، ورنہ اللہ کے پیغمبر لوگوں کو خواہ مخواہ ذلیل خوار نہیں کرتے۔ جس طرح نبی ﷺ کا طرز عمل اور اسوۂ حسنہ جنگوں کے موقع پر رہا۔

ۃ۔۳۸ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ۝

آپ نے فرمایا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لادے (۱)

۳۸۔ا حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جواب سے ملکہ نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے چنانچہ انہوں نے مطیع ومنقاد ہو کر آنے کی تیاری شروع کر دی۔ سلیمان علیہ السلام کو بھی ان کی آمد کی اطلاع مل گئی تو آپ نے انہیں مزید اپنی اعجازی شان دکھانے کا پروگرام بنایا اور انکے پہنچنے سے قبل ہی اس کا تخت شاہی اپنے پاس منگوانے کا بندوبست کیا۔

ۃ۔۳۹ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ۝

ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا (۱) ہوں، یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار (۲)

۳۹۔ا اس سے وہ مجلس مراد ہے، جو مقدمات کی سماعت کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام صبح سے نصف النہار تک منعقد فرماتے تھے۔

۳۹۔۲ یعنی میں اسے اٹھا کر لا بھی سکتا ہوں اور اس کی کسی چیز میں ہیرا پھیری بھی نہیں کروں گا۔

ۃ۔۴۰ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَ مَنْ
شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ہ

جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں (۱) جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے، تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار (بے پروا اور بزرگ) غنی اور کریم ہے.

۴۰۔۱ یہ کون شخص تھا جس نے یہ کہا؟ یہ کتاب کون سی تھی؟ اور یہ علم کیا تھا، جس کے زور پر یہ دعویٰ کیا گیا؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان تینوں کی پوری حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے. یہاں قرآن کریم کے الفاظ سے جو معلوم ہوتا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ وہ کوئی انسان ہی تھا، جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا، اللہ تعالیٰ نے کرامات اور اعجاز کے طور پر اسے یہ قدرت دے دی کہ پلک جھپکتے میں وہ تخت لے آیا. کرامت اور معجزہ نام ہی ایسے کاموں کا ہے جو ظاہری اسباب اور امور عادیہ کے یکسر خلاف ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیت سے ہی ظہور پذیر پاتے ہیں. اس لئے نہ شخصی قوت قابل تعجب ہے اور نہ اس علم کا سراغ لگانے کی ضرورت، جس کا ذکر یہاں ہے. کیونکہ یہ تو اس شخص کا تعارف ہے جس کے ذریعے سے یہ کام ظاہری طور پر انجام پایا، ورنہ حقیقت میں تو یہ مشیت الٰہی ہی کی کارفرمائی ہے جو چشم زدن میں، جو چاہے، کر سکتی ہے. حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس حقیقت سے اگاہ تھے، اس لئے انہوں نے دیکھا کہ تخت موجود ہے تو اسے فضل ربی سے تعبیر کیا.

۴۱۔ۃ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ہ

حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ پھیر بدل کر (۱) دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے (۲)

۴۱_۱ یعنی اس کے رنگ روپ یا واضع و شکل شباہت میں تبدیلی کردو.

۴۱_۲ یعنی وہ اس بات سے اگاہ ہوتی ہے کہ یہ تخت اسی کا ہے یا اس کو سمجھ نہیں پاتی؟ دوسرا مطلب ہے کہ وہ راہ ہدائیت پاتی ہے یا نہیں؟ یعنی اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی اس پر راہ ہدائیت واضع ہوتی ہے یا نہیں؟

ۃ_۴۲ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝

پھر جب وہ آگئی تو اس سے کہا (دریافت کیا) گیا کہ ایسا ہی تیرا (بھی) تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے (۱) ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے (۲)

۴۲_۱ ردوبدل سے چونکہ اس کی وضع شکل میں کچھ تبدیلی آگئی تھی، اس لئے اس نے صاف الفاظ میں اس کے اپنے ہونے کا اقرار بھی نہیں کیا اور ردوبدل کے باوجود انسان پھر بھی اپنی چیز کو پہچان لیتا ہے، اس لئے اپنے ہونے کی نفی بھی نہیں کی. اور یہ کہا ” گویا یہ وہی ہے “ اس میں اقرا ہے نہ نفی. بلکہ نہایت محتاط جواب ہے.

۴۲_۲ یعنی یہاں آنے سے قبل ہی ہم سمجھ گئے تھے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ کے مطیع ومنقاد ہو گئے تھے. لیکن امام ابن کثیر وشوکانی وغیرہ نے اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے کہ ہمیں پہلے ہی یہ علم دے دیا گیا تھا کہ ملکہ سبا تابع فرمان ہو کر حاضر خدمت ہوگی.

ۃ_۴۳ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی ، یقیناً وہ کافر لوگوں میں تھی (۱)

۴۳_۱ یعنی اسے اللہ کی عبادت سے جس چیز نے روک رکھا تھا وہ غیر اللہ کی عبادت تھی، اور اس کی وجہ وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق ایک کافر قوم سے تھا، اس لئے توحید کی حقیقت سے بے خبر رہی، یعنی اللہ

نے یا اللہ کے حکم سے سلیمان علیہ السلام نے اسے غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا؛ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے (فتح القدیر)

ق۔۴۴ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ط قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ط قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ ع

اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو، جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں (۱) فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے، کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا. اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں.

۴۴۔۱ یہ محل شیشے کا بنا ہوا تھا، جس کا صحن اور فرش بھی شیشے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نبوت کے اعجازی مظاہرے دکھانے کے بعد مناسب سمجھا کہ اسے اپنی دنیاوی شان وشوکت کی بھی ایک جھلک دکھلا دی جائے جس میں اللہ نے انہیں تاریخ انسانیت میں ممتاز کیا تھا. چنانچہ اس محل میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، جب وہ داخل ہونے لگی تو اس نے اپنے پائنچے چڑھا لئے. شیشے کا فرش اسے پانی معلوم ہوا جس سے اپنے کپڑوں کو بچانے کے لئے اس نے کپڑے سمیٹ لئے.

ق۔۴۵ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ہ

یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے (۱)

۴۵۔۱ ان سے مراد کافر اور مومن ہیں، جھگڑنے کا مطلب ہر فریق کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق پر ہے.

ق۔۴۵ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

اللّٰہ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ

آپ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر مچا رہے ہو(۱) تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے.

۴۶۔۱ یعنی ایمان قبول کرنے کی بجائے، تم کفر ہی پر کیوں اصرار کر رہے ہو، جو عذاب کا باعث ہے. علاوہ ازیں اپنے عناد و سرکشی کی وجہ سے کہتے بھی تھے کہ ہم پر عذاب لے آ. جس کے جواب میں حضرت صالح علیہ السلام نے یہ کہا.

ۃ۔۴۷ قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ط قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ہ

وہ کہنے لگے ہم تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے(۱) ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے، بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو(۲)

۴۷۔۱ عرب جب کسی کام کا یا سفر کا ارادہ کرتے تو پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور وہ کام کر گزرتے یا سفر پر روانہ ہو جاتے اور اگر بائیں جانب اڑتا تو بدشگونی سمجھتے اور اس کام یا سفر سے رک جاتے (فتح القدیر) اسلام میں یہ شگونی اور نیک شگونی جائز نہیں ہے البتہ فال نکالنا جائز ہے

۴۷۔۲ یا گمراہی میں ڈھیل دے کر تمہیں آزمایا جا رہا ہے.

ۃ۔۴۸ وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ہ

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے.

ۃ۔۴۹ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ہ

انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالح اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ

ماریں گے(١) اوراس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں (٢)

٤٩۔١ یعنی صالح علیہ السلام کو اور اس کے گھر والوں کو قتل کر دیں گے، یہ قسمیں انہوں نے اس وقت کھائیں، جب اونٹنی کے قتل کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آ جائے گا. انہوں نے کہا کہ عذاب کے آنے سے قبل ہی ہم صالح علیہ السام اوران کے گھر والوں کا صفایا کر دیں.

٤٩۔٢ یعنی ہم قتل کے وقت وہاں موجود نہ تھے ہمیں اس بات کا علم ہے کہ کون انہیں قتل کر گیا ہے.

٥٠۔ة وَ مَكَرُ وْ ا مَكْرًا وَّ مَكَرْ نَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ہ

انہوں نے مکر (خفیہ تدبیر) کیا(١) اور ہم نے بھی (٢) اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے(٣).

٥٠۔١ ان کا مکر یہی تھا کہ انہوں نے باہم حلف اٹھایا کہ رات کی تاریکی میں اس منصوبہ قتل کو بروئے کار لائیں اور تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی ہم صالح علیہ السلام اوران کے گھر والوں کو ٹھکانے لگا دیں.

٥٠۔٢ یعنی ہم نے ان کی اس سازش کا بدلہ دیا اور انہیں ہلاک کر دیا. اسے بھی مَكَرْ نَا مَكْرًا کے طور پر تعبیر کیا گیا.

٥٠۔٣ اللہ کی اس تدبیر (مکر) کو سمجھتے ہی نہ تھے.

٥١۔ة فَا نْظُرْ كَيْفَ كَا نَ عَا قِبَةُ مَكْرِ هِمْ اَنَّا دَمَّرْ نٰهُمْ وَ قَوْ مَهُمْ اَ جْمَعِيْنَ ہ

(اب) دیکھ لے ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا(١)

٥١۔١ یعنی ہم نے مذکورہ ٩ سرداروں کو ہی نہیں، بلکہ ان کی قوم کو بھی مکمل طور پر ہلاک کر دیا. کیونکہ وہ قوم ہلاکت کے اصل سبب کفر میں مکمل طور پر ان کے ساتھ شریک تھی اور گو عملی طور ان کے منصوبہ قتل میں شریک نہ ہو سکی تھی. کیونکہ یہ منصوبہ خفیہ تھا لیکن ان کی منشا اور دلی آرزو کے عین مطابق تھا اس لئے وہ بھی

گویا اس مکر میں شریک تھی جو ۹ افراد نے حضرت صالح علیہ السلام اوران کے اہل کے خلاف تیار کیا تھا۔ اس لئے پوری قوم ہی ہلاکت کی مستحق قرار پائی۔

ۃ۔۵۲ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ہ

یہ ہیں ان کے مکانات جوان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں، جولوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

ۃ۔۵۳ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ہ

ہم نے ان کو جوایمان لائے تھے اور پرہیزگار تھے بال بال بچالیا۔

ۃ۔۵۴ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ہ

اورلوط کا (ذکرکر) جبکہ (ا) اس نے اپنی قوم سے کہا کہ باوجود دیکھنے بھالنے کے پھر بھی تم بدکاری کررہے ہو (۲)

ا۔۵۴ یعنی لوط علیہ السلام کا قصہ یاد کرو، جب لوط علیہ السلام نے کہا یہ قوم عموریہ اور سدوم بستیوں میں رہائش پذیر تھی۔

۲۔۵۴ یعنی یہ جاننے کے باوجود کہ یہ بے حیائی کا کام ہے. یہ بصارت قلب ہے.اور اگر بصارت ظاہری یعنی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہوتو معنی ہونگے کہ نظروں کے سامنے یہ کام کرتے ہو،یعنی تمہاری سرکشی اس حدتک پہنچ گئی ہے کہ چھپنے کا تکلف بھی نہیں کرتے ہو۔

ۃ۔۵۵ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ہ

یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ (ا) حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کررہے ہو (۲)

ا۔۵۵ یہ تکرار توبیخ کے لئے ہے کہ یہ بے حیائی وہی لواطت ہے جو تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے غیر

فطری شہوت رانی کے طور پر کرتے ہو.

۵۵۔۲ یا اس کی حرمت سے یا اس معصیت کی سزا سے تم بے خبر ہو. ورنہ شاید یہ کام نہ کرتے.

ۃ۔۵۶ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ہ

قوم کا جواب بجز اس کہنے کہ اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کے اپنے شہر سے شہر بدر کر دو، یہ تو بڑے پاکباز بن رہے ہیں (۱)

۵۶۔۱ بطور طنز اور استہزا کے کہا.

ۃ۔۵۷ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہ

پس ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا، اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے (۱).

۵۷۔۱ یعنی پہلے ہی اس کی بابت یہ اندازہ یعنی تقدیر الٰہی میں تھا وہ انہی پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی جو عذاب سے دوچار ہونگے.

ۃ۔۵۸ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ہ ع

اور ان پر ایک (خاص قسم کی) بارش برسا دی (۱) پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی.

۵۸۔۱ ان پر عذاب آیا، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور کھنگروں کی بارش ہوئی.

ۃ۔۵۹ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہ

تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے (۱) کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں.

۵۹۔۱ جن کو اللہ نے رسالت اور بندوں کی رہنمائی کے لئے چنا تا کہ لوگ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں.

اَمَّنْ خَلَقَ ۲۰

سورت	نمل	قصص	عنکبوت
صفحہ	جاری	۶۹۲	۷۲۸

ۃ۔۶۰ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ

بھلا بتاؤ؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگائے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے).

۶۰۔ا امن کا ان ایات میں مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ ذات جو ان تمام چیزوں کو بنانے والی ہے، اس شخص کی طرح ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں؟ (ابن کثیر)

ۃ۔۶۱ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

کیا وہ جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا (۱) اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی (۲) کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں.

۶۱۔ا یعنی ساکن اور ثابت، نہ ہلتی ہے، نہ ڈولتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین پر رہنا ممکن ہی نہ ہوتا. زمین پر بڑے بڑے پہاڑ بنانے کا مقصد بھی زمین کو حرکت کرنے سے اور ڈولنے سے روکنا ہی ہے.

۶۱۔۲ اس کی تشریح کے لئے دیکھیں سورۃ الفرقان۔۵۳ کا حاشیہ۔.

ۃ۔۶۲ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بقلِيلًا مَّا تَذَ كَّرُوْ نَ ہ ؕ

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے(۱) اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنانا ہے(۲) کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔

۶۲۔۱ یعنی وہی اللہ ہے جسے سختی کے وقت پکارا جاتا اور مصیبتوں کے وقت جس سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں اس کی طرف رجوع کرتا اور برائی کو وہی دور کرتا ہے۔ مزید ملاحظہ ہو سورۃ الاسراء۔ ۶۷ سورہ النمل۔ ۵۳

۶۲۔۲ یعنی ایک امت کے بعد دوسری، ایک قوم کے بعد دوسری قوم اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرنا ہے۔ ورنہ اگر وہ سب کو ایک ہی وقت میں وجود بخش دیتا تو زمین تنگ ہونے کا شکوہ کرتی معیشت میں بھی دشواریاں پیدا ہوتیں اور سب کو ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں ہی مصروف و سرگرداں رہتے یعنی یکے بعد دیگرے انسانوں کو پیدا کرنا اور ایک دوسرے کا جانشین بنانا، یہ بھی اس کی کمال مہربانی ہے۔

ۃ۔۶۳ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہ

کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے(۱) اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے(۲) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔

۶۳۔۱ یعنی آسمانوں پر ستاروں کو درخشانی عطا کرنے والا کون ہے؟ جن سے تم تاریکیوں میں راہ پاتے ہو، پہاڑوں اور وادیوں کا پیدا کرنے والا کون ہے جو ایک دوسرے کے لئے سرحدوں کا کام بھی دیتے ہیں اور راستوں کی نشاندہی بھی۔

۶۳۔۲ یعنی بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں، جو بارش کی خوشخبری ہی نہیں ہوتیں، بلکہ ان سے خشک سالی کے مارے ہوئے لوگوں میں خوشی کی لہر بھی دوڑ جاتی ہے۔

ۃ۔۶۴ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

اللّٰہِ ط قُلۡ ھَاتُوۡا بُرۡ ھَا نَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِ قِیۡنَ ہ

کیا وہ جومخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا(۱) اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے(۲) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

۶۴۔۱ یعنی قیامت والے دن تمہیں دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔

۶۴۔۲ یعنی آسمان سے بارش نازل فرما کر، زمین سے اس کے چھپے خزانے (غلہ جات اور میوے) پیدا فرماتا ہے اور یوں آسمان و زمین کی برکتوں کو کھول دیتا ہے۔

۶۵۔ۃ قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَ رۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّا نَ یُبۡعَثُوۡ نَ ہ

کہہ دیجئے کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا (۱) انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھ کھڑے کیئے جائیں گے۔

۶۵۔۱ یعنی جس طرح مذکورہ معاملات میں اللہ تعالیٰ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی طرح غیب کے علم میں بھی وہ متفرد ہے۔اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔نبیوں اور رسولوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ وحی اور الہام کے ذریعے سے انہیں بتلا دیتا ہے اور جو علم کسی کے بتلانے سے حاصل ہو، اس کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے ہیں، اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا اس لئے کہ وہ تو فرما رہا ہے کہ "آسمان و زمین میں غیب کا علم صرف اللہ کو ہے" (صحیح بخاری)

۶۶۔ۃ بَلِ ادّٰ رَكَ عِلۡمُهُمۡ فِی الۡاٰ خِرَ ةِ بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡهَا بَلۡ هُمۡ مِّنۡهَا عَمُوۡ نَ ہ ع رکوع ۵

بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا ہے(۱) بلکہ یہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں(۲)۔

۶۶۔۱ یعنی ان کا علم آخرت کے وقوع کا وقت جاننے سے عاجز ہے۔ یا ان کا علم آخرت کے بارے میں برابر ہے جیسے نبی ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے استفسار پر فرمایا تھا کہ "قیامت

کے بارے میں نبی اکرم ﷺ بھی سائل (حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے زیادہ علم نہیں رکھتے" یا یہ معنی ہیں کہ ان کا علم مکمل ہوگیا، اس لئے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں کئے گئے وعدوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

۶۶۔۲ یعنی دنیا میں آخرت کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ اندھے ہیں کہ عقل وبصیرت کی وجہ سے آخرت پر یقین سے محروم ہیں۔

ۃ۔۶۷ وَ قَالَ الَّذِيْنَكَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝

کافروں نے کہا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔

ۃ۔۶۸ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

ہم اور ہمارے باپ دادوں کو بہت پہلے سے یہ وعدے دیئے جاتے رہے۔ کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں (۱)۔

۶۸۔۱ یعنی اس میں حقیقت کوئی نہیں، بس ایک دوسرے سے سن کر یہ کہتے چلے آرہے ہیں۔

ۃ۔۶۹ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا

ۃ۔۷۰ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝

آپ ان کے بارے میں غم نہ کریں اور ان کے داؤں گھات سے تنگ دل نہ ہوں۔

ۃ۔۷۱ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر سچے ہو تو بتلا دو۔

ۃ۔۷۲ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

جواب دیجئے! کہ شاید بعض وہ چیزیں جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تم سے بہت ہی قریب ہوگئی ہوں (۱)

۷۲۔۱ اس سے مراد جنگ بدر کا وہ عذاب ہے جو قتل اور اسیری کی شکل میں کافروں کو پہنچا یا یا عذاب قبر ہے رَدِفَ، قرب کے معنی میں ہے، جیسے سواری کی عقبی نشست پر بیٹھنے والے کو ردیف کہا جاتا ہے۔

۲۷۔۷۳ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ہ

یقیناً آپ کا پروردگار تمام لوگوں پر بڑے ہی فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں (۱)

۷۳۔۱ یعنی عذاب میں تاخیر، یہ بھی اللہ کے فضل وکرم کا ایک حصہ ہے، لیکن لوگ پھر بھی اس سے انکار کر کے ناشکری کرتے ہیں.

۲۷۔۷۴ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ہ

بیشک آپ کا رب ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں۔

۲۷۔۷۵ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہ

آسمان اور زمین کی کوئی پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو (۱)

۷۵۔۱ اس سے مراد لوح محفوظ ہے. ان ہی غائب چیزوں میں اس عذاب کا علم بھی ہے جس کے لئے یہ کفار جلدی مچاتے ہیں لیکن اس کا وقت بھی اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے جسے صرف وہی جانتا ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے جو اس نے کسی قوم کی تباہی کے لئے لکھ رکھا ہے، تو پھر اسے تباہ کر دیتا ہے. یہ مقررہ وقت آنے سے پہلے جلدی کیوں کرتے ہیں؟

۲۷۔۷۶ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ہ

یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا بیان کر رہا جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں (۱)

۷۶۔۱ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے تھے. ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے. یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے تھے اور عیسائی ان کی شان میں غلو حتیٰ کہ انہیں، اللہ یا اللہ کا بیٹا قرار دے دیا قرآن کریم نے ان کے حوالے سے ایسی باتیں بیان فرمائیں، جن سے حق واضح ہو جاتا ہے اور اگر وہ قرآن کے بیان کردہ حقائق کو مان لیں تو ان کے عقائدی اختلاف اور تفریق وانتشار کم ہو سکتا ہے.

۲۷۔۷۷ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہ

اور یہ قرآن ایمان والوں کے لئے یقیناً ہدایت اور رحمت ہے(۱)

۷۷۔ا مومنوں کا اختصاص اس لئے کہ وہی قرآن سے فیض یاب ہوتے ہیں۔انہیں میں وہ بنی اسرائیل بھی ہیں جو ایمان لے آئے تھے۔

ۃ۔۷۸ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۚ‏

آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے سب فیصلے کر دے گا(۱) وہ بڑا ہی غالب اور دانا ہے۔

۷۸۔ا یعنی قیامت میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کر کے حق کو باطل سے ممتاز کر دے گا اور اس کے مطابق جزا وسزا کا اہتمام فرمائے گا یا انہوں نے اپنی کتابوں میں جو تعریفیں کی ہیں، دنیا میں ہی ان کا پردہ چاک کر کے ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔

ۃ۔۷۹ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ ۚ‏

پس آپ یقیناً اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے، یقیناً آپ سچے اور کھلے دین پر ہیں(۱)

۷۹۔ا یعنی اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دیں اور اسی پر اعتماد کریں، وہی آپ کا مددگار ہے۔

ۃ۔۸۰ اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ۚ‏

بیشک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں(۱) جبکہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں۔

۸۰۔ا یہ ان کافروں کی پروا نہ کرنے اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھنے کی دوسری وجہ ہے کہ یہ لوگ مردہ ہیں جو کسی کی بات سن کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے یا بہرے ہیں جو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ راہ یاب ہونے والے ہیں۔گویا کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی جن میں حس ہوتی ہے نہ عقل اور بہروں سے، جو وعظ و نصیحت سنتے ہیں نہ دعوت اللہ قبول کرتے ہیں۔

ۃ۔۸۱ وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ‏

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر رہنمائی کر سکتے ہیں (۱) آپ تو صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں.

۸۱۔۱ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ حق سے اندھا کر دے، آپ ان کی اس طرح رہنمائی نہیں فرما سکتے جو انہیں مطلوب یعنی ایمان تک پہنچا دے.

ۃ۔۸۲ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ؏ ٦

جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا،(۱) ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا (۲) کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے.

۸۲۔۱ یعنی جب نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا نہیں رہ جائے گا.

۸۲۔۲ یہ وہی ہے جو قرب قیامت کی علامات میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا " قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، ان میں ایک جانور نکلنا ہے۔ (صحیح بخاری) دوسری روایت میں ہے " سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی، وہ ہے سورج کا مشرق کی بجائے، مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت جانور کا نکلنا. ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوگی، دوسری اس کے فوراً بعد ظاہر ہو جائے گی (صحیح بخاری)

ۃ۔۸۳ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے گھیر گھار کر لائیں گے پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے (۱)

۸۳۔۱ یا قسم قسم کر دیئے جائیں گے. یعنی زانیوں کا ٹولہ، شرابیوں کا ٹولہ وغیرہ. یا یہ معنی ہیں کہ ان کو روکا جائے گا. یعنی ان کو اِدھر اُدھر اور آگے پیچھے ہونے سے روکا جائے گا اور سب کو ترتیب وار لا کر

جہنم میں پھینک دیا جائے گا.

ۃ۔۸۴ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُ وْ قَالَ اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ

جب سب کے سب آ پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو باوجودیکہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا؟(۱) اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کرتے رہے؟(۲)

۸۴۔۱ یعنی تم نے میری توحید اور دعوت کے دلائل سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کہ اور اس کے بغیر ہی میری آیتوں کو جھٹلاتے رہے.

۸۴۔۲ جس کی وجہ سے تمہیں میری باتوں پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملا.

ۃ۔۸۵ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ہ

بسبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا ان پر بات جم جائے گی اور وہ کچھ بول نہ سکیں گے(۱)

۸۵۔۱ یعنی ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا کہ جسے وہ پیش کر سکیں. یا قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے بولنے کی قدرت سے ہی محروم ہونگے اور بعض کے نزدیک یہ اس وقت کی کیفیت کا بیان ہے جب ان کے منہوں پر مہر لگا دی جائے گی.

ۃ۔۸۶ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْکُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ہ

کیا وہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس میں آرام حاصل کر لیں اور دن کو ہم نے دکھلانے والا بنایا ہے(۱) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان ویقین رکھتے ہیں.

۸۶۔۱ تاکہ وہ اس میں کسب معاش کے لئے دوڑ دھوپ کر سکیں.

ۃ۔۸۷ وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

شَآءَ اللّٰهُ ط وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ہ

جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے (۱) مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے (۲) اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہونگے.

۸۷۔۱ صور سے مراد وہی قرن ہے جس میں اسرائیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے پھونک ماریں گے پہلی پھونک میں ساری دنیا گھبرا کر بے ہوش اور دوسری پھونک میں موت سے ہمکنار ہو جائے گی اور تیسری پھونک میں سب لوگ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہونگے جس سے سب لوگ میدان محشر میں اکھٹے ہو جائیں گے.

۸۷۔۲ یہ مستثنیٰ لوگ کون ہونگے. بعض کے نزدیک انبیا و شہدا، بعض کے نزدیک فرشتے اور بعض کے نزدیک سب اہل ایمان ہیں. امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ تمام مذکورین ہی اس میں شامل ہوں کیونکہ اہل ایمان حقیقی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے.

ۃ۔۸۸ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ہ

اور پہاڑوں کو دیکھ کر اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کرتے ہیں لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑتے پھریں گے (۱) یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے (۲) جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے.

۸۸۔۱ یہ قیامت والے دن ہوگا کہ پہاڑ اپنی جگہوں پر نہیں رہیں گے بلکہ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اڑیں گے.

۸۸۔۲ یعنی یہ اللہ کی عظیم قدرت سے ہوگا جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔ لیکن وہ ان مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح کر دینے پر قادر ہے.

ۃ۔۸۹ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ہ

جولوگ نیک عمل لائیں گے انہیں اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے (ا)

۸۹۔ا یعنی حقیقی اور بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ ہوں گے.

ۃ۔۹۰ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۖ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے. صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کرتے رہے ہو.

ۃ۔۹۱ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اس حرمت والا بنایا ہے (ا) جس کی ملکیت ہر چیز ہے اور مجھے بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں ہو جاؤں.

۹۱۔ا اس سے مراد مکہ شہر ہے اس کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا ہے کہ اسی میں خانہ کعبہ ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کو بھی سب سے زیادہ محبوب تھا ''حرمت والا'' کا مطلب ہے اس میں خون ریزی کرنا، ظلم کرنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا حتّٰی کہ کانٹا توڑنا بھی منع ہے (بخاری کتاب الجنائز)

ۃ۔۹۲ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝

اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں، جو راہ راست پر آجائے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر آئے گا اور بہک جائے تو کہہ دیجئے! کہ میں صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں (ا).

۹۲۔ا یعنی میرا کام صرف تبلیغ ہے. میری دعوت و تبلیغ سے مسلمان ہو جائے گا، اس میں اسی کا فائدہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا، اور جو میری دعوت کو نہیں مانے گا، تو میرا کیا؟ اللہ تعالیٰ خود ہی اس

سے حساب لے لے گا اور اسے جہنم کے عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

ۃ۔۹۳ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ سَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ فَتَعۡرِفُوۡنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ع ۷

کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں (۱) وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم (خود) پہچان لوگے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے آپ کا رب غافل نہیں (۲)۔

۹۳۔۱ کہ جو کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک دلیل قائم نہیں کر دیتا۔

۹۳۔۲ بلکہ ہر چیز کو وہ دیکھ رہا ہے۔ اس میں کافروں کے لئے ترہیب شدید اور تہدید عظیم ہے۔

سُوۡرَةُ القَصَص ۲۸ یہ سورت مکی ہے اس میں (۸۸) آیات ہیں اور (۹) رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالٰی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ۃ۔۱ طٰسٓمّٓ ۝ ۲۔ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝

طسم۔ۃ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔

ۃ۔۳ نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰى وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَـقِّ لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝

ہم آپ کے سامنے موسٰی اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں (۱)

۳۔۱ یہ واقع اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں کیونکہ وحی الٰہی کے بغیر صدیوں قبل کے واقعات بالکل اس طریقے سے بیان کر دینا جس طرح پیش آتے ناممکن ہے، تاہم اس کے باوجود اس سے فائدہ اہل ایمان ہی کو ہوگا کیونکہ وہی آپ کی باتوں کی تصدیق کریں گے۔

ۃ۔۴ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝

یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی (۱) اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا (۲)

وران کے لڑکوں کوتو ذبح کر ڈالتا تھا(۳) اوران کی لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھابیشک وہ تھاہی مفسدوں میں سے.

۴۔۱ یعنی ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اپنے کو بڑا معبود کہلاتا تھا.

۴۔۲ جن کے ذمے الگ الگ کام اور ڈیوٹیاں تھیں.

۴۔۳ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں، جو اس وقت کی افضل ترین قوم تھی لیکن آزمائش کے طور پر فرعون کی غلام اور اس کی ستم زانیوں کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی.

۴۔۴ جس کی وجہ بعض نجومیوں کی پیش گوئی تھی کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ایک بچے کے ہاتھوں فرعون کی ہلاکت اور اس کی سلطنت کا خاتمہ ہوگا. جس کا حل اس نے یہ نکالا کہ ہر پیدا ہونے والا اسرائیلی بچہ قتل کر دیا جائے.

ق۔۵ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ہ

پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہیں کو پیشوا اور (زمین) کا وارث بنائیں (۱)

۵۔۱ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کمزور اور غلام قوم کو مشرق ومغرب کا وارث (مالک وحکمران) بنا دیا نیز انہیں دین کا پیشوا اور امام بھی بنا دیا.

ق۔۶ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَ نُرِىَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَ هُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ہ

اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں (۱) اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں (۲)۔

۶۔۱ یہاں زمین سے مراد ارض شام ہے جہاں وہ کنعانیوں کی زمین کے وارث بنے کیونکہ مصر سے

نکلنے کے بعد بنی اسرائیل مصر واپس نہیں گئے، واللہ اعلم.

۶۔۲ یعنی انہیں جو اندیشہ تھا کہ ایک اسرائیلی کے ہاتھوں فرعون کی اور اس کے ملک ولشکر کی تباہی ہوگی، ان کے اس اندیشے کو ہم نے حقیقت کر دکھایا.

۷۔ق وَ اَوۡ حَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡ ضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡكِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ہ

ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی (۱) کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج نہ کرنا (۲) ہم یقیناً اسے تیری طرف لٹانے والے ہیں (۳) اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں.

۷۔۱ وحی سے مراد یہاں دل میں بات ڈالنا ہے، وہ وحی نہیں ہے، جو انبیا پر فرشتے کے ذریعے سے نازل کی جاتی تھی اور اگر فرشتے کے ذریعے سے بھی آئی ہو، تب بھی اس ایک وحی سے موسٰی علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ فرشتے بعض دفعہ عام انسانوں کے پاس بھی آ جاتے ہیں. جیسے حدیث میں واقع، ابرص اور اعمی کے پاس فرشتوں کا آنا ثابت ہے (متفق علیہ، بخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

۷۔۲ یعنی دریا میں ڈوب جانے یا ضائع ہو جانے سے ڈرنا اور اس کی جدائی کا غم نہ کرنا.

۷۔۳ یعنی ایسے طریقے سے کہ جس سے اس کی نجات یقینی ہو، کہتے ہیں کہ جب قتل اولاد کا یہ سلسلہ زیادہ ہوا تو فرعون کی قوم کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں بنی اسرائیل کی نسل ہی ختم نہ ہو جائے اور مشقت والے کام ہمیں نہ کرنے پڑ جائیں. اس اندیشے کا ذکر انہوں نے فرعون سے کیا، جس پر نیا حکم جاری کر دیا گیا کہ ایک سال بچے قتل کیے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں؛ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس میں بچے قتل نہ کئے جاتے تھے، جب کہ موسٰی علیہ السلام قتل والے سال پیدا ہوئے. لیکن اللہ تعالٰی نے ان کی حفاظت کا سروسامان پیدا فرما دیا.

ق۸ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ
جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝

آخر فرعوں کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا (۱) کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا (۲) کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار (۳)۔

۸۔۱ یہ تابوت بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، جو لب دریا تھا اور وہاں فرعون کے نوکروں چاکروں نے پکڑ کر باہر نکال لیا۔

۸۔۲ یہ عاقبت کے لئے ہے۔ یعنی انہوں نے تو اسے اپنا بچہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کر لیا تھا نہ کہ دشمن سمجھ کر لیکن انجام ان کے اس فعل کا یہ ہوا کہ وہ ان کا دشمن اور رنج و غم کا باعث، ثابت ہوا۔

۸۔۳ یہ اس سے پہلے کی تعلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے لئے دشمن کیوں ثابت ہوئے؟ اس لئے کہ وہ سب اللہ کے نافرمان اور خطا کار تھے، اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے پروردہ کو ہی ان کی ہلاکت کا ذریعہ بنا دیا۔

ق۹ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ
اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو (۱) بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا ہی بیٹا بنا لیں (۲) اور یہ لوگ شعور ہی نہیں رکھتے تھے (۳)۔

۹۔۱ یہ اس وقت کہا جب تابوت میں ایک حسین و جمیل بچہ انہوں نے دیکھا۔ بعض کے نزدیک یہ اس وقت کا قول ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کے بال نوچ لئے تھے تو فرعوں نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

۹۔۲ کیونکہ فرعون اولاد سے محروم تھا۔

۹۔۳ کہ یہ بچہ، جسے وہ اپنا بچہ بنا رہے ہیں، یہ تو وہی بچہ ہے جس کو مارنے کے لئے سینکڑوں بچوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا ہے.

ق۔۱۰ وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِهٖ لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝

موسٰی (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا(۱) قریب تھیں کہ اس واقع کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دے دیتے یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے(۲)

۱۰۔۱ یعنی ان کا دل ہر چیز اور فکر سے فارغ (خالی) ہو گیا اور ایک ہی فکر یعنی موسٰی علیہ السلام کا غم دل میں سما گیا، جس کو اردو میں بے قراری سے تعبیر کیا گیا ہے.

۱۰۔۲ یعنی شدت غم سے یہ ظاہر کر دیتیں کہ یہ ان کا بچہ ہے لیکن اللہ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا جس پر انہوں نے صبر کیا اور یقین کر لیا کہ اللہ نے اس موسٰی علیہ السلام کو بخریت واپس لٹانے کا جو وعدہ کیا ہے، وہ پورا ہو گا.

ق۔۱۱ وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّیۡهِ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۝

موسٰی علیہ السلام کی والدہ نے اس کی بہن (۱) سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا، تو وہ اسے دور ہی دور سے دیکھتی رہی (۲) اور فرعون کو اس کا علم نہ ہوا.

۱۱۔۱ موسٰی کی بہن کا نام مریم بنت عمران تھا جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ کا مریم بنت عمران تھیں نام اور ولدیت دونوں میں اتحاد تھا۔

۱۱۔۲ چنانچہ وہ دریا کے کنارے کنارے، دیکھتی رہی تھی، حتّٰی کہ اس نے دیکھ لیا کہ اسکا بھائی فرعون کے محل میں چلا گیا ہے.

ق۔۱۲ وَ حَرَّمۡنَا عَلَیۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤی اَهۡلِ بَیۡتٍ یَّكۡفُلُوۡنَهٗ

لَكُمۡ وَ هُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡ نَ ہ

ان کے پہنچنے سے پہلے ہم نے موسٰی (علیہ السلام) پردائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا (۱) یہ کہنے لگی کہ میں تمہیں (۲) ایسا گھرانا بتاؤں جو اس بچے کی تمہارے لئے پرورش کرے اور ہوں بھی اس بچے کی خیر خواہ.

۱۲۔۱ یعنی ہم نے اپنی قدرت اور تکوینی حکم کے ذریعے سے موسٰی علیہ السلام کو اپنی ماں کے علاوہ کسی اور انا کا دودھ پینے سے منع کر دیا، چنانچہ بسیار کوشش کے باوجود کوئی انا انہیں دودھ پلانے اور چپ کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی.

۱۲۔۲ یہ سب منظر ان کی ہمشیرہ خاموشی کے ساتھ دیکھ رہی تھیں، بالآخر بول پڑیں کہ میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے.

۱۳۔ة فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُهَا وَ لَا تَحۡزَنَ وَ لِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ہ ع

رکوع الر

پس ہم نے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا، (۱) تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالٰی کا وعدہ سچا ہے (۲) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے.

۱۳۔۱ جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا، تو فرعون نے والدۂ موسٰی سے محل میں رہنے کی استدا کی تاکہ بچے کو صحیح پرورش اور نگہداشت ہو سکے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ بچے کو وہ اپنے ساتھ ہی گھر میں لے جائیں اور وہیں اس کی پرورش کریں اور اس کی اجرت انہیں شاہی خزانے سے دی جائے گی، سبحان اللہ! اللہ کی قدرت کے کیا کہنے، دودھ اپنے بچے کو پلائیں اور تنخواہ فرعون سے وصول کریں، رب نے موسٰی علیہ السلام کو واپس لوٹانے کا وعدہ کس احسن طریقے سے پورا فرمایا.

۱۴۔ة وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسۡتَوٰۤى اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِیۡنَ ہ

اور جب (موسٰی علیہ السلام) اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہوگئے ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا(۱) نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں.

۱۴۔۱ حکم اور علم سے مراد نبوت ہے تو اس مقام تک کس طرح پہنچے، اس کی تفصیل اگلی آیات میں ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نبوت نہیں بلکہ عقل اور دانش اور وہ علوم ہیں جو انہوں نے اپنے آبائی اور خاندانی ماحول میں رہ کر سیکھے.

ۃ۔۱۵ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اور موسٰی (علیہ السلام) ایک ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے(۱) یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک تو اس کے رفیق میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے(۲) اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی، جس پر موسٰی (علیہ السلام) نے اس کے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسٰی (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے،(۳) یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے(۴).

۱۵۔۱ اس سے بعض نے مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت اور بعض نے نصف النہار مراد لیا۔ جبکہ لوگ آرام کر رہے ہوتے ہیں.

۱۵۔۲ یعنی فرعون کی قوم قبط میں سے تھا.

۱۵۔۳ اسے شیطانی فعل اس لئے قرار دیا کہ قتل ایک نہایت سنگین جرم ہے اور حضرت موسٰی علیہ السلام کا مقصد اسے ہرگز قتل کرنا نہیں تھا.

۱۵۔۴ جس کی انسان سے دشمنی بھی واضح ہے اور انسان کو گمراہ کرنے کے لئے وہ جو جو جتن کرتا ہے وہ

بھی چھپے ہوئے نہیں.

ق۔۱۶ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝
پھر دعا کرنے لگا کہ اے پروردگار! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف فرما دے(۱) اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا، وہ بخشش اور بہت مہربانی کرنے والا ہے.

۱۶۔ا یہ اتفاقیہ قتل اگرچہ کبیرا گناہ نہیں تھا، کیونکہکبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی حفاظت فرماتا ہے۔تاہم یہ بھی ایسا گناہ نظر آتا تھا جس کے لئے بہت بخشش انہوں نے ضروری سمجھی۔ دوسرے ،انہیں خطرہ تھا کہ فرعون کواس کی اطلاع ملی تو اس کے بدلے انہیں قتل نہ کردے۔

ق۔۱۷ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ۝
کہنے لگے اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا(۱)

۱۷۔ا یعنی جو کافر اور تیرے حکموں کا مخالف ہوگا، تو نے مجھ پر جو انعام کیا ہے، اس کے سبب میں اس کا مددگار نہیں ہوں گا.

ق۔۱۸ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝
صبح ہی صبح ڈرتے (۱) اندیشہ کی حالت میں خبریں لینے شہر میں گئے، کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے. موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں تو تو صریح بے راہ ہے(۲)

۱۸۔ا ڈرتے ہوئے، ادھر ادھر جھانکتے اور اپنے بارے میں اندیشوں میں مبتلا.

۱۸۔۲ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈانٹا کہ تو کل بھی لڑتا ہوا پایا گیا تھا اور آج پھر تو کسی سے

دست بہ گریبان ہے،تو صریح بے راہ،یعنی جھگڑالو ہے.

ۃ۔۱۹ فَلَمَّآ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ كَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًا بِالۡاَمۡسِ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ہ

پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا(۱) وہ فریادی کہنے لگا کہ(۲) موسٰی (علیہ السلام) کیا جس طرح تونے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مارڈالنا چاہتا ہے،تو تو ملک میں ظالم وسرکش ہونا چاہتا ہے اور تیرا ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہو.

۱۹۔۱ یعنی حضرت موسٰی علیہ السلام نے چاہا کہ قبطی کو پکڑ لیں ،کیونکہ وہی حضرت موسٰی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا دشمن تھا،تا کہ لڑائی زیادہ نہ بڑھے.

۱۹۔۲ فریادی (اسرائیلی) سمجھا کہ موسٰی علیہ السلام شاید اسے پکڑنے لگے ہیں تو وہ بول اٹھا کہ اے موسٰی ،جس سے قبطی کے علم میں یہ بات آ گئی کہ کل جو قتل ہوا تھا،اس کا قاتل موسٰی علیہ السلام ہے،اس نے جا کر فرعون کو بتلادیا جس پر فرعون نے اس کے بدلے میں موسٰی علیہ السلام کو قتل کرنے کا عزم کرلیا.

ۃ۔۲۰ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ یَسۡعٰی قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ یَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِیَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّیۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ہ

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا(۱) اور کہنے لگا اے موسٰی! یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کررہے ہیں،پس تو جلد چلا جا مجھے اپنا خیرخواہ مان

۲۰۔۱ یہ آدمی کون تھا؟ بعض کے نزدیک یہ فرعون کی قوم کا تھا جو در پردہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا خیرخواہ تھا۔اور ظاہر ہے سرداروں کے مشورے کی خبر ایسے ہی آدمی کے ذریعے آنا زیادہ قرین قیاس ہے. بعض کے نزدیک یہ موسٰی علیہ السلام کا قریبی رشتے دار اور اسرائیلی تھا.

ق۔۲۱ فَخَرَ جَ مِنْهَا خَآ ئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَا لَ رَ بِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْ مِ الظّٰلِمِيْنَ ہ ع

پس موسیٰ (علیہ السام) وہاں سے خوفزدہ ہوکر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے (۱) کہنے لگے اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے.

۲۱۔۱ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں یہ بات آئی تو وہاں سے نکل کھڑے ہوئے تاکہ فرعون کی گرفت میں نہ آسکیں۔

۲۱۔۲ یعنی فرعون اوراس کے درباریوں سے، جنہوں نے باہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ کیا تھا، کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی علم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے؟ کیونکہ مصر چھوڑنے کا یہ حادثہ بالکل اچانک پیش آیا، پہلے سے کوئی خیال یا منصوبہ نہیں تھا، چنانچہ اللہ نے گھوڑے پر ایک فرشتہ بھیج دیا، جس نے انہیں راستے کی نشان دہی کی واللہ اعلم (ابن کثیر)

ق۔۲۲ وَ لَمَّا تَوَ جَّهَ تِلْقَآ ءَ مَدْ يَنَ قَالَ عَسٰى رَ بِّيْٓ اَنْ يَّهْدِ يَنِيْ سَوَآ ءَ السَّبِيْلِ ہ

اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے گا (۱)

۲۲۔۱ چنانچہ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ایسے سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی جس سے ان کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی یعنی وہ ہادی بھی بن گئے اور مہدی بھی، خود بھی ہدایت یافتہ اور دوسروں کو بھی ہدایت کا راستہ بتلانے والے۔

ق۔۲۳ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآ ءَ مَدْ يَنَ وَ جَدَ عَلَيْهِ اُ مَّةً مِّنَ النَّا سِ يَسْقُوْ نَ وَ وَ جَدَ مِنْ دُوْ نِهِمُ ا مْرَ اَ تَيْنِ تَذُوْ دٰ نِ قَا لَ مَا خَطْبُكُمَا ط قَا لَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰى يُصْدِ رَ الرِّعَآ ءُ وَ اَبُوْ نَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ہ

مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے (۱)

اوردوعورتیں الگ کھڑی اپنے جانوروں کوروکتی دکھائی دیں، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے(۲) وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں(۱) اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں(۳)

۲۳۔۱ دوعورتوں کو اپنے جانور روکے، کھڑے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں رحم آیا اور ان سے پوچھا، کیا بات ہے تم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتیں؟

۲۳۔۲ تاکہ مردوں سے ہمارا اختلاط نہ ہو.

۲۳۔۳ والد صاحب بوڑھے ہیں اس لئے وہ گھاٹ پر پانی پلانے کے لئے نہیں آسکتے

ۃ۔۲۴ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ه

پس آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں(۱)

۲۴۔۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اتنا لمبا سفر کر کے مصر سے مدین پہنچے تھے ،کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، جب کہ سفر کی تھکان اور بھوک سے نڈھال تھے. چنانچہ جانوروں کو پانی پلا کر ایک درخت کے سائے تلے آ کر مصروف دعا ہو گئے. خیر کئی چیزوں پر بولا جاتا ہے، کھانپر ،امور خیر اور عبادت پر، قوت پر اور مال پر(الیسر التفاسیر) یہاں اس کا اطلاق کھانے پر ہوا ہے. یعنی میں اس وقت کھانے کا ضرورت مند ہوں.

ۃ۔۲۵ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ه

اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی(۱) کہنے لگی کہ

میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے (جانوروں) کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں جب حضرت موسٰی (علیہ السلام) ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پائی (۲)۔

۲۵۔۱ بچیوں کا باپ کون تھا؟ قرآن کریم نے وضاحت سے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔ مفسرین کی اکثریت نے اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کو لیا ہے جو اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ امام شوکانی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ نبوت، حضرت موسٰی علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔ اس لئے یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ یا کوئی اور قوم شعیب علیہ السلام کا شخص مراد ہے، واللہ اعلم۔ بہر حال حضرت موسٰی علیہ السلام نے بچیوں کے ساتھ ہمدردی اور احسان کیا، وہ بچیوں نے جا کر بوڑھے باپ کو بتلایا، جس سے باپ کے دل میں بھی ہمدردی پیدا ہوئی کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دیا جائے یا اس کی محنت کی اجرت ہی ادا کر دی جائے۔

۲۵۔۲ یعنی اپنے مصر کی سرگذشت اور فرعون کے ظلم و ستم کی تفصیل سنائی جس پر انہوں نے کہا کہ یہ علاقہ فرعون کی حدود حکمرانی سے باہر ہے اس لئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے ظالموں سے نجات عطا فرما دی ہے۔

۲۶۔ة قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ه

ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے، کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو (۱)

۲۶۔۱ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ باپ نے بچیوں سے پوچھا تمہیں کس طرح معلوم ہے کہ یہ طاقت ور بھی ہے اور ایمان دار بھی، جس پر بچیوں نے بتلایا کہ جس کنویں سے پانی پلایا، اس پر اتنا

بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے کہ اسے اٹھانے کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہم نے دیکھا کہ اس شخص نے وہ پتھر اکیلے ہی اٹھالیا اور پھر بعد میں رکھ دیا اسی طرح جب میں اس کو بلا کر ساتھ لا رہی تھی، تو چونکہ راستے کا علم مجھے ہی تھا، میں آگے آگے چل رہی تھی اور یہ پیچھے پیچھے لیکن ہوا سے میری چادر اڑ جاتی تھی تو اس شخص نے کہا تو پیچھے چل، میں آگے آگے چلتا ہوں تا کہ میری نگاہ تیرے جسم کے کسی حصے پر نہ پڑے۔ راستے کی نشان دہی کے لئے پیچھے سے پتھر کنکری مار دیا کر، واللہ اعلم (ابن کثیر)

ق۔۲۷ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

اس بزرگ نے کہا میں اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح مُن دینا چاہتا ہوں (۱) اس (مہر پر) کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں (۲) ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہیں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں (۳) اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر مجھے بھلا آدمی پائیں گے (۴)۔

۲۷۔۱ ہمارے ملک میں کسی لڑکی والے کی طرف سے نکاح کی خواہش کا اظہار معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن شریعت اللہ میں یہ برا نہیں ہے۔ صفات محمودہ کا حامل لڑکا اگر مل جائے تو اسے یا اس کے گھر والوں سے اپنی لڑکی کے لئے رشتے کی بابت بات چیت کرنا برا نہیں ہے۔

۲۷۔۲ اس سے علما نے اجارے کے جواز پر استدلال کیا ہے یعنی کرائے اور اجرت پر مرد کی خدمات حاصل کرنا جائز ہے

۲۷۔۳ یعنی مزید دو سال کی خدمت میں مشقت اور ایذا محسوس کریں تو آٹھ سال کے بعد جانے کی

اجازت ہوگی.

۲۷۔۴ نہ جھگڑا کرونگا نہ اذیت پہنچاؤں گا، نہ سختی سے کام لونگا.

ۃ۔۲۸ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَ جَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ ع رکوع۔۳

موسٰی (علیہ السلام) نے کہا، خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہوگئی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو(۱) ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ (گواہ اور) کارساز ہے(۲)

۲۸۔۱ یعنی آٹھ سال بعد یا دس سال کے بعد جانا چاہوں تو مجھ سے مزید رہنے کا مطالبہ نہ کیا جائے.

۲۸۔۲ یہ بعض کے نزدیک شعیب علیہ السلام یا برادرزادہ شعیب علیہ السلام کا قول ہے اور بعض کے نزدیک حضرت موسٰی علیہ السلام کا ممکن ہے دونوں ہی کی طرف سے ہو کیونکہ جمع کا صیغہ ہے گویا دونوں نے اس معاملے پر اللہ کو گواہ ٹھہرایا اور اس کے ساتھ ہی ان کی لڑکی اور موسٰی علیہ السلام کے درمیان رشتہ ازدواجی قائم ہوگیا. باقی تفصیلات کا اللہ نے ذکر نہیں کیا. ویسے تو اسلام میں طرفین کی رضامندی کے ساتھ نکاح کے لئے دو عادل گواہ بھی ضروری ہیں.

ۃ۔۲۹ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّىْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝

موسٰی علیہ السلام نے مدت(۱) پوری کر لی اور اپنے گھر والوں لے کر چلے(۲) تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی. اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں تاکہ تم سینک لو۔

۲۹۔۱ حضرت ابن عباسؓ نے اس مدت سے دس سالہ مدت مراد لی ہے، کیونکہ یہی اکمل اور اطیب

(یعنی خسر موسٰی علیہ السلام کے لئے خوشگوار اور مرغوب) تھی اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے کریمانہ اخلاق نے اپنے بوڑھے خسر کی دلی خواہش کے خلاف کرنا پسند نہیں کیا.

۲۹۔۲ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔

ۃ۔۳۰ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ o

پس جب وہاں پہنچے تو بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے (۱) کہ اے موسٰی! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار (۲).

۳۰۔۱ یعنی آواز وادی کے کنارے سے آرہی تھی، جو مغربی جانب سے پہاڑ کے دائیں طرف تھی، یہاں درخت سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے جو دراصل رب کی تجلی کا نور تھا۔

۳۰۔۲ یعنی اے موسٰی! تجھ سے جو اس وقت مخاطب اور ہم کلام ہے، وہ میں اللہ ہوں رب العالمین.

ۃ۔۳۱ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ o

اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنی لاٹھی ڈال دے۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھن پھلا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رُخ بھی نہ کیا، ہم نے کہا اے موسٰی! آگے آ ڈر مت، یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے (۱)

۳۱۔۱ یہ موسٰی علیہ السلام کا وہ معجزہ ہے جو کوہ طور پر، نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد ان کو ملا. چونکہ اللہ کے حکم اور مشیت سے ظاہر ہوتا ہے کسی بھی انسان کے اختیار سے نہیں. چاہے وہ جلیل القدر پیغمبر اور نبی مقرب ہی کیوں نہ ہو. اس لئے جب موسٰی علیہ السلام بھی ڈر گئے ۔ جب اللہ تعالٰی نے بتلایا اور تسلی دی تو حضرت موسٰی علیہ السلام کا خوف دور ہوا اور یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالٰی

نے ان کی صداقت کے لئے بطور دلیل یہ معجزہ انہیں عطا فرمایا ہے.

ق۔۳۲ اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ‏۝

اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید (۱) اور خوف سے (بچنے کے لئے) اپنے بازو اپنی طرف ملالے (۲) پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے تیرے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کی جماعت کی طرف، یقیناً وہ سب کے سب حکم اور نافرمان لوگ ہیں (۳)۔

۳۲۔۱ یہ ید بیضاء دوسرا معجزہ تھا جو انہیں عطا کیا گیا.

۳۲۔۲ لاٹھی کا اژدھا بن جانے کی صورت میں جو خوف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاحق ہوتا تھا، اس کا حل بتلا دیا گیا کہ اپنا بازو اپنی طرف ملا لی کرو یعنی بغل میں دبا لیا کرو جس سے خوف جاتا رہا کرے گا۔

ق۔۳۳ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ قَتَلۡتُ مِنۡهُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِ ‏۝

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا پروردگار! میں نے ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں گے (۱)

۳۳۔۱ یہ خطرہ تھا جو واقع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان کو لاحق تھا، کیونکہ ان کے ہاتھوں ایک قبطی قتل ہو چکا تھا.

ق۔۳۴ وَاَخِىۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّىۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡهُ مَعِىَ رِدۡاً يُّصَدِّقُنِىۡۤ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّكَذِّبُوۡنِ ‏۝

اور میرا بھائی ہارون (علیہ اسلام) مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے میرا مددگار بنا کر

میرے ساتھ بھیج کہ مجھے سچا مانے، مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔

ۃ۔۳۵ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کردیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے فرعونی تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے بسبب ہماری نشانیوں کے، تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے غالب رہیں گے(ا)۔

۳۵۔ا یہ وہی مضمون ہے جو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان کیا گیا مثلاً، المائدہ۔٦٧ ،الاحزاب۔۳۹ المجادلہ۔۲۱المومن۔۵۱،۵۲۔

ۃ۔۳٦ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ہ

پس جب ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے دیئے ہوئے کھلے معجزے لے کر پہنچے وہ کہنے لگے یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانہ میں کبھی نہیں سنا(ا)

۳٦۔ا یعنی یہ دعوت کہ کائنات میں صرف ایک ہی اللہ اس کے لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ہمارے لئے بالکل نئی بات ہے. یہ ہم نے سنی ہے نہ ہمارے باپ دادا اس توحید سے واقف تھے مشرکین مکہ نے بھی نبی ﷺ کی بابت کہا تھا " اس نے تو تمام معبودوں کو (ختم کر کے) ایک ہی معبود بنا دیا ہے؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے "۔

ۃ۔۳۷ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ہ

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے میرا رب تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جو اس کے پاس کی ہدایت

لیکرآتا ہے(۱) اور جس کے لئے آخرت (اچھا) انجام ہوتا ہے(۲۱) یقیناً بے انصافیوں کا بھلا نہ ہوگا.

۳۷۔۱ یعنی مجھ سے اور تم سے زیادہ ہدایت کا جاننے والا اللہ ہے، اس لئے جو بات اللہ کی طرف سے آئے گی، وہ صحیح ہوگی یا تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کی.

۳۷۔۲ اچھے انجام سے مراد آخرت میں اللہ کی رضامندی اور اس کی رحمت ومغفرت کا مستحق قرار پا جانا ہے اور یہ استحقاق صرف اہل توحید کے حصے میں آئے گا.

ۃ۔۳۸ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ فَاَوْقِدْ لِىْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّىْ صَرْحًا لَّعَلِّىْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ

فرعون کہنے لگا اے درباریو! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا. سن اے ہامان! تو میرے لئے مٹی کو آگ سے پکوا پھر میرے لئے ایک محل تعمیر کر تو میں موسٰی کے معبود کو جھانک لوں (۲) اسے میں جھوٹوں میں سے ہی گمان کر رہا ہوں.

۳۸۔۱ یعنی مٹی کو آگ میں تپا کر اینٹیں تیار کر، ہامان، فرعون کا وزیر، مشیر اور اس کے معاملات کا انتظام کرنے والا تھا۔

۳۸۔۲ یعنی ایک اونچا اور مضبوط محل تیار کر، جس پر چڑھ کر میں آسمان پر یہ دیکھ سکوں کہ وہاں میرے سوا کوئی اور رب ہے.

ۃ۔۳۹ وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ہ

اس نے اس کے لشکروں نے ناحق طریقے پر ملک میں تکبر کیا(۱) اور سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے.

۳۹۔۱ زمین سے مراد ارض مصر ہے جہاں فرعون حکمران تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا، یعنی ان کے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں تھی جو موسٰی علیہ السلام کے دلائل معجزات کا رد کر سکتے لیکن استکبار،

بلکہ ان کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے ہٹ دھرمی اور انکار کا راستہ اختیار کیا.

ق۔۴۰ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ہ

بالآخر ہم نے اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا(ا) اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا.

۴۰۔ا یعنی جب ان کا کفر و طغیان حد سے بڑھ گیا اور کسی طرح بھی وہ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوئے تو بالآخر ایک صبح ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا۔

ق۔۴۱ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ہ

اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں (ا) اور روز قیامت مطلق مدد نہ کئے جائیں

۴۱۔ا یعنی جو بھی ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ کی توحید یا اس کے وجود کے منکر ہوں گے، تو ان کا امام و پیشوا یہی فرعونی سمجھے جائیں گے جو جہنم کے داعی ہیں۔

ق۔۴۲ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ہ ع

اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی بدحال لوگوں میں سے ہونگے (ا).

۴۲۔ا یعنی دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی اور آخرت میں بھی وہ بدحال ہونگے. یعنی چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلگوں جیسا کہ جہنمیوں کے تذکرے میں آتا ہے.

ق۔۴۳ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ہ

اوران اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عنائت فرمائی (۱)
جولوگوں کے لئے دلیل اور ہدائیت ورحمت ہوکر آئی تھی (۲) تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں (۳)

۴۳۔۱ یعنی فرعون اور اس کی قوم یا نوح و عاد وثمود وغیرہ قوم کی ہلاکت کے بعد موسٰی علیہ السلام کو کتاب (تورات) دی.

۴۳۔۲ جس سے وہ حق کو پہچان لیں اور اسے اختیار کریں اور اللہ کی رحمت کے مستحق قرار پائیں.

۴۳۔۳ یعنی اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کریں اور اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے پیغمبروں کی اطاعت کریں جوانہیں خیرورشد اور فلاح حقیقی کی طرف بلاتے ہیں.

ۃ۔۴۴ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ہ

اورطور کے مغرب کی جانب جب کہ ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کوحکم احکام کی وحی پہنچائی تھی، نہ تو تو موجودتھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا(۱)

۴۴۔۱ یعنی کوہ طور پر جب ہم نے موسٰی علیہ السلام سے کلام کیا اور اسے وحی ورسالت سے نوازا، اے محمد (ﷺ) تو نہ وہاں موجودتھا اور نہ یہ منظر دیکھنے والوں میں سے تھا. بلکہ یہ غیب کی وہ باتیں ہیں جو ہم نے وحی کے ذریعے سے تجھے بتلا رہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ تو اللہ کا سچا پیغمبر ہے. کیونکہ نہ تو نے یہ باتیں کسی سے سیکھی ہیں نہ خود ہی مشاہدہ کیا ہے. یہ مضمون اور بھی متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے مثلاً سورۂ آل عمران۔۴۴، سورۂ ہود۔۴۹۔۱۰۰، سورۂ یوسف۔۱۰۲، سورۂ طٰہٰ۔۹۹ وغیرہ میں۔

ۃ۔۴۵ وَ لٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ہ

لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں (۱) جن پر لمبی مدتیں گزر گیئں (۲) اور نہ مدین کے رہنے والوں میں سے تھا(۳) کہ ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے ہیں (۴)

۴۵۔۱ اے محمد ﷺ آپ کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو زمانہ ہے اس میں ہم نے کئی امتیں پیدا کیں۔

۴۵۔۲ یعنی مراد ایام سے شرائع واحکام بھی متغیر ہو گئے اور لوگ بھی دین کو بھول گئے، جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ کے حکموں کو پس پشت ڈال دیا اور ان کے عہد کو فراموش کر دیا اور یوں اس کی ضرورت پیدا ہو گئی کہ ایک نئے بنی کو معبوث کیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ طول زماں کی وجہ سے عرب کے لوگ نبوت ورسالت کو بالکل ہی بھلا بیٹھے، اس لئے آپ کی نبوت پر انہیں تعجب ہو رہا ہے اور اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں.

۴۵۔۳ جس سے آپ خود اس واقعے کی تفصیلات سے اگاہ ہو جاتے.

۴۵۔۴ اور اسی اصول پر ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور پچھلے حالات وواقعات سے آپ کو با خبر کر رہے ہیں۔

۴۶۔ة وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ہ

اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی (۱) بلکہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے (۲) اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا (۳) کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں.

۴۶۔۱ یعنی اگر آپ رسول برحق نہ ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا علم بھی آپ کو نہ ہوتا.

۴۶۔۲ یعنی آپ کا علم، مشاہدہ رویئت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ آپ کے پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نبی بنایا اور وحی سے نوازا.

۴۶۔۳ اس سے مراد اہل مکہ اور عرب ہیں جن کی طرف نبی ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا، کیونکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا سلسلہ خاندان ابراہیمی ہی میں رہا اور ان کی بعث بنی اسرائیل کی طرف سے ہی ہوتی رہی بنی اسمٰعیل یعنی عربوں میں نبی ﷺ پہلے نبی تھے اور سلسلہ نبوت کے خاتم تھے. ان کی طرف نبی بھیجنے کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی گئی ہوگی کہ دوسرے انبیا کی دعوت اور ام کا پیغام ان کو پہنچتا رہا ہوگا. کیونکہ اس کے بغیر ان کے لئے کفر وشرک پر جمے رہنے کا عذر موجود رہے گا اور یہ عذر اللہ نے کسی کے لئے باقی نہیں چھوڑا ہے.

ق ۔۴۷ وَ لَوۡ لَآ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ مُّصِيۡبَةٌۢ بِمَا قَدَّ مَتۡ اَيۡدِ يۡهِمۡ فَيَقُوۡ لُوۡ ا رَ بَّنَا لَوۡ لَآ اَ رۡ سَلۡتَ اِلَيۡنَا رَ سُوۡ لًا فَنَتَّبِعَ اٰ يٰتِكَ وَ نَكُوۡ نَ مِنَ الۡمُؤۡ مِنِيۡنَ ہ

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے (۱).

۴۷۔۱ یعنی ان کے اسی عذر کو ختم کرنے کے لئے ہم نے آپ کو ان کی طرف بھیجا ہے کیونکہ طول زمانی کی وجہ سے گزشتہ انبیا کی تعلیمات مسخ اور ان کی دعوت فراموش ہو چکی ہے اور ایسے ہی حالات کسی نئے نبی کی ضرورت کے متقاضی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخری الزمان حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات (قرآن وحدیث) کو مسخ ہونے اور تغیر وتحریف سے محفوظ رکھا اور ایسا تکوینی انتظام فرما دیا ہے جس سے آپ کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی ہے اور مسلسل پہنچ رہی ہے تاکہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہے. اور جو شخص اس " ضرورت " کا دعویٰ کر کے نبوت کا ڈھونگ رچاتا ہے، وہ جھوٹا اور دجال ہے.

ق ۔۴۸ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡ لَآ اُوۡتِىَ مِثۡلَ مَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفُرُوۡا بِمَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰهَرَا وَ قَالُوۡۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوۡنَ

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہتے ہیں کہ یہ وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے دیئے گئے تھے موسیٰ (علیہ السلام) (۱) اچھا تو کیا موسیٰ (علیہ السلام) کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر نہیں کیا تھا (۲) صاف کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم تو ان سب کے منکر ہیں۔

۴۸۔۱ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سے معجزات، جیسے لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا چمکنا وغیرہ

۴۸۔۲ یعنی مطلوبہ معجزات، اگر دکھا بھی دیئے جائیں تو کیا فائدہ، جنہیں ایمان نہیں لانا، وہ ہر طرح کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان سے محروم ہی رہیں گے. کیا موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ معجزات دیکھ کر فرعونی مسلمان ہوگئے تھے، انہوں نے کفر نہیں کیا؟ یا یکفروا کی ضمیر قریش مکہ کی طرف ہے یعنی کیا انہوں نے نبوت محمدیہ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر نہیں کیا.

۴۸۔۳ پہلے مفہوم کے اعتبار سے دونوں سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہوں گے اور دوسرے مفہوم اس سے قرآن اور تورات مراد ہونگے یعنی دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مدد گار ہیں اور ہم سب کے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے منکر ہیں.(فتح القدیر)

ۃ۔۴۹ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ہ

کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کرونگا (۱)

۴۹۔۱ یعنی اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ قرآن مجید اور تورات دونوں جادو ہیں، تو تم کوئی اور کتاب الٰہی پیش کردو، جو ان سے زیادہ ہدایت والی ہو، میں اس کی پیروی کرونگا، کیونکہ میں ہدایت کا طالب اور پیرو ہوں.

ۃ۔۵۰ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ط وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ

رکوعہ اتّبع ھوٰہُ بِغَیۡرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۵ ع

پھر اگر یہ تیری نہ مانیں (۱) تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں ہدایت نہیں دیتا۔

۵۰۔۱ یعنی قرآن و تورات سے زیادہ ہدایت والی کتاب پیش نہ کر سکیں اور یقیناً نہیں کر سکیں گے۔

۵۰۔۲ یعنی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کی پیروی کرنا یہ سب سے بڑی گمراہی ہے اور اس لحاظ سے یہ قریش مکہ سب سے بڑے گمراہ ہیں جو ایسی حرکت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

۵۱۔ۃ وَ لَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَھُمُ الۡقَوۡلَ لَعَلَّھُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ۵

اور ہم برابر پے درپے لوگوں کے لئے اپنا کلام بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۵۲۔ۃ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ھُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ۵

جس کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۵۲۔۱ اس سے مراد یہودی ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے، جیسے عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ یا وہ عیسائی ہیں جو حبشہ سے نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر مسلمان ہو گئے تھے (ابن کثیر) النصف

۵۳۔ۃ وَ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡھِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِہٖۤ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ۵

اور جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں۔

۵۴۔ۃ اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَھُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۵

یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیئے جائیں گے، یہ انکی بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے دیتے رہتے ہیں۔

ۃ۔۵۵ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغوَ اَعرَضُوا عَنهُ وَ قَالُوا لَنَآ اَعمَالُنَا وَلَکُمْ اَعمَالُکُم سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ہ

اور جب بیہودہ بات (۱) کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، تم پر سلام ہو (۲) ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔

۵۵۔۱ یعنی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں.

۵۵۔۲ یہ سلام، سلام تحیہ نہیں بلکہ سلام متارکہ ہے یعنی ہم تم جیسے جاہلوں سے بحث اور گفتگو کے روادار ہی نہیں، جیسے اردو میں بھی کہتے ہیں جاہلوں کو دور ہی سے سلام، ظاہر ہے سلام سے مراد ترک بول چال اور آمنا سامنا ہی ہے.

ۃ،۵٦ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّاللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے. ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے (۱)

۵٦۔۱ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی، جب نبی ﷺ کے ہمدرد اور غمسار چچا ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو آپ ﷺ نے کوشش فرمائی کہ چچا اپنی زبان سے ایک مرتبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں تاکہ قیامت والے دن میں اللہ سے ان کی مغفرت کی شفارش کر سکوں لیکن وہاں پر دوسرے رؤسائے قریش کی موجودگی کی وجہ سے ابو طالب قبول ایمان کی سعادت سے محروم رہے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہو گیا نبی ﷺ کو اس بات کا بڑا صدمہ تھا. اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر نبی ﷺ پر واضع کیا کہ آپ کا کام صرف تبلیغ و دعوت اور راہنمائی ہے. لیکن ہدایت کے

پر چلا دینا یہ ہمارا کام ہے۔ ہدایت اسے ہی ملے گی جسے ہم ہدایت سے نوازنا چاہیں نہ کہ اسے جسے آپ ہدایت پر دیکھنا پسند کریں (صحیح بخاری)

ق۔۵۷ وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لے جائیں (۱) کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ (۲) جہاں تمام چیزوں کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں (۳) لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے.

۵۷.۱ یعنی ہم جہاں ہیں، وہاں ہمیں رہنے دیا جائے گا اور ہمیں اذیتوں سے یا مخالفین سے جنگ و پیکار سے دوچار ہونا پڑے گا. یہ بعض کفار نے ایمان نہ لانے کا عذر پیش کیا. اللہ نے جواب دیا.

۵۷۔۲ یعنی ان کا یہ عذر غیر معقول ہے، اس لئے اللہ تعالٰی نے اس شہر کو، جس میں یہ رہتے ہیں، امن والا بنایا ہے جب یہ شہر ان کے کفر و شرک کی حالت میں ان کے لئے امن کی جگہ ہے تو کیا اسلام قبول کر لینے کے بعد وہ ان کے لئے امن کی جگہ نہیں رہے گا؟

۵۷۔۳ یہ مکے کی وہ خصوصیت ہے جس کا مشاہدہ لاکھوں حاجی اور عمرہ کرنے والے ہر سال کرتے ہیں کہ مکے میں پیداوار نہ ہونے کے باوجود نہایت فروانی سے ہر قسم کا پھل بلکہ دنیا بھر کا سامان ملتا ہے.

ق۔۵۸ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝

اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش و عشرت میں اترانے لگی تھیں، یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں (۱) اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ کے وارث (۲).

۵۸۔۱ یہ اہل مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر اللہ کی ناشکری کرنے اور سرکشی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا، آج ان کی بیشتر آبادیاں کھنڈر بنی ہوئی یا صرف صفحات تاریخ پر ان کا نام رہ گیا ہے۔ اور اب آتے جاتے مسافر ہی ان میں کچھ دیر کے لئے ستالیں تو ستالیں، ان کی نحوست کی وجہ سے کوئی بھی ان میں مستقل رہنا پسند نہیں کرتا۔

۵۸۔۲ یعنی ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا جو ان مکانوں اور مال و دولت کا وارث ہوتا۔

۵۹۔ة وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ٥

تیرا رب کسی ایک بستی کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بڑی بستی میں اپنا کوئی پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے دے (۱) اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم و ستم پر کمر کس لیں (۲)

۵۹۔۱ یعنی تمام حجت کے بغیر کسی کو ہلاک نہیں کرتا، ہر چھوٹے بڑے علاقے میں نبی نہیں آیا، بلکہ مرکزی مقامات پر نبی آتے رہے اور چھوٹے علاقے اس کے زیر اثر میں آجاتے رہے ہیں۔

۵۹۔۲ یعنی نبی بھیجنے کے بعد وہ بستی والے ایمان نہ لاتے اور کفر و شرک پر اپنا اصرار جاری رکھتے تو پھر انہیں ہلاک کر دیا جاتا، یہی مضمون سورۂ ہود۔۱۱۷ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۶۰۔ة وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥ ع ۶

اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے صرف زندگی دنیا کا سامان اور اسی کی رونق ہے، ہاں اللہ کے پاس جو ہے وہ بہت ہی بہتر اور دیرپا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے (۱)۔

۶۰۔۱ کیا اس حقیقت سے بھی تم بے خبر ہو کہ یہ دنیا اور اس کی رونقیں عارضی بھی ہیں اور حقیر بھی، جب کہ اللہ تعالیٰ

نے اہل ایمان کے لئے اپنے پاس جو نعمتیں، آسائشیں اور سہولتیں تیار کر رکھی ہیں وہ دائمی بھی ہیں اور عظیم بھی، حدیث میں ہے " اللہ کی قسم دنیا، آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر نکال لے، دیکھے کہ سمندر کے مقابلے میں انگلی میں کتنا پانی ہوگا۔ (صحیح بخاری)

ق۔۶۱ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ٥

کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے؟ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی دے دی پھر بالآخر وہ قیامت کے روز پکڑا باندھا حاضر کیا جائے گا (ا)

۱۔۶۱ یعنی سزا اور عذاب کا مستحق ہوگا مطلب ہے اہل ایمان، وعدۂ الٰہی کے مطابق نعمتوں سے بہرہ ور اور نافرمان عذاب سے دوچار، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں.

ق۔۶۲ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ٥

اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں (ا)

۱۔۶۲ یعنی وہ بُت یا اشخاص ہیں، جن کو تم دنیا میں میری الوہیت میں شریک گردانتے تھے، انہیں مدد کے لئے پکارتے تھے اور ان کے نام کی نذر نیاز دیتے تھے، آج کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور تمہیں میرے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں.

ق۔۶۳ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ٥

جن پر بات آچکی وہ جواب دیں گے (ا) کہ اے ہمارے پروردگار! یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکا

رکھا (۲) تھا ہم نے انہیں اس طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے ہم تیری سرکار میں اپنی دست برادری کرتے ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے.

۶۳۔ا یعنی جو عذاب الٰہی کے مستحق قرار پاچکے ہوں گے، مثلاً سرکش شیاطین اور دعویٰ کفر وشرک وغیرہ، وہ کہیں گے۔

۳۶۔۲ یہ جاہل عوام کی طرف اشارہ ہے جن کو دعویٰ کفر نے اور شیاطین نے گمراہ کیا تھا.

ۃ۔۶۴ وَ قِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ‌ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ه

کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ (ا) وہ بلائیں گے لیکن انہیں وہ جواب تک نہ دیں گے اور سب عذاب دیکھ لیں گے (ا) کاش یہ لوگ ہدایت پالیتے.

۶۴۔ا یعنی ان سے مدد طلب کرو، جس طرح دنیا میں کرتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ پس وہ پکاریں گے، لیکن وہاں کس کو یہ جرت ہوگی کہ جو یہ کہے کہ ہاں ہم تمہاری مدد کرتے ہیں.

ۃ۔۶۵ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ه

اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ (ا)۔

۶۵۔ا اس سے پہلے کی آیات میں توحید سے متعلق سوال تھا، یہ ندائے ثانی رسالت کے بارے میں ہے، یعنی تمہاری طرف ہم نے رسول بھیجے تھے، تم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا، ان کی دعوت قبول کی تھی؟ جس طرح قبر میں سوال ہوتا ہے، تیرا پیغمبر کون ہے؟ تیرا دین کونسا ہے؟ مومن تو صحیح جواب دے دیتا ہے لیکن کافر کہتا ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں، اسی طرح قیامت والے دن انہیں اس سوال کا جواب نہیں سوجھے گا.

ۃ۔۶۶ فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ه

اس دن ان کی تمام دلیلیں گم ہو جائیں گی اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے(۱).

ق۔۶۷ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ

ہاں جو شخص توبہ کرلے ایمان لے آئے اور نیک کام کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہوجائے گا۔

ق۔۶۸ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہ

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں(۱) اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں.

۶۸۔۱ یعنی اللہ تعالیٰ مختار کل ہے اس کے مقابلے میں کسی کو سرے سے کوئی اختیار ہی نہیں، چہ جائکہ کوئی مختار کل ہو۔

ق۔۶۹ وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ہ

ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب سب کچھ جانتا ہے.

ق۔۷۰ وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے. اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے.

ق۔۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ہ

کہہ دیجئے! کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کردے تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

ق۔۷۲ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِلَيۡلٍ تَسۡكُنُوۡنَ فِيۡهِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ○

پوچھئے! کہ یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرسکو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟

ق۔۷۳ وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ○

اس نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکر ادا کرو(۱).

۷۳۔۱ یعنی اللہ کی حمد وثنا بھی بیان کرو (یہ زبانی شکر ہے) اور اللہ کی دی ہوئی دولت، صلاحیتوں اور توانائیں کو اس کے احکام وہدایات کے مطابق استعمال کرو۔ (یہ عملی شکر ہے)

ق۔۷۴ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ○

اور جس دن انہیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟

ق۔۷۵ وَنَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ○

اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ الگ کر لیں گے(۱) کہ اپنی دلیلیں پیش کرو(۲) پس اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے (۳) اور جو کچھ بہتان وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا.

۷۵۔۱ اس گواہ سے مراد پیغمبر ہے۔ یعنی ہر امت کے پیغمبر کو اس امت سے الگ کھڑا کر دیں گے.

۷۵۔۲ یعنی دنیا میں میرے پیغمبروں کی دعوت توحید کے باوجود میرے شریک ٹھہراتے تھے اور میرے

ساتھ ان کی بھی عبادت کرتے تھے،اس کی دلیل پیش کرو.

۷۵۔۳ یعنی وہ حیران اور ساکت کھڑے ہونگے،کوئی جواب اور دلیل انہیں نہیں سوجھے گی.

۷۶۔ق اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ہ

قارون تھا تو قوم موسیٰ سے،لیکن ان پر ظلم کرنے لگا(۱) ہم نے اسے (اس قدر) خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقت ور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے(۲) ایک بار اس کی قوم نے کہا کہ اترا مت(۳) اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا(۴).

۷۶۔۱ اپنی قوم بنی اسرائیل پر اس کا ظلم یہ تھا کہ اپنے مال و دولت کی فروانی کی وجہ سے ان کا استخفاف کرتا تھا.بعض کہتے ہیں کہ فرعون کی طرف سے یہ اپنی قوم بنی اسرائیل پر عامل مقرر تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا۔

۷۶۔۲ اس کی چابیوں کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ ایک طاقتور جماعت بھی اسے اٹھاتے ہوئے گرانی محسوس کرتی تھی.

۷۶۔۳ یعنی تکبر اور غرور مت کرو،بعض نے بخل،معنی کئے ہیں،بخل مت کر.

۷۷۔ق وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ہ

اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیاوی حصے کو بھول جا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو،یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے.

۷۷۔۱ یعنی اپنے مال کو ایسی جگہوں اور راہوں پر خرچ کر،جہاں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے،اس

سے تیری آخرت سنورے گی اور وہاں اس کا تجھے اجر ثواب ملے گا.

ة۔۷۸ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سے بستی والوں کو غارت کردیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے (۱) اور گنہگاروں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی (۲)

۷۸۔۱ یعنی قوت اور مال کی فروانی۔ یہ فضیلت کا باعث نہیں، اگر ایسا ہوتا تو پچھلی قومیں تباہ و برباد نہ ہوتیں۔ اسلئے قارون کا اپنی دولت پر گھمنڈ کرنے اور اسے باعث فضیلت گرداننے کا کوئی جواز نہیں.

۷۸۔۲ یعنی جب گناہ اتنی زیادہ تعداد میں ہوں کہ ان کی وجہ سے مستحق عذاب قرار دیے گئے ہوں تو پھر ان سے باز پرس نہیں ہوتی، بلکہ اچانک ان کا مواخذہ کرلیا جاتا ہے۔

ة۷۹ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ہ

پس قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا (۱) تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے (۲) کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے. یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے.

۷۹۔۱ یعنی زینت و آرائش کے ساتھ.

۷۹۔۲ یہ کہنے والے کون تھے؟ بعض کے نزدیک ایماندار ہی تھے جو اس کی امارت و شوکت کے مظاہرے سے متاثر ہوگئے تھے اور بعض کے نزدیک کافر تھے.

ة۸۰ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَ لَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ہ

ذی علم انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں

اور نیک عمل کریں (۱) یہ باتیں انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنے والے ہوں.

۸۰۔۱ یعنی جن کے پاس دین کا علم تھا اور دنیا اور اس کے مظاہر کی اصل حقیقت سے باخبر تھے، انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں. اللہ نے اہل ایمان اور اعمال صالح بجالانے والوں کے لئے جو اجر و ثواب رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے. جیسے حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے " میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں ان کا ذکر ہوا " (البخاری کتاب التوحید)

ة۔۸۱ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ہ

(آخر کار) ہم نے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

ة۔۸۲ وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآ
ءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ہ ع رکوع ۸

اور جو لوگ کل اس کے مرتبہ پر پہنچنے کی آرزو مندیاں کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے کہ کیا تم نہیں دیکھتے (۱) کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی؟ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا (۲) کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ناشکروں کو کبھی کامیابی نہیں ہوتی (۳)۔

۸۲۔۱ مکان سے مراد دنیاوی مرتبہ و منزلت ہے جو دنیا میں عارضی طور پر ملتا ہے. جیسے قارون کو ملا تھا، مطلب یہ ہے کہ قارون کی سی دولت و حشمت کی آرزو کرنے والوں نے جب قارون کا عبرت ناک حشر دیکھا تو کہا کہ مال و دولت، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صاحب مال سے

راضی بھی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مال زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم اس کا تعلق اس کی مشیت اور حکمت بالغہ سے ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، مال کی فراوانی اس کی رضا کی اور مال کی کمی اس کی ناراضگی کی دلیل نہیں ہے نہ یہ معیار فضیلت ہے۔

۸۲_۲ یعنی ہم بھی اسی حشر سے دوچار ہوتے جس سے قارون دوچار ہوا۔

۸۲_۳ یعنی قارون نے دولت پا کر شکر گزاری کے بجائے ناشکری اور معصیت کا راستہ اختیار کیا تو دیکھ لو اس کا انجام بھی کیسا ہوا؟ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔

ة_۸۳ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہین پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

ة_۸۴ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا (ا) اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے بداعمالی کرنے والوں کو ان کی انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔

۸۴_ا یعنی کم از کم ہر نیکی کا بدلہ دس گنا تو ضرور ہی ملے گا، اور جس کے لئے اللہ چاہے گا، اس سے بھی زیادہ، کہیں زیادہ، عطا فرمائے گا۔

ة_۸۵ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّىْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ جس اللہ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے (ا) وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے کہہ دیجئے کہ میرا رب اسے بخوبی جانتا ہے جو ہدیت لایا اور اس سے بھی کھلی گمراہی میں ہے۔

۸۵ـا یا اس کی تلاوت اور اس کی تبلیغ ودعوت آپ پر فرض کی ہے.

ۃ ـ ۸۶ وَ مَا كُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ يُّلۡقٰٓى اِلَيۡكَ الۡكِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ‏ه

آپ کو تو کبھی خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی (۱) لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اترا (۲) اب آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہیے (۳)

۸۶ـا یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لئے چنا جائے گا اور آپ پر کتاب الٰہی کا نزول ہوگا.

۸۶ـ۲ یعنی نبوت و کتاب سے سرفرازی، اللہ کی خاص رحمت کا نتیجہ ہے جو آپ پر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جسے محنت اور سعی و کاوش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔۔ اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا رہا، نبوت و رسالت سے مشرف فرماتا رہا، جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو اس سلسلہ الزہب کی آخری کڑی قرار دے کر اسے موقوف فرما دیا

۸۶ـ۳ اب اس نعمت اور فضل الٰہی کا شکر آپ اس طرح ادا کریں کہ کافروں کی مدد اور ہمنوائی نہ کریں

ۃ ـ ۸۷ وَ لَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ‌ۚ ه

خیال رکھئے کہ یہ کفار آپ کو اللہ تعالٰی کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ یہ آپ کی جانب اتاری گئیں، تو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں.

ۃ ـ ۸۸ وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ ‌ؕ لَـهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ه ع

الثلٰث

رکوع

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارنا (۱) بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا منہ (اور ذات) اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے.

۸۸۔۱ یعنی کسی اور کی عبادت نہ کرنا، نہ دعا کے ذریعے سے، نہ نذر نیاز کے ذریعے، نہ ہی قربانی کے ذریعے سے کہ یہ سب عبادات ہیں جو صرف ایک اللہ کے لئے خاص ہیں. قرآن میں ہر جگہ غیر اللہ کی عبادت کو پکارنے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے مقصود اسی نکتے کی وضاحت ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریقے سے پکارنا، ان سے استغاثہ کرنا، ان سے دعائیں اور التجائیں کرنا یہ ان کی عبادت ہی ہے جس سے انسان مشرک بن جاتا ہے.

سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۲۹ یہ سورت مکی ہے اس میں (۶۹) آیات (۷) رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ۃ۔۱ الٓمّٓ ۚ الم

ۃ۔۲ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ (۱)

۲۔۱ یعنی یہ گمان کہ صرف زبان سے ایمان لانے کے بعد، بغیر امتحان لئے، انہیں دیا جائے گا، صحیح نہیں. بلکہ انہیں جان و مال کی تکالیف اور دیگر آزمائشوں کے ذریعہ سے جانچا پرکھا جائے گا تاکہ کھرے کھوٹے کا اور مومن و منافق کا پتہ چل جائے۔

ۃ۔۳ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ۝

ان اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی

معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں.

۳۔۱ یعنی یہ سنت الٰہیہ ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے۔اس لئے وہ اس امت کے مومنوں کی بھی آزمائش کرے گا، جس طرح پہلی امتوں کی آزمائش کی گئی.ان آیات کی شان نزول کی روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس ظلم وستم کی شکایتکی جس کا نشانہ وہ کفار مکہ کی طرف سے بنے ہوئے تھےاور رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا ؒ یہ تشدد وایذا تو اہل ایمان کی تاریخ کا حصہ ہے تم سے پہلے بعض مومنوں کا یہ حال کیا گیا کہ انہیں ایک گھڑا کھود کر اس میں کھڑا کر دیا گیا اور پھر ان کے سروں پر آرا چلا دیا گیا، جس سے ان کے جسم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیری گئیں.لیکن یہ ایذائیں انہیں دین حق سے پھیرنے میں کامیاب نہیں ہوئیںؒ (صحیح بخاری)

ۃ۔۴ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ہ

کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے(۱) یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں (۲)

۴۔۱ یعنی ہم سے بھاگ جائیں گےاور ہماری گرفت میں نہ آسکیں گے.

۴۔۲ یعنی اللہ کے بارے میں کس ظن فاسد میں یہ مبتلا ہیں، جب کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات سے باخبر بھی.پھر اس کی نافرمانی کر کے اس کے مؤاخذہ وعذاب سے بچنا کیونکر ممکن ہے؟

ۃ۔۵ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ہ

جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے(۱) وہ سب کو چھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے.

۵۔۱ وہ بندوں کی باتوں اور دعاؤں کا سننے والا اور ان کے پیچھے اور ظاہر سب عملوں کو جاننے والا

ہے اسکے مطابق وہ جزا اور سزا بھی یقیناً دے گا۔

ق۔٦ وَ مَنْ جَا حَدَ فَاِ نَّمَا يُجَا حِدُ لِنَفْسِهٖ اِ نَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ہ

اور ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے(۱)

ا۔٦ یعنی جو نیک عمل کرے گا، اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے افعال سے بے نیاز ہے۔ اگر سارے کے سارے متقی بن جائیں تو اس سے اس کی سلطنت میں قوت وضافہ نہیں ہوگا اور سب نافرمان ہو جائیں تو اس سے اس کی بادشاہی میں کمی نہیں ہوگی۔

ق۔٧ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَ نَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِ يَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَا نُوْا يَعْمَلُوْ نَ ہ

اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کیے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور انہیں نیک اعمال کے بہترین بدلے دیں گے(۱)

ا۔٧ یعنی باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے، وہ محض اپنے فضل و کرم سے اہل ایمان کو ان کے عملوں کی بہترین جزا عطا فرمائے گا۔ اور ایک ایک نیکی پر کئی کئی گنا اجر ثواب دے گا۔

ق۔٨ وَ وَصَّيْنَا الْاِ نْسَا نَ بِوَالِدَ يْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِ نْ جَا هَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْ جِعُكُمْ فَاُ نَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْ نَ ہ

ہم ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے(۱) ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ آپ میرے ساتھ اسے شریک کر لیں جس کا آپ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مانیئے(۲) تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا۔

ا۔٨ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و عبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین

کے ساتھ حس سلوک کی تاکید کی ہے.جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ ربوبیت (اللہ واحد) کے تقاضوں کو صحیح طریقےسے وہی سمجھ سکتا ہے اور انہیں ادا کر سکتا ہے جو والدین کی اطاعت و خدمت کے تقاضوں کو سمجھتا اور ادا کرتا ہے۔ جو شخص یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ دنیا میں اس کا وجود والدین کی باہمی قربت کا نتیجہ اور ان کی تربیت و پرداخت، ان کی نہایت مہربانی اور شفقت کا ثمرہ ہے. اس لئے مجھے ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی اور ان کی اطاعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیئے اور یقیناً خالق کائنات کو سمجھنے اور اس کی توحید وعبادت کے تقاضوں کی ادائیگی سے بھی قاصر رہے گا.اسی لئے احادیث میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید آئی ہے.ایک حدیث میں والدین کی رضامندی کو اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی کو رب کی نارضگی کا باعث قرار دیا گیا ہے.

۸۔۲ یعنی والدین اگر شرک کا حکم دیں (اور اسی میں دیگر معاصی کا حکم شامل ہے) اور اس کے لئے خاص کوشش بھی کریں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے "کیونکہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں"۔

ۃ۔۹ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ہ

اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا.

ۃ۔١٠ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ہ

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں، ہاں اگر اللہ کی مدد آجائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہی ہیں کیا دنیا جہان کے سینوں میں جو کچھ ہے

اس سے اللہ تعالیٰ جانتا نہیں ہے(ا)

۱۰۔ا یعنی اللہ ان باتوں کو نہیں جانتا جو تمہارے دلوں میں ہے اور تمہارے ضمیروں میں پوشیدہ ہے.گو تم زبان سے مسلمانوں کا ساتھی ہونا ظاہر کرتے ہو.

ۃ۔۱۱ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ہ

جو لوگ ایمان لائے انہیں بھی ظاہر کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی ظاہر کر کے رہے گا

ۃ۔۱۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ہ

کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے(ا) حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے والے، یہ تو محض جھوٹے ہیں.

۱۲۔ا یعنی تم اسی آبائی دین کی طرف لوٹ آؤ، جس پر ہم ابھی تک قائم ہیں، اس لئے کہ وہی دین صحیح ہے، اگر اس روایتی مذہب پر عمل کرنے سے تم گناہ گار ہوگے تو اس کے ذمے دار ہم ہیں، وہ بوجھ ہم اپنی گردنوں پر اٹھائیں گے۔

ۃ۔۱۳ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ع

البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھولیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی (ا) اور جو کچھ افترا پردازیاں کر رہے ہیں ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی۔

۱۳۔ا یہ مضمون سورۃ النحل میں بھی گزر چکا ہے.حدیث میں ہے، جو ہدایت کی طرف بلاتا ہے، اس کے لئے اپنی نیکیوں کے اجر کے ساتھ ان لوگوں کی نیکیوں کا اجر بھی ہوگا جو اس کی وجہ سے قیامت تک ہدایت کی پیروی کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو۔اور جو گمراہی کا

داعی ہوگا اس کے لئے اپنے گناہوں کے علاوہ ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو قیامت تک اس کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والے ہونگے.

ة۔١٤ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ

اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نوسو سال تک رہے (ا) پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے ظالم.

١۔١٤ قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی دعوت وتبلیغ کی عمران کی پوری عمر کتنی تھی؟ اس کی صراحت نہیں کی گئی .بعض کہتے ہیں چالیس سال نبوت سے قبل اور ساٹھ سال طوفان کے بعد، اس میں شامل کر لئے جائیں۔اور بھی کئی اقوال ہیں۔واللہ اعلم.

ة۔١٥ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ

پھر ہم نے انہیں کشتی والوں کو نجات دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان کے لئے عبرت کا نشان بنادیا.

ة۔١٦ وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ

اور ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے.

ة۔١٧ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ

تم تو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو (ا) سنو! جن جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ

ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے.

۱۷۔ا یعنی اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کی عبادت کرتے ہو، وہ تو پتھر کے بنے ہوئے ہیں جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع. اپنے دل سے ہی تم نے انہیں گھڑ لیا ہے کوئی دلیل تو ان کی صداقت کی تمہارے پاس نہیں ہے یہ بت تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشے ہیں جب کہ ان کی ایک خاص شکل وصورت بن جاتی ہے تو تم سمجھتے ہو کہ ان میں خدائی اختیارات آ گئے ہیں اور ان سے تم امیدیں وابستہ کر کے انہیں حاجت روا اور مشکل کشا باور کر لیتے ہو۔

ۃ۔۱۸ وَ اِنۡ تُكَذِّبُوۡا فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ‌ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ۝

اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے (۱) رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے.

۱۸۔ا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بھی ہو سکتا ہے، جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ یا اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس میں اہل مکہ سے خطاب ہے اور اس میں نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جھٹلا رہے ہیں، تو اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبروں کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے پہلی امتیں بھی رسولوں کو جھٹلاتی اور اس کا نتیجہ بھی ہلاکت و تباہی کی صورت میں بھگتتی رہی ہیں.

ۃ۔۱۹ اَوَلَمۡ يَرَوۡا كَيۡفَ يُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۝

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتدا کس طرح اللہ نے کی پھر اللہ اس کا اعادہ کرے گا (۱) یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے (۲)

۱۹۔ا توحید اور رسالت کے اثبات کے بعد یہاں معاد (آخرت) کا اثبات کیا جا رہا ہے جس کا کفار انکار کرتے تھے. فرمایا پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا بھی وہی ہے جب تمہارا سرے سے وجود ہی نہ تھا، پھر تم

دیکھنے سننے اور سمجھنے والے بن گئے اور پھر جب مر کر تم مٹی میں مل جاؤ گے، بظاہر تمہارا نام ونشان تک نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

۱۹۔۲ یعنی یہ بات چاہے تمہیں کتنی ہی مشکل لگے، اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

ۃ۔۲۰ قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِیءُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہ

کہہ دیجئے! کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی (۱) کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء پیدائش کی. پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے.

۲۰۔۱ یعنی افاق میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیاں دیکھو زمین پر غور کرو، کس طرح اسے بچھایا، اس میں پہاڑ، وادیاں، نہریں اور سمندر بنائے، اسی انواع واقسام کی روزیاں اور پھل پیدا کئے. کیا یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ انہیں بنایا گیا ہے اور ان کا کوئی بنانے والا ہے.

ۃ۔۲۱ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ ہ

جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے، سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱)

۲۱۔۱ یعنی وہی اصل حاکم اور متصرف ہے، اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا تاہم اس کا عذاب یا رحمت، یوں ہی نہیں ہوگی بلکہ اصلوں کے مطابق ہوگی جو اس نے اس کے لئے طے کر رکھے ہیں.

ۃ۔۲۲ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ہ ع

تم نہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں، اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار.

ۃ۔۲۳ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ لِقَآئِہٖۤ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ وَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ہ

جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اوراس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں (۱)
اوران لئے دردناک عذاب ہے.

۲۳۔ا اللہ تعالیٰ کی رحمت، دنیا میں عام ہے جس سے کافر اور مومن، منافق اوت مخلص اور نیک اور بد سب یکساں طور پر مستفید ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو دنیا کے وسائل، آسائش اور مال ودولت عطا کرر ہا ہے یہ رحمت الٰہی کی وہ وسعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا " میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے " لیکن آخر میں چونکہ دارالجزا ہے، انسان نے دنیا کی کھیتی میں جو کچھ بویا ہوگا اسی کی فصل اسے وہاں کاٹنی ہوگی، جیسے عمل کئے ہونگے اس کی جزا اسے وہاں ملے گی.

ۃ۔۲۴ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

ان کی قوم کا جواب بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اس مار ڈالو یا اسے جلا (۱) دو آخر اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا (۲) اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں.

۲۴۔ا ان آیات سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا تھا، اب پھر اس کا بقیہ بیان کیا جا رہا ہے، درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر اللہ کی توحید اور اس کی قدرت وطاقت کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کے وعظ کا حصہ ہے۔جس میں انہوں نے توحید ومعاد کے اثبات میں دلائل دیئے ہیں، جن کا کوئی جواب جب ان کی قوم سے نہیں بنا تو انہوں نے اس کا جواب ظلم وتشدد کی اس کاروائی سے دیا، جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اسے قتل کر دو یا جلا ڈالو. چنانچہ انہوں نے آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ تیار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے ذریعے سے اس میں پھینک دیا.

۲۴۔۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو گلزار کی صورت میں بدل کر اپنے بندے کو بچالیا.

ۃ۔۲۵ وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّ مَاْوٰكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ہ

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیاوی دوستی کی بنا ٹھہرالی ہے(۱) تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے(۲) اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۲۵۔۱ تمہاری قوی بت ہیں جو تمہاری اجتماعت اور آپس کی دوستی کی بنیاد ہیں.اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو تمہاری قومیت اور دوستی کا شیرازہ بکھر جائے گا.

۲۵۔۲ یعنی قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار اور دوستی کی بجائے ایک دوسرے پر لعنت کروگے اور تابع،متبوع کو ملامت اور متبوع،تابع سے بیزاری کا اظہار کریں گے.

ۃ۔۲۶ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّىْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ہ

پس حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر حضرت لوط (علیہ السلام ایمان لائے (۱) اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہو(۲) وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے.

۲۶۔۱ حضرت لوط علیہ السلام،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادرزاد تھے،یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے،بعد میں ان کو بھی " سدوم " کے علاقے میں نبی بنا کر بھیجا گیا۔

۲۶۔۲ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور بعض کے نزدیک حضرت لوط علیہ السلام نے،اور بعض کہتے ہیں دونوں نے ہجرت کی۔یعنی جب ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے لوط علیہ السلام کے لئے اپنے علاقے " کوثٰی " میں،جو حران کی طرف جاتے ہوئے کوفے کی ایک بستی

تھی، اللہ کی عبادت کرنی مشکل ہوگئی تو وہاں سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں چلے گئے، تیسری ، ان کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ تھیں.

ۃ۔۲۷ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ہ

اورہم نے انہیں (ابراہیم کو) اسحاق ویعقوب (علیہما السلام) عطا کئے اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کردی (۱) اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے (۲).

۲۷۔۱ یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام ہوئے، جن سے بنی اسرئیل کی نسل چلی اور انہی میں سارے انبیا ہوئے، اور کتابیں آئیں۔ آخر میں حضرت نبی کریم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوئے اور آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا.

۲۷۔۲ یعنی آخرت میں بھی وہ بلند درجات کے حامل اور زمرۂ صالحین میں ہونگے۔ اس مضمون کو دوسرے مقام پر بھی بیان کیا گیا ہے

ۃ۔۲۸ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ہ

اورحضرت لوط (علیہ السلام) کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم بدکاری پر اتر آئے ہو(۱) جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں سے کسی نے نہیں کیا.

۲۸۔۱ اس بدکاری سے مراد وہی لواطت ہے جس کا ارتکاب قوم لوط علیہ السلام نے سب سے پہلے کیا، جیسا کہ قرآن نت صراحت کی ہے.

ۃ۔۲۹ اَ ئِنَّکُمْ لَتَاْ تُوْ نَ الرِّ جَا لَ وَتَقْطَعُوْ نَ السَّبِیْلَ وَ تَاْ تُوْ نَ فِیْ نَا دِ یْکُمُ الْمُنْکَرَ ط فَمَا کَا نَ جَوَا بَ قَوْ مِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُو اا ئْتِنَا بِعَذَا بِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِ قِیْنَ ہ

کیا تم مردوں کے پاس بدفعلی کے لئے آتے ہو(۱) اور راستے بند کرتے ہو(۲) اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کا کام کرتے ہو اس کے جواب میں اس کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا بس جا اگر سچا ہے تو ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آ۔

۲۹۔۱ یعنی تمہاری شہوت پرستی اس انتہا تک پہنچ گئی ہے کہ اس کے لئے طبعی طریقے تمہارے لئے نا کافی ہیں اور غیر طبعی طریقہ اختیار کر لیا ہے. جنسی شہوت کی تسکین کے لئے طبعی طریقہ اللہ تعالیٰ نے بیویوں سے مباشرت کی صورت میں رکھا ہے۔ اسے چھوڑ کر اس کام کے لئے مردوں کی دبر استعمال کرنا غیر طبعی طریقہ ہے.

۲۹۔۲ تم آنے جانے والے مسافروں، نو واردوں اور گزرنے والوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر تم ان سے بے حیائی کا کام کرتے ہو، جس سے لوگوں کے لئے راستوں سے گزرنا مشکل ہو گیا ہے، قطع طریق کے ایک معنی قطع نسل کے بھی کئے گئے ہیں، یعنی عورتوں کی شرم گاہوں کو استعمال کرنے کی بجائے مردوں کی دبر استعمال کر کے تم اپنی نسل بھی منقطع کرنے میں لگے ہوئے ہو(فتح القدیر)

ۃ۔۳۰ قَالَ رَبِّ انْصُرْ نِیْ عَلَی الْقَوْ مِ الْمُفْسِدِیْنَ ہ ع

حضرت لوط (علیہ السلام) نے دعا کی (۱) کہ پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما.

۳۰۔۱ یعنی حضرت لوط علیہ السلام قوم کی اصلاح سے ناامید ہو گئے تو اللہ سے مدد کی دعا فرمائی.

ۃ۔۳۱ وَ لَمَّا جَآ ءَ تْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰ هِیْمَ بِالْبُشْرٰ ی قَا لُوْ آ اِ نَّا مُهْلِکُوْ آ اَ هْلِ هٰذِ هِ الْقَرْیَةِ اِ نَّ اَهْلَهَا کَا نُوْ ا ظٰلِمِیْنَ ہ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے

لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں (۱) یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں.

۳۱۔۱ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیج دیا. وہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں اسحاق علیہ السلام ویعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی اور ساتھ ہی بتلایا کہ ہم لوط علیہ السلام کی بستی ہلاک کرنے آئے ہیں.

۳۲۔ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۝

(حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے کہا اس میں تو لوط (علیہ السلام) ہیں، فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں انہیں بخوبی جانتے ہیں (۱) لوط (علیہ السلام) کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچا لیں گے، البتہ وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (۲)

۳۲۔۱ یعنی ہمیں علم ہے کہ ظالم اور مومن کون ہیں اور اشرار کون؟

۳۲۔۲ یعنی ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے، جن کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا جانا ہے وہ چونکہ مومنہ نہیں تھی بلکہ اپنی قوم کی طرف دار تھی۔ اس لئے اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

۳۳۔ وَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِىۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالُوۡا لَا تَخَفۡ وَلَا تَحۡزَنۡ اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَاَهۡلَكَ اِلَّا امۡرَاَتَكَ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۝

پھر جب ہمارے قاصد لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے (۱) قاصدوں نے کہا آپ نہ خوف کھایئے نہ آزردہ ہوں، ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچا لیں گے مگر آپ کی (۲) بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہوگی.

۳۳۔۱ لوط علیہ السلام نے ان فرشتوں کو، جو انسانی شکل میں آئے تھے، انسان ہی سمجھا. ڈرے اپنی قوم کی عادت بد اور سرکشی کی وجہ سے کہ ان خوبصورت مہمانوں کی آمد کا علم اگر انہیں ہو گیا تو وہ زبردستی

بے حیائی کا ارتکاب کریں گے جس سے میری رسوائی ہوگی، جس کی وجہ سے وہ غمگین اور دل ہی دل میں پریشان تھے۔

۳۳۔۲ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی اور غم ورنج کی کیفیت کو دیکھا تو انہیں تسلی دی اور کہا کہ آپ کوئی خوف اور رنج نہ کریں، ہم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ ہمارا مقصد آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو، سوائے آپ کی بیوی کے، نجات دلانا ہے۔

ۃ۔۳۴ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓی اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ہ

ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں (۱) اس وجہ سے کہ یہ بے حکم ہو رہے ہیں۔

۳۴۔۱ اس آسمانی عذاب سے وہی عذاب مراد ہے جس کے ذریعے سے قوم لوط کو ہلاک کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کی بستیوں کو زمین سے اکھیڑ آسمان کی بلندیوں تک لے گئے، پھر ان ہی پر الٹا دیا گیا، اس کے بعد کھنگر پتھروں کی بارش ان پر ہوئی اور اس جگہ کو سخت بدبودار بحیرہ (جھیل) میں تبدیل کر دیا گیا (ابن کثیر)

ۃ۔۳۵ وَلَقَدْ تَّرَکْنَا مِنْھَآ اٰیَةً ۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ہ

البتہ ہم نے اس بستی کو بالکل عبرت کی نشانی بنا دیا (۱) ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

۳۵۔۱ یعنی پتھروں کے وہ آثار، جن کی بارش ان پر ہوئی سیاہ بدبودار پانی اور الٹی ہوئی بستیاں، یہ سب عبرت کی نشانیاں ہیں مگر کن کے لئے؟ دانش مندوں کے لئے۔

ۃ۔۳۶ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ہ

اور مدین کی طرف (۱) ہم نے ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو (۲) اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

۳۶۔۱ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا، بعض کے نزدیک یہ ان کے پوتے کا نام ہے، بیٹے کا نام مدیان تھا ان ہی کے نام پر اس قبیلے کا نام پڑ گیا، جو ان ہی کی نسل پر مشتمل تھا۔ اسی قبیلے مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مدین شہر کا نام تھا، یہ قبیلہ یا شہر لوط علیہ السلام کی بستی کے قریب تھا۔

۳۶۔۲ اللہ کی عبادت کے بعد، انہیں آخرت کی یاد دہانی کرائی گئی یا تو اس لئے کہ وہ آخرت کے منکر تھے یا اس لئے کہ وہ اسے فراموش کئے ہوئے تھے اور مستیوں میں مبتلا تھے اور جو قوم آخرت کو فراموش کر دے، وہ گناہوں میں دلیر ہوتی ہے۔

ۃ۔۳۷ فَكَذَّ بُوْ هُ فَاَ خَذَ تْهُمُ الرَّ جْفَةُ فَاَ صْبَحُوْ ا فِیْ دَا رِ هِمْ جٰثِمِيْنَ ه

پھر بھی انہوں نے انہیں جھٹلایا آخر کار انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے (۱)

۳۷۔۱ حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بالآخر بادلوں کے سائے والے دن، جبرئیل علیہ السلام کی ایک سخت چیخ سے زمین زلزلے سے لرز اٹھی، جس سے ان کے دل ان کی آنکھوں میں آ گئے اور ان کی موت واقع ہو گئی اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے= کے بیٹھے رہ گئے۔

ۃ۔۳۸ وَ عَا دًا وَّ ثَمُوْ دَا۠ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَ عْمَا لَهُمْ فَصَدَّ هُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَا نُوْا مُسْتَبْصِرِ يْنَ ه

اور ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں (۱) اور شیطان نے انہیں انکی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے (۲).

۳۸۔۱ قوم عاد کی بستی احقاف، حضرموت (یمن) کے قریب اور ثمود کی بستی، حجر، جسے آج کل مدائن صالح کہتے ہیں، حجاز کے شمال میں ہے. ان علاقوں سے عربوں کے تجارتی قافلے آتے جاتے تھے، اس لئے یہ بستیاؤں ان کے لئے انجان نہیں، بلکہ ظاہر تھیں.

۳۸۔۲ یعنی تھے وہ عقلمند اور ہوشیار. لیکن دین کے معاملے میں انہوں نے اپنی عقل وبصیرت سے کچھ کام نہیں لیا، اس لئے یہ عقل اور سمجھ ان کے کام نہ آئی۔

ۃ۔۳۹ وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ہ

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی، ان کے پاس حضرت موسٰی (علیہ السلام) کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے (۱) پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے (۲).

۳۹۔۱ یعنی دلائل ومعجزات کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوا اور بدستور متکبر بنے رہے، یعنی ایمان وتقویٰ اختیار کرنے سے گریز کیا.

۳۹۔۲ یعنی ہماری گرفت سے بچ کر نہیں جا سکے اور ہمارے عذاب کے شکنجے میں آ کر رہے. ایک دوسرا ترجمہ ہے کہ "یہ کفر میں سبقت کرنے والے نہیں تھے" بلکہ ان سے پہلے بھی بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اس طرح کفر وعناد کا راستہ اختیار کئے رکھا.

ق۔۴۰ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ہ

پھر تو ہرایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کرلیا(۱) ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اوران میں سے بعض کوزوردارسخت آواز نے دبوچ لیا اوران میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا(۲) اوران میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے(۳)۔

۴۰۔ا یعنی ان مذکورین میں سے ہرایک کی، ان کے گناہوں کی پاداش میں ہم نے گرفت کی.

۴۰۔۲ یہ قارون ہے، جسے مال ودولت کے خزانے عطا کئے گئے، لیکن یہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگیا کہ یہ مال ودولت اس بات کی دلیل ہے کہ میں اللہ کے ہاں معزز ومحترم ہوں۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام ی بات ماننے کی کیا ضرورت ہے، چنانچہ اسے اس کے خزانوں اور محلات سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا.

۴۰۔۳ یعنی اللہ کی شان نہیں کہ وہ ظلم کرے. اس لئے پچھلی قومیں، جن پر عذاب آیا، محض اس لئے ہلاک ہوئیں کہ کفروشرک اور تکذیب ومعاصی کا ارتکاب کرکے انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا.

ق۔۴۱ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ط وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ہ

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنالیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہے(۱) کاش! وہ جان لیتے.

۴۱۔ا یعنی جس طرح مکڑی کا جالا (گھر) نہایت، کمزور اور ناپائیدار ہوتا ہے، ہاتھ کے معمولی اشارے

سے وہ نابود ہو جاتا ہے۔اللہ کے سوا دوسروں کو معبود، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا بھی بالکل ایسا ہی ہے، یعنی بے فائدہ ہے کیونکہ وہ بھی کسی کے کام نہیں آسکتے۔اس لئے غیر اللہ کے سہارے بھی مکڑی کے جالے کی طرح یکسر ناپائیدار ہیں۔

ۃ۔۴۲ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں، وہ زبردست اور ذی حکمت ہے۔

ۃ۔۴۳ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝

ہم نے ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں(۱) انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں(۲)

۴۳۔۱ یعنی انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے، شرک کی حقیقت سے اگاہ کرنے اور ہدایت کا راستہ سجھانے کے لئے۔

۴۳۔۲ اس علم سے مراد اللہ کا، اس کی شریعت کا اور ان آیات ودلائل کا علم ہے جن پر غور و فکر کرنے سے انسان کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی اور ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔

ۃ۔۴۴ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے(۱) ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے(۲)۔

۴۴۔۱ یعنی بے فائدہ اور بے مقصد نہیں۔

۴۴۔۲ یعنی اللہ کے وجود کی، اس کی قدرت اور علم وحکمت کی۔اور پھر اسی دلیل سے وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کائنات میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔